إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

سیرتِ احمدی

یعنے

سوانح اقدس حضور سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کتاب میں حضور کے سوانح عمری کے علاوہ ازواج و اولاد کا تذکرہ بھی ہے۔ حضور کے طبعی عادات و حالات حضور کی تعلیم اور اس کی فلاسفی نبوت اور معجزات اور ان کی فلاسفی۔ تکثیر ازواج۔ طلاق۔ غلامی (اسلام مذہب سیف نہ تھا) نہ ہے۔ ان عنوانات پر تفصیلاً علیحدہ علیحدہ باب قائم کر کے بحث کی ہے جو اس کتاب کی خصوصیت ہے

مؤلفہ

خان احمد حسین خان صاحب چیف اڈیٹر رسالہ شباب اردو لاہور

باخذ حقوق دائمی

سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مہر نگ لاہور نے

باہتمام

سید شریف حسین سہروردی گیلانی چھپا

ملنے کا پتہ

گیلانی الیکٹرک پریس بک ڈپو ہسپتال روڈ لاہور

ذخیرہ کتب محمد وقار احمد

Marfat.com

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

سیرۃ احمدی

یعنی

سوانح اقدس حضور سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کتاب میں حضورؐ کے سوانح عمری کے علاوہ ازواج و اولاد کا تذکرہ بھی ہے۔ حضورؐ کے طبعی عادات و حالات۔ حضورؐ کی تعلیم اور اس کی فلاسفی۔ نبوت اور معجزات اور ان کی فلاسفی۔ تکثیر ازواج۔ طلاق۔ غلامی۔ اسلام مذہب سیف نہ تھا (نہ ہے)۔ ان عنوانات پر تفصیلاً علیحدہ علیحدہ باب قائم کر کے بحث کی ہے جو اسی کتاب کی خصوصیت ہے۔

مؤلفہ

خان احمد حسین خان صاحب چیف ایڈیٹر رسالہ شباب اردو لاہور

باخذ حقوق دائمی

سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مہر منگ لاہور نے

(نوشتہ [illegible] لاہوری)

باہتمام

ایس عبدالرشید اینڈ برادرز تاجرانِ کتب لوہاری دروازہ لاہور چھپوائی

(در مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند پرنٹر چھپی)

Marfat.com

135142

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

مجھے اپنی علمی زندگی کے تیسرے دور کا دیر سے انتظار تھا۔ اس انتظار میں مَیں مدت سے خیالی پلاؤ پکا رہا تھا اور کئی قسم کی تجویزیں سوچ رہا تھا۔ بارے اس دور نے قبل از وقت مُنہ دکھایا۔ مگر خدا کی شان اُس کا آغاز ایسے وقت ہوا۔ کہ جب وہ چھوٹے چھوٹے داغ جو افقِ حال میں دور سے سیاہ اور سُرخ گیند دکھائی دے رہے تھے۔ دمِ زدن میں پھیل کر کالے کالے بادل بن گئے اور اُس سے چہرۂ گردوں کسی کی قسمت کی طرح مکدر ہو گیا۔

ہر چند یہ نظارہ وحشت خیز اور یاس آمیز تھا مگر امّید جس کی حقیقت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی مجھے برابر سبز باغ دکھاتی رہی اور یہی سمجھاتی رہی کہ اس کے فضل سے مایوس ہونا گناہ ہے۔ کیا عجب ہے کہ یہ غبار دلیل بارانِ رحمت ثابت ہو۔ گھبرانا نہیں چاہئے مطلع صاف ہو جائیگا۔ امید کی امید پر ارمانِ دل باغ باغ ہو گئے۔ اور ہزاروں تمنائیں جو دل کے ٹکڑوں کے تلے دبی ہوئی تھیں سر اُٹھا اُٹھا کر امید کی بلائیں لینے لگیں اور قدم چومنے لگیں۔

پھر کیا تھا ہر چند کہ کاغذ گراں تھا اور سامانِ اشاعت کا قحط تھا۔ مگر میں نے توکل بر خدا کمرِ ہمت کو مضبوط باندھا اور پھر تصنیف اور تالیف کے میدان میں قدم رکھا ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفانِ شور افزا   دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

مَیں سوچ رہا تھا کہ سب سے پہلے کس کتاب سے آغاز ہو۔ اور کونسی کتاب ہے جو میرے عقیدے کے بموجب باعث خیر و برکت اور موجب یمن و سعادت ہو سکتی ہے۔ کہ دفعتاً گویا القا ہوا۔ اور غیب سے یہ ہدایت ہوئی کہ پہلی کتاب سیرت سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ہو +

Marfat.com

یہ ارادہ کرکے میں نے آنحضرتؐ کی حیات پر نگاہ کی تو آپؐ کے پرتوِ انوار سے میری عقل کی آنکھیں چندھیا گئیں اور میرا دماغ ہوش گلہائے محاسن اور کمالات کی جاں بخش خوشبو سے مبہوت ہوگیا۔ مَیں حیران تھا کہ مَیں کس طرح اپنے ارادہ کو پورا کروں ؎

اللہ رے مرتبہ شہِ والا خطاب کا
خود میزباں تھا عرش پہ خالق جناب کا

مَیں اپنی کمزوریوں کی طرف نظرِ حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ کہ میری عقیدت اور ارادت نے میری دستگیری کی۔ اور مجھے یاد دلایا کہ مجھ سے پہلے بہت سے اربابِ سیرت چمن آرائیاں کرچکے ہیں۔ اُن کی مساعی جمیلہ سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔ غرض میں نے انگریزی۔ عربی۔ فارسی۔ اور اُردو کتابوں کو منگایا اور غور سے پڑھا۔ اُردو زبان کی سیرت تو کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو میں نے نہیں دیکھی۔ ہر ایک کتاب بجائے خود ایک باغ ہے۔ مَیں نے ہر باغ سے پھول چُنے اور چُن چُن کر آخر کار ایک گلدستہ بنالیا جو درگاہِ عالی میں پیش کرتا ہوں۔ اور یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

کہینگے ساقیٔ کوثر سے ہم بھی اے سرشار
کہ ایک جام کے امیدوار ہم بھی ہیں

واقعات وہی ہیں۔ ممدوح وہی ہے۔ حالات وہی ہیں۔ مگر طرزِ بیاں مختلف ہے۔ میں نے سُنا ہُوا ہے۔ ؎ در ہر دہنِ تنگ نباتِ دگر است

صدیاں گذر چکی ہیں جس عقیدت اور ارادت اور عجز و انکسار کے ساتھ ایک بے آب و علف بیاباں میں خلیل اللہ نے پتھر کی چار دیواری بنا کر اس کے بقا کی دُعا مانگی تھی اُسی نیت اور اُسی خلوص سے مَیں بھی دُعا کرتا ہوں کہ بارِ الٰہا جس طرح اس چار دیواری کی جگہ اب مکۂ معظمہ آباد ہے۔ ویسے ہی ان چند پتّوں اور پھولوں کو جو میں نے مختلف باغوں سے جمع کئے ہیں شبنمِ لُطف و کرم سے ہمیشہ کے لئے سرسبز اور پُر بہار کردے۔

احمد حسین خاں

لاہور
یکم اپریل سنہ ۱۹۲۲ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب (۱)

عرب

برّ اعظم ایشیا میں عرب ایک جزیرہ نما ہے اس کا بالائی حصّہ خشکی سے پیوستہ ہے۔ باقی تین طرف سمندر ہے ؛

حدود اربعہ

مغرب میں بحیرۂ قلزم۔ شمال میں حلب اور فرات مشرق میں خلیج فارس اور بحرِ عمّان جنوب میں بحرِ ہند ؛

وجہ تسمیّہ

عرب کا اصلی نام عربتہ تھا جس کے معنے "دشت و صحرا" ہیں۔ عرب کا جزوِ اعظم دشت یا صحرا ہے اسلئے تمام مُلک عرب کے نام سے مشہور ہوگیا۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ عرب اور اعراب کے معنے فصاحت اور زبان آوری کے ہیں۔ چونکہ اہل عرب کو اپنی فصاحت اور بلاغت پر ناز تھا وہ اپنے آپ کو عرب اور تمام دیگر قوموں کو عجم کہکر پکارتے تھے۔ اسی طرح اہل یونان اپنے زمانہ میں باقی تمام قوموں کو "ہی تھنز" پکارتے تھے ؛

رقبہ

عرب کا رقبہ وسعت کے خیال سے جرمن اور فرانس سے چہار چند ہے طول تخمیناً

پندرہ سو میل عرض چھ سو میل اور مجموعہ رقبہ بارہ لاکھ میل مربعہ ہے۔ آبادی اسوقت قریباً ایک کروڑ ہے ÷

طبعی صورت

کوہ لبنان واقع ملک شام کا ایک سلسلہ شمال مغربی کنارے سے شروع ہو کر سارے مغربی کنارے تک پھیلا ہوا ہے اور انتہائے باب المندب تک چلا گیا ہے۔ درمیان میں ایک قطعہ بنجر زمین کا ہے۔ جس کو تہامہ کہتے ہیں اس تہامہ اور وسط کی سطح مرتفع کے درمیان جو سرسبز زمین ہے وہ زرخیز ہے۔ جہاں پانی کثرت سے ملتا ہے وہاں کی زمین سبزہ زار ہے۔ اس ملک میں نہ تو کوئی جھیل ہے نہ دریا۔ حجاز اور یمن کے صوبے بہت زرخیز ہیں۔ اسقدر زرخیزی کہ اُن کے مقابلہ میں ہندوستان کے بہترین سرسبز مقامات ہیچ ہیں۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان صحرائے افریقہ کی طرح بے آب و علف ہیں ÷

آب و ہوا

عرب کی آب و ہوا نہایت گرم اور خشک ہے جسقدر گرمی تہامہ میں پڑتی ہے شائد اس سے بڑھ کر کرۂ ناری میں پڑتی ہو تو ہو۔ ہاں عرب کی وہ زمین جس کی سطح بلند ہے۔ وہاں آب و ہوا معتدل ہے۔ عرب میں جون سے ستمبر تک برسات ہُوا کرتی ہے۔ اسے شان الٰہی کہنا چاہئے۔ ورنہ عرب جس طرح کا طبقہ زمین ہے وہاں مینہ نہیں برستا۔

موسم تابستان میں یہاں ایک زہریلی ہوا چلتی ہے۔ جس کو سموم کہتے ہیں اُسے قہرِ خدا سمجھنا چاہئے۔ اس سے زمین اور آسمان کا نقشہ دگرگوں ہو جاتا ہے۔ جس وقت یہ آندھی آتی ہے۔ تو ہر طرف اندھیر ہو جاتا ہے پہلے افق کا رنگ گہرا بنفشئی ہونے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ گھٹا ٹوپ تاریکی ہو جاتی ہے۔ آفتاب بے تاب ہو کر غائب ہو جاتا ہے پرند چونچیں کھولدیتے ہیں اور نیم جان ہو جاتے ہیں۔ انسانوں کے پھیپھڑوں میں ریت بھر جاتی ہے۔ اور اس قسم کی جلن پیدا ہوتی ہے کہ دم لینا مشکل ہو جاتا ہے پیاس سے زبان لکڑی ہو جاتی ہے۔ چاروں طرف ریت کے پہاڑ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ایسا

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عفریت گرم لوہے سے جسم داغ رہا ہے۔ بارہا اسقدر ریت برستی ہے کہ بڑے بڑے قافلے وب کر وم توڑ دیتے ہیں۔

جسوقت بادِ سموم چلنے لگتی ہے۔ تو مسافر آنکھ۔ کان۔ ناک بند کرکے اوندھے پیٹ کے بل زمین پر لیٹ جاتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اس کا زور زیادہ سے زیادہ دس منٹ تک رہتا ہے ورنہ کوئی انسان یا حیوان زندہ نہ رہتا۔ پھر بھی جب اُس کا بگولہ گذر جاتا ہے اور انسان یا حیوان اُٹھ کر بیٹھتے ہیں۔ تو حالت بیماروں سے بدتر ہو جاتی ہے۔ تمام جسم میں تکان ہوتا ہے اور رنگ ہلدی کی طرح زرد دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ جو بدقسمتی سے اسوقت زمین پر نہیں لیٹ جاتے ان کی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ فوراً ناک۔ مُنہ اور آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں۔

سُراب

گرمی کے موسم میں عرب کے بیابانوں میں پانی نہیں ملتا دُور سے مسافروں کو مرغزار اور چشمہ دکھائی دیتا ہے۔ مُسافر اُس طرف بیتاب ہو کر جاتے ہیں۔ لیکن جسقدر یہ چلتے ہیں۔ اُسی قدر وہ چشمہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ آخر کار مسافر چلتے چلتے تھک کر گر پڑتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ دراصل یہ پانی نہیں ہوتا۔ یہ چمکتی ہوئی ریت ہوتی ہے جو دُور سے پانی کا چشمہ دکھائی دیتا ہے۔ اسے سُراب کہتے ہیں۔

عرب کے جنوبی کوہستانی حصّوں کو العرب الاخضر کہتے ہیں۔ یعنی سبز و شاداب عرب یہاں انگور۔ انجیر۔ ناسپاتی۔ بادام۔ خرما وغیرہ پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ عرب کے کھجور کے درخت تمام جہان میں مشہور ہیں اور جس قدر نخلستان عرب میں ہیں۔ دُنیا میں اور کہیں نہیں۔

عرب کے جانور

عرب کے جانوروں میں گھوڑے تمام عالم میں مشہور ہیں اور اسی طرح عرب کے اونٹ جن کو عربی جنگل کے جہاز کہتے ہیں بے نظیر ہیں۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو اہل عرب بچوں کی طرح پالتے ہیں اور اُن کے نسب نامے رکھتے ہیں۔ عرب میں گدھے کی سواری معیوب نہیں اور عرب کے جنگلوں میں شُتر گاؤ۔ چیتے۔ بارہ سنگے۔ شتر مُرغ وغیرہ جانور بکثرت ملتے ہیں۔

Marfat.com

پہاڑ عرب کے مشہور پہاڑ یہ ہیں۔ کوہ احد اور کوہ سینا جسے طور سینا بھی کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ہیں۔ فاران۔ بوقبیس اور حرا مکہ معظمہ میں ہیں جبل عرفات مکہ سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔

اِن میں سے طور سینا وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ خداوند تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے۔ اسی پہاڑ پر توریت بنی اسرائیل کو ملی۔

عرب کو بعض مورخوں نے پانچ اور بعض نے چھ حصّوں پر منقسم کیا ہے۔ مگر ہماری رائے میں پانچ حصص درست ہیں۔

صوبے یمن۔ حجاز۔ تہامہ۔ نجد اور یمامہ۔ ہماری رائے میں بحرین در اصل عراق کا حصہ ہے۔ ان میں یمن سب سے بڑھ کر سرسبز اور شاداب ہے اور یمن کا دار الخلافہ ایک قدیمی خوبصورت شہر ہے جسے سکندر اعظم نے ہندوستان سے واپسی کے وقت فتح کرنا چاہا مگر موت نے مہلت نہ دی۔

حجاز اِس لئے مشہور ہے کہ مکّہ اور مدینہ دونوں شہر اسی صوبہ کی شان اور رونق ہیں۔

باشندے عرب وجیہہ اور میانہ قامت انسان ہیں۔ ان کے جسم بظاہر دُبلے پتلے ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ بہت طاقتور ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ گہرا بھورا سا ہے۔ ان کی جوانمردی مہماں نوازی اور عالی حوصلگی بہت مشہور رہی ہے۔ شہر کے لوگ عموماً امن پسند ہیں۔ لیکن بیرونی مقامات کے خانہ بدوش جن کو اعرابی یا بدوی کہتے ہیں لٹیرے اور خونخوار ہیں ان کا گذارہ زیادہ تر قزاقی اور رہزنی پر ہے۔ ان کی جائیداد صرف گھوڑے۔ بھیڑیں اور بکریاں ہیں۔

بدوؤں کی بصارت اسقدر دُور بین ہے کہ دو میل کے فاصلہ سے جس چیز کو دیکھنا ہو دیکھ لیتے ہیں۔ یہ کسی کو بادشاہ نہیں جانتے ہر ایک بدو اپنے قبیلہ کے سردار کا محکوم ہے۔ آج سے دو ہزار برس پہلے بھی یہ چرواہے تھے اور اب بھی چرواہے ہیں۔

بدو عموماً خیموں میں رہتے ہیں۔ ان کے مکان میں جا کر دیکھو تو چند بورئے۔ اونٹ

Marfat.com

اور بکریوں کے بالوں کی رسیاں۔ چربی رکھنے کی ہنڈیاں۔ ایک دو پانی بھرنے کی مشکیں دودھ کے لئے مٹی کے برتن ایک آدھ پوستین ان کی جائداد دکھائی دیتی ہے۔ اس کے سوا ان کے پاس اور کچھ نظر نہیں آتا۔

ان کی زندگی بسر کرنے کی تصویر یہ ہے کہ عورتیں پتھر کی چکیوں میں اناج پیس رہی ہیں بچے۔ بکریاں۔ کُتّے سب کھیل رہے ہیں۔ اگر کوئی گھوڑا ہے تو بچے اس کی لاتوں سے چمٹ رہے ہیں وہ پرواہ تک نہیں کرتا۔ مرد باتیں کر رہے ہیں۔ قہوہ پی رہے ہیں۔ یا ٹہل رہے ہیں۔

بدوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ اِس لئے شہروں میں آنے جانے کا مدار انہیں کی دوستی پر مبنی ہے۔

ظہور اسلام سے پہلے عرب میں زمانہ جاہلیّت تھا۔ اس زمانہ کی جہالت اور ضلالت پر غور کرتے ہوئے عقل حیران ہوتی ہے۔

بُت پرستی

لوگ عموماً بُت پرست تھے۔ لات۔ عزےٰ۔ منات۔ وُدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق بتوں کی پرستش ان کا ایمان تھا۔ سب سے بڑا بُت ہبل تھا۔ اس کو سقف کعبہ پر رکھا ہوا تھا۔ اس سے جنگ میں مدد مانگتے تھے۔ یہاں کے باشندے بتوں پر آدمیوں کی قُربانی چڑھاتے تھے۔ اصلی ماں چھوڑ کر باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ حقیقی ہمشیرہ سے عقد جائز تھا۔ انسان مجاز تھا۔ جتنی چاہے عورتیں کرلے۔ قمار بازی۔ جعلسازی۔ سیاہ مستی۔ اور بادہ پرستی۔ زناکاری اور دل آزاری کا عام رواج تھا۔ بےحیائی کا یہ عالم تھا۔ کہ سب سے بڑے نامور شاعر امراء القیس نے جو شہزادہ بھی تھا۔ اپنے قصیدہ میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ بدکاری کا قصّہ فخریہ بیان کیا اور یہ قصیدہ عوام الناس کے مطالعہ کے لئے کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔

رسوم بد

ذراسی بات پر خون کے نالے بہا دینا۔ لڑائیوں میں پرلے درجہ کا بیرحم اور سفّاک بن جانا۔ لوگوں کو زندہ جلا دینا مستورات کے پیٹ چاک کر دینا معصوم بچوں کی کشت زندگی پر بجلی گرانا معصوم لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا کہ سُسر نہ کہلائیں ان کے بائیں ہاتھ کا

Marfat.com

کرتب تھا۔

دن رات گانے بجانے کا مشغلہ رہتا تھا۔ امیر و شریف علانیہ کسبنوں کے جھنڈی دار خیموں میں اوقات بسر کرتے تھے اور ذرا نہیں شرماتے تھے۔ دعویٰ یہ تھا کہ خدا پرست ہیں۔ مگر ان کا خدا واقعی عجیب تھا۔ کہ عیالدار تھا اور انسانوں سے کشتی لڑتا تھا۔ قحط کے ایام میں لوگ ببول کا گٹھ کاٹ کر گائے کی دُم میں باندھتے اور اس میں آگ لگا کر پہاڑ کے اوپر گائے کو لیجاتے تھے اور پچھان کی طرف سے اُسے بھگاتے تھے۔ تاکہ مینہ برسے۔ اونٹ کو زخمی کرکے اس کا خون پیتے تھے۔ وبا کے دنوں میں گدھے کی بولی بولتے تھے۔ اور وبا زدہ مقام پر خرگوش کی ہڈی لٹکاتے تھے۔

خاوند سفر کے وقت درخت سے تاگا باندھ کر جاتا تھا اگر واپسی پر تاگا بدستور نہ ہو تو سمجھتا تھا کہ اس کی بیوی پاک دامن نہیں رہی۔

محبّت قائم رکھنے کو عورت مرد کی چادر اور مرد عورت کا برقعہ پھاڑ دیتا تھا۔

جس عورت کی اولاد زندہ نہ رہے۔ وہ کسی شریف انسان کی لاش روندتی تھی۔

خرگوش۔ ہرن۔ چھچھوندر۔ شتر مُرغ۔ کوّے۔ قمری۔ کبوتر اور سانپ کو جنوں کی سواری سمجھتے تھے۔ جانوروں کے اُڑنے اور بولنے سے شگون لیا کرتے تھے۔ وہ اونٹنی جس کے اوپر تلے کے دو بچّے مادہ ہوں اس کو مقدّس سمجھتے تھے۔

خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیمؑ کی مورت رکھی ہوئی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں سات تیر تھے۔ ہر ایک تیر پر علامت بنی تھی۔ اُس سے فال ڈھونڈتے تھے۔

افلاس کے ڈر کے مارے بچّوں کو مار ڈالتے تھے خُسر کہلانا باعث ننگ و عار تھا۔ اِس لئے معصوم لڑکیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔

بعض کُفّار کا یہ خیال تھا کہ روح جسم سے جدا ہو کر پرند بن جاتی ہے۔ مرنے والا اپنے دشمن کو کہہ جاتا تھا۔ کہ میری روح تجھ کو آکر خوب دق کرے گی۔ قبر پر ایک اونٹ باندھ دیتے تھے وہ بھوکھا پیاسہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا خیال یہ تھا کہ آئندہ زندگی میں سواری کے کام آئیگا۔

Marfat.com

قمار بازی کے لئے مقامات مخصوص تھے جہاں دُور دُور سے جوق جوق لوگ آتے تھے اور جوا کھیلتے تھے۔ گھوڑ دوڑ اور اس پر بازی لگانا جسے رہان کہتے ہیں اس میں بہت مروج تھا

سُود خواری بڑی بے رحمی سے جاری تھی اضعافاً مضاعفۃ سُود لیتے تھے۔

لونڈیوں کو گانا بجانا سکھا کر حرامکاری کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ عزیزوں کے مرنے پر ایک سال تک سخت ماتم۔ واویلا اور سینہ کوبی ہوتی تھی۔

لونڈی غلاموں سے سخت بدسلوکی کی جاتی تھی۔ غلاموں کے مطلق کوئی حقوق نہ تھے

عورتوں کے لئے دودھ دوہنا باعث ذلت تھا۔

مُجرم کو جلتی ہوئی ریت پر ڈالا جاتا تھا۔

متبنیٰ حقیقی بیٹے کو محروم کر دیتا تھا۔

عورتوں میں رسم حجاب نہ تھی۔

طلاق کے معاملے میں مردوں کو مطلق العنانی حاصل تھی۔ عورتیں اصلی بال کتر کر سر پر مصنوعی بال لٹکاتی تھیں اور اپنے جسم کو نیل سے گودا کرتی تھیں۔

عرب بیشک بڑے فصیح اور بلیغ تھے مگر اُن کی فصاحت اور بلاغت اور شاعری۔ بدتہذیبی۔ بداخلاقی۔ فحش مضامین اور عیاشی کے لئے وقف تھی۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہر شاعر کے اختیار میں ایک جن ہوتا ہے جسقدر بڑا شاعر ہو اسی قدر زبردست جنّ اُس کے زیر حکومت رہتا ہے۔

شراب خواری اور میگساری ان کا جزو بدن تھی۔ پانچ نمازوں کی طرح مے نوشی کے پانچ وقت مقرر تھے۔ بادہ پرست سیاہ مست ہو کر سب کچھ بھول جاتے تھے حشرات الارض تک چٹ کر جاتے تھے۔ جنگ و جدل کی یہ حالت تھی کہ ذرا سی بات پر آمادہ پیکار ہو جاتے تھے۔ بات بات پر بگڑ کر کئی پشتوں تک دل میں کینہ رکھتے تھے حرب بسوس اور حرب داحس اسی قسم کی لڑائیاں تھیں۔ حرب بسوس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ ایک عورت کے کھیت میں چلا گیا۔ عورت نے اس کو مارا۔ اونٹ والے نے عورت کو پکڑ کر اُس کی چھاتی قلم کر دی۔ اس بات پر چالیس سال تک برابر

Marfat.com

لڑائی رہی۔ اور ستر ہزار آدمی ضائع ہوئے۔

حرب داحس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ داحس ایک گھوڑا تھا۔ گھوڑ دوڑ میں آگے بڑھا چاہتا تھا کہ ایک شخص نے بڑھ کر اُسے روک لیا۔ اسی بات پر چونسٹھ برس تک لڑائی ہوتی رہی۔

مذاہب

مذاہب کا یہ حال تھا کہ کافر مشرک۔ بُت پرست۔ دہرئے۔ عیسائی۔ یہودی۔ مجوسی ستارہ پرست یعنے صابی۔ قایل تناسخ وغیرہ ہر مذہب کے لوگ یہاں موجود تھے۔

بُت پرستی کی یہ حالت تھی کہ اُن کے بُت کئی سو تھے۔ ان میں سے مشہور ہبل۔ ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر۔ منات۔ لات۔ عزیٰ۔ نایلہ۔ اساف۔ دوار اور عبعب تھے۔ خانہ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی مورت رکھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں تیر ہائے ازلام تھے۔ ایک بھیڑ کا بچہ قریب کھڑا تھا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی تصویریں خانہ کعبہ کی دیواروں پر کھچی ہوئی تھیں۔ حضرت مریمؑ کی مورت کی گود میں حضرت عیسیٰؑ تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بُت خدا کے وزیر ہیں اور ان کی سفارش سے قرب خدا حاصل ہوتا ہے۔

بتوں کی پرستش اس طرح پر ہوتی تھی کہ پہلے بتوں کے آگے سجدہ کرتے تھے پھر اُنکے گرد پھرتے تھے اور آخر کار نہایت ادب اور تعظیم سے بوسے دیتے تھے۔ بتوں کے آگے اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ کئی بار انسانی قربانی سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے۔ مویشیوں کا پہلا بچہ بتوں کی نذر ہوا کرتا تھا۔ کھیت کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے ارتفاع میں سے ایک معین حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتوں کے لئے اُٹھا رکھتے تھے۔ طرفہ تماشہ یہ تھا کہ عبادت کے وقت کعبہ کے اندر مادر زاد برہنہ ہو جاتے تھے۔

عرب کے دہرئے لامذہب تھے وہ خدا کی ہستی اور حشر کے مُنکر تھے۔ اُن کے خیال میں جزا یا سزا خیالی باتیں تھیں اور انسان کا وجود اس اثنا میں مثل حیوان یا درخت کے تھا جو بعد پیدائش پختہ ہوتا ہے اور پھر تنزل پکڑ کر مرجاتا ہے۔

صابی اپنے آپ کو حضرت شیثؑ اور حضرت ادریسؑ کے پیرو اور سامری کے

Marfat.com

مرید سمجھتے تھے۔ انکے ہاں ایک کتاب صحیفہ شیث بھی تھی۔ یہ لوگ سات وقت نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مہینہ روزہ رکھتے تھے۔ یہ لوگ ستارہ پرست تھے۔ انہوں نے سات ہیکلیں یعنے معبد سبع ستاروں کے لئے بنائے تھے اور جس ستارے کا معبد تھا اسی میں اس کی پرستش بجالاتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ستاروں کا سعد اور نحس اثر انسان کی قسمتوں پر اور دنیاوی کاروبار پڑتا ہے۔

یہودیوں کی مقدس کتاب توریت میں اگرچہ توحید کی تعلیم موجود تھی مگر ان میں عمل نہ تھا۔ برائے نام خدا اور خدا کی توحید کے قایل تھے۔ اپنے عالموں اور درویشوں کے احکام کو احکام خدا پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ گمراہ راہبوں نے انہیں گمراہ کر دیا تھا۔ ان کا یہ خیال ہو گیا تھا کہ انتظام دنیا خود بخود منضبط ہے اور خدا مختارانہ تصرف سے قاصر اور عاجز ہے۔ عزیر کو ابن اللہ سمجھتے تھے اور اسی طرح خدا کو صاحب اولاد بنا رکھا تھا۔ اُن کے خیال میں خدا مجسّم تھا۔ اُن کی کتاب میں لکھا ہُوا تھا (دیکھو پیدائش باب ۳۲) کہ یعقوبؑ تمام رات خدا سے کشتی لڑتا رہا اور اُس پر غالب نہ ہُوا آخر کو اُس کی نس چڑھا کر غائب ہو گیا۔

بعض یہود ہندؤں کی طرح تناسخ کے قایل تھے۔

عیسائیوں کی اسوقت کی حالت کا فوٹو آنریبل مسٹر ولیم میور نے اپنی کتاب **لائف آف محمدؐ** میں اس طرح پر لیا ہے۔

"عیسائیوں نے عرب کو پانچسو سال تعلیم و تلقین کی۔ اس پر بھی کوئی اِکّا دُکّا عیسائی کہیں کہیں نظر آتا تھا۔ یعنے بنی حارث نجران میں اور بنی حنیف یمامہ میں اور کچھ بنی طے تیمہ میں عیسائی تھے۔ باقی خیریت۔ مذہب عیسوی سے دین موسوی بمراتب زیادہ عرب میں قوت رکھتا تھا اور یہ دین اپنے پیشوا ذوالنواس کی ہدائیت سے کبھی کبھی لوگوں کو یہودی بنانے کی کوشش کرتا تھا مگر اس دین سے یہودی بنانے کی قوت زائل ہو چکی تھی۔ بالآخر عرب کو من حیث المذہب دیکھے تو اُس کی سطح پر عیسائیوں کی ضعیف کوششوں کی کچھ خفیف سی موج لہراتی نظر آتی تھی۔ مگر بُت پرستی اور بنی اسماعیل کے اعتقادات کا دریا ہر سمت سے جوش مارتا ہُوا کعبہ سے آکر ٹکراتا تھا جس سے بخوبی

ظاہر ہے کہ جو دین اور جو طریقہ عبادت مکہ میں جاری تھا اُس سے تمام عرب کے قلوب کو جکڑ لیا تھا۔

پادری فانڈر نے اپنی کتاب میزان الحق میں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ دین محمدی کے ظاہر ہونے اور پھیلنے کا دو سبب سے مانع نہ ہُوا۔ اولاً یہ کہ اس طریق سے عربستان اور شام اور مصر وغیرہ کے مسیحیوں کو جو محمدؐ کے زمانہ میں انجیل کے طریق سے دُور پڑ گئے تھے تنبیہ کی جاوے تاکہ اور زیادہ دُور اور مہجور نہ ہوں۔ ثانیاً یہ کہ جہالت میں بُت پرستی کا دین زیادہ مشہور اور زیادہ زور آور نہ ہو جائے۔

اس عبارت سے اسوقت کے عیسائیوں کی حالت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

تہذیب و تمدن

قدیمی تہذیب اور تمدن کے متعلق اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ عرب کے مختلف حصے مختلف حالت میں تھے مثلاً یمن کسی زمانہ میں ترقی کا آسمان سمجھا جاتا تھا مورخین عرب کا یقین ہے شمر والئے یمن نے ایران فتح کر لیا تھا اور سمرقند کو کھُدوا کر زمین کے ہموار کر دیا تھا اسلئے اس مقام کو شمر قند کہتے ہیں۔ یمن کے مشہور ایوانوں اور قصروں کا ذکر شعرا کے کلام میں موجود ہے ہماری رائے میں مولٰنا شبلی کا خیال درست ہے عرب نے کسی زمانہ میں جو ترقی کی تھی آس پاس کے ممالک کی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو کر کی تھی اس لئے جو مقامات ان ممالک سے دُور تھے وہ اصلی حالت پر رہے۔ اس خیال کی تصدیق اس طرح پر ہوتی ہے کہ حالانکہ عربی زبان جامع ہے مگر باوصف اس کے جن چیزوں کو تمدن اور اسباب معاشرت سے تعلق ہے اُن کے لئے خاص عربی زبان میں الفاظ نہیں ملتے بلکہ ایران یا روم سے مستعار آئے ہیں مثلاً سکہ کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ درہم۔ دینار انگریزی ڈرام یونانی الفاظ ہیں۔ دراصل درہم ہے چراغ کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ چراغ کو سراج بنایا۔ کوزہ کو کوز کر لیا۔ آبریز کو ابریق بنا لیا۔ تشت کو طشت۔ کاسہ سے کاس بنایا۔ کرتہ کا معرب قرطق ہُوا اور پاجامہ کو سروال کہا جو بگڑتے بگڑتے شلوار رائج ہے۔

بخاری سے ثابت ہے کہ گھروں میں جائے ضرور نہ تھی مستورات رفع حاجت کیلئے گھروں سے باہر جایا کرتی تھیں چھلنی کو کوئی نہ جانتا تھا۔ بھوسے کو پھُونک کر اُڑاتے تھے۔

غرض عرب کی یہ حالت تھی اور یہ کیفیت تھی۔ ہزاروں مکروہ رسومات اور بُرے عقیدے یہودیوں۔ عیسائیوں۔ بُت پرستوں وغیرہ کے دل میں نقش کالحجر بن چکے تھے۔ لوگ جہالت کی دلدل اور ضلالت کی خار دار جھاڑی میں پھنسے ہوئے تھے۔ افعال مذموم اور رسومات باطلہ کے سیاہ بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ بمصداق ظہر الفساد فی البر و البحر خشکیاں اور سمندر سب بگڑ رہے تھے۔ آندھی چل رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ ایک عرب کیا تمام دُنیا میں تاریکی نے طوفان برپا کر رکھا تھا کہ دفعتہً عرب میں فاران کی چوٹیوں پر تہذیب۔ شائستگی۔ نیکی۔ ثواب اور ہدایت کا آفتاب طلوع ہُوا۔ اس مہر عالم افروز کی دلپذیر شعاعوں نے طرفتہ العین میں تمام جہان کو منوّر کر دیا۔ ضلالت گرد تو جہالت سر ہوگئی۔ ظُلمت بطلان کا زہریلا دُھواں کافور ہوگیا اور عرب تمام جہان میں مشہور ہوگیا۔

باب (۲)

حسب نسب اور ولادت

مورخین نے اقوام عرب کو تین حصّوں پر منقسم کیا ہے۔

عرب بائدہ

اوّل۔ قدیم اقوام جن کو عرب بائدہ بھی کہتے ہیں۔ اور جو اسلام سے بہت پہلے فنا ہو چکے تھے۔ عرب بائدہ یا خانہ بدوش صحرائی عرب سات خاندانوں میں تقسیم ہوئے یعنے (۱) بنی کوش (۲) بنی عیلام (۳) بنی لود (۴) بنی ارام (۵) بنی حول (۶) بنی جدیس اور (۷) بنی ثمود۔

یہ لوگ حضرت نوحؑ کے پسر سام کی اولاد میں سے تھے۔

ان میں سے ثمود اور عاد بہت مشہور ہیں۔

عاد احقاف میں آباد تھے۔ یہ عاد بن عوض بن ارام بن سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ احقاف یمن میں تھا۔

عاد بہت بلند قامت اور قوی ہیکل اور تند خو لوگ تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے اور توحید

Marfat.com

سے بیخبر تھے۔ خداوند تعالےٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہودؑ کو پیغمبر بناکر بھیجا مگر یہ بُت پرستی سے باز نہ آئے۔ جب ان کے گناہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تو ان پر قحط کا عذاب نازل ہُوا۔ ایام قحط میں ایک دن انہیں ابر سیاہ دکھائی دیا انہوں نے سمجھا کہ بارش ہوگی مگر وہ ابر سیاہ نہ تھا کالی آندھی اور ہولناک طوفان تھا جو آٹھ دن اور سات رات برابر رہا۔ اس سے تمام مکان برباد ہوگئے تمام انسان جانوروں کی طرح اُڑ اُڑ کر پتھروں پر گرے اور ہلاک ہوگئے۔ صرف حضرت ہودؑ اور اُن کے ہمراہی جو اُن پر ایمان لائے تھے اور جو یہاں سے پہلے ہی نکل گئے تھے بچ گئے۔

عرب عاربہ

دوم۔ عرب عاربہ یعنے خالص عرب جو اپنے آپ کو بنی قحطان بیان کرتے ہیں۔ **قحطان** حضرت نوحؑ کے فرزند سام کی نسل سے تھا۔ قحطان کے کئی ایک لڑکے تھے مگر دو **یعرب** اور جرہم بہت مشہور رہیں۔ ان میں یعرب حاکم **یمن** اور جرہم فرمانروائے **حجاز** تھا۔ **یعرب** کی نسل سے بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ ہوئے۔ ان میں سے ایک **ذوالقرنین** تھا جس نے مشرق اور مغرب میں فتوحات حاصل کرکے یاجوج اور ماجوج کی روکاوٹ کے لئے ایک آہنی دیوار بنائی بلکہ بلقیس جو ملک سبا کی ملکہ تھیں اور جن کا نکاح حضرت سلیمانؑ سے یوروشلم میں ہُوا اسی نسل سے تھیں۔

قحطان کی نسل سے کئی قومیں پیدا ہوئیں اور پھلی پھیلیں اور الگ الگ نام سے مشہور ہوئیں مگر ان سب کا مشترک نام یمنی رہا۔ یہ قومیں اس کتاب میں خارج از بحث ہیں۔

عرب مستعربہ

سوم۔ عرب مستعربہ یعنے مخلوط عرب جو غیر مقامات سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ حضرت نوحؑ کے تین لڑکے سام۔ حام اور یافث تھے۔

سام سے ساتویں پُشت میں **تارخ** پیدا ہوئے۔ **تارخ** کے تین فرزند تھے۔ **ابراہیمؑ**۔ نحور۔ حاران۔

حضرت ابراہیمؑ کی دو بیبیاں تھیں۔ ایک جو حضرت اسحاقؑ کی والدہ تھیں اور دوسری ہاجرہ جو مصر کی شہزادی اور حضرت اسمٰعیل کی ماں تھیں۔

عرب مستعربہ بنی اسمٰعیل ہیں۔ ان کا مسکن حجاز تھا۔

حضرت ابراہیمؑ بابل کے حکمران کے رشتہ دار تھے۔ جب وہ بادشاہ خود پرست ہوگیا تو اُس کی ہدایت کے لئے آپ کو درگاہ خدا سے خلعت پیغمبری عطا ہوا۔ آپ نے اس کو سمجھایا مگر توحید کی آواز اُسے پسند نہ آئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس سے ناراض ہوکر وطن چھوڑ دیا۔

سرہؑ ان کی اہلیہ اور **لوطؑ** بن فاران اُن کے برادر زادہ نے مہاجرت میں اُن کا ساتھ دیا۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بھیڑ۔ بکری اور مویشی کے گلے لیکر **کنعان** میں چلے آئے جب کنعان میں قحط نمودار ہوا تو مصر میں گئے۔

ہاجرہ مصر کی شہزادی تھیں۔ ان سے حضرت ابراہیمؑ نے شادی کی اور حضرت **اسمٰعیلؑ** پیدا ہوئے۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ بڑے ہوئے تو سارہ نے یہ دیکھ کر کہ وہ حضرت **اسحاقؑ** سے بدسلوکی کرتے ہیں حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ **ہاجرہ** اور اُس کے بیٹے کو گھر سے نکال دو۔ حضرت ابراہیمؑ نے **ہاجرہ** کو روٹی اور ایک مشک پانی دے کر کہا کہ **اسمٰعیلؑ** کو یہاں سے لیجاؤ۔ حضرت **اسمٰعیلؑ** کو لیکر ہاجرہ عرب میں آئیں اور یہیں آباد ہوئیں۔ یہ وہی مقام تھا جہاں اب شہر مکہ ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت **سارہ** نے انتقال کیا اور حضرت **ابراہیمؑ** مکہ میں چلے آئے۔

خانہ کعبہ

حضرت **اسمٰعیلؑ** جوان ہوچکے تھے۔ دونوں نے مل کر خدائے واحد کی عبادت کے لئے ایک مسجد بنائی یہ مسجد سنسان جگہ میں صرف ایک چاردیواری تھی۔ اس کی چھت نہ تھی۔ زمین سے ملا ہوا بے کواڑ دروازہ تھا دیواریں زمین سے نو ہاتھ اونچی تھیں ایک طرف سے بائیس ہاتھ کا عرض اور طول ایک طرف سے بائیس ہاتھ کا اور دوسری طرف سے ۳۲ ہاتھ کا تھا۔ اس مکان کی تعمیر کے بعد حضرت **ابراہیمؑ** نے دعا کی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورہ بقرہ)

ترجمہ۔ اے ہمارے رب تو ہماری طرف سے اس خدمت کو قبول کر تحقیق تو سننے والا جاننے والا ہے

Marfat.com

اور اے رب ہمارے تو ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک فرمانبردار جماعت پیدا کر۔ اور ہم کو عبادت اور حج کے طریقے بتا اور ہماری طرف رجوع برحمت ہو۔ بیشک تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اے رب ہمارے تو اپنا رسول انہی میں سے ان میں مبعوث کیجیئو جو تیری آیات ان کو سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک وصاف کرے۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

یہ واقعہ حضرت مسیحؑ سے غالباً انیس سو برس پہلے وقوع میں آیا۔

حضرت اسمٰعیلؑ جب مکہ میں آباد ہوئے تو حوالی مکہ میں بنی جرہم آباد تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اسی خاندان میں شادی کی۔ آپ کے بارہ فرزند ہوئے جنہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا اور اسقدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر تک جنوب کی طرف یمن تک اور شمال کی طرف شام تک پہنچ گئے۔

خدا کی برکت سے نسل ابراہیمؑ کے علاوہ عرب کے دیگر قبایل نے بھی دین ابراہیمؑ کی پیروی اختیار کی اور خانہ کعبہ تمام عرب کا معبد بن گیا۔ ہر سال لوگ جوق جوق آنے لگے جو حضرت ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے طریقے پر خدائے واحد کی عبادت کر کے لوٹ جاتے تھے۔

عام مقبولیت کے ساتھ ہی کعبے کی خدمات یعنے متولیوں کی ذمہ واریاں بڑھتی گئیں اور ذمہ واریوں کے ساتھ اُن کے اقتدارات اور اختیارات بھی بہت بڑھ گئے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے فرزندوں میں سے قیدار بہت نامور گذرا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی اور اپنے باپ کی طرح خانہ کعبہ کی جو توحید الٰہی کی پہلی درسگاہ تھی متولی بنی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد زمانے نے پلٹا کھایا اور بنی اسمٰعیلؑ کے ہاتھوں سے خانہ خدا کی تولیت نکل کر بنی جرہم کے پاس چلی گئی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد بنی عمالیق نے بنی جرہم کو مغلوب کر کے خانہ کعبہ کی تولیت سے بے دخل کردیا۔ بنی جرہم کے زمانہ میں ایک پہاڑی نالہ کعبہ میں گھس آیا تھا جس سے عمارت گر گئی تھی بنی جرہم نے پہلی بنیادوں پر اُسی صورت کا مکان دوبارہ کھڑا کر دیا اور اتنی ہی بلندی رکھی۔ قبیلہ عمالیق کے وقت

Marfat.com

مسیح سے تخمیناً سو سال پیشتر ایک عظیم سیلاب سے کعبہ جگہ جگہ سے شق ہو گیا تھا۔ عمالیق نے مرمت کرادی تھی لیکن کسی طرح کی تجدید نہ کی جب بنی عمالیق کعبہ پر قابض ہو گئے تو بنی جرہم کو اپنی ناکامی پر بہت رنج ہوا اُنہوں نے بنی اسمٰعیل کو اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر بنی عمالیق کو بے دخل کر دیا۔ مگر یہ کامیابی عارضی ثابت ہوئی۔ کیونکہ قبیلہ بنی بکر فوراً بنی جرہم کے مقابلہ کے لیئے اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک خونریز لڑائی کے بعد بنی جرہم ہمیشہ کے لیئے مغلوب ہو گئے اب مقدس گھر کی تولیت بنی بکر اور بنی خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ جب حلیل خزاعی خانہ کعبہ کا متولی تھا تو اُس نے اپنی لڑکی کو قصیٰ کے نکاح میں دیدیا۔ حلیل نے اپنی رحلت کے وقت اپنی بیٹی کو خانہ کعبہ کی تولیت کی وصیت کی مگر اُس نے انکار کیا اور کہا کہ وہ بندی اس خدمت کے قابل نہیں ہے اس پر حلیل نے تولیت کعبہ ابو غبشان خزاعی کے حوالہ کردی اُس نے شراب کی چند مشکیں اور کچھ اونٹ اور کچھ کپڑے لیکر مکہ کی حکومت اور خانہ کعبہ کی تولیت قصیٰ کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ قصیٰ نے فوراً تمام قریش اور بنی سنانہ کو مدد کیلئے جمع کیا۔

قریش — اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قریش کون تھے۔ قریش کا مورث اعلیٰ عدنان اور عدنان حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھا۔ عدنان کی اولاد میں ایک شخص سنانہ تھا اُس کا بیٹا نضر اور نضر کا بیٹا مالک اور مالک کا بیٹا فِہر تھا۔ فہر سے پہلے اس قبیلہ کو سنانی کہتے تھے۔ قرش کے اصلی معنی جمع کرنے کے ہیں فہر نے تمام قبائل کو جمع کر لیا۔ اس لیئے اس کا نام قریش پڑ گیا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ قرش کے لغوی معنے تفتیش کے ہیں فہر کی اولاد اُس کے حکم سے محتاج آدمیوں کی ضروریات کی تفتیش کر کے اپنی ذاتی سرمایہ سے ان کی ضروریات اور حاجات کو پورا کرتی تھی اس لیئے فہر کو قریش کہا جاتا تھا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ قریش ماخوذ ہے قرش سے اور قرش ایک دریائی جانور ہے جو سب مچھلیاں کھا جاتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں کھا سکتا چونکہ سنانی قبیلوں میں عُلو و غلبے کی صفت دیکھی جاتی تھی اسلیئے لوگ اُنہیں قریش کہنے لگے۔

غرض دونوں فریق عین حرم میں اور خاص ایام تشریق میں معرکہ آرا ہوئے کئی دن کی معرکہ آرائی کے بعد عمرو بن عوف کو جو عرب کا مشہور کاہن تھا ثالث مقرر کیا گیا۔

Marfat.com

اُس نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر یہ فیصلہ سُنایا کہ قُصیّ مکےّ کی تولیّتہ کا مستحق ہے اور یہ عُہدہ اُسی کے شایاں شان ہے۔ اِس طرح خانہ کعبہ کی تولیتہ پھر بنی اسماعیل میں آ گئی۔ قُصیّ نہائیت روشن دماغ۔ بامروّت اور فیاض انسان تھا۔ اسلئے قرار دیا کہ حج کے موقعہ پر حاجیوں کو تین دن کھانا کھلایا جائے اور تمام قریش اس کے اخراجات کے لئے ٹیکس ادا کریں مشعر حرام بھی اسی کی ایجاد ہے جس پر ایام حج میں چراغ جلاتے ہیں۔

قبائل قریش اگرچہ کئی وجہ سے ممتاز تھے مگر قُصیّ سے پہلے کئی پُشتوں تک اُن کے اقتدارات اس لئے محدود ہو گئے تھے کہ خانہ کعبہ کی تولیتہ اُن کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور عرب میں سب سے زیادہ مقتدر اور ممتاز متولّی کعبہ سمجھے جاتے تھے قُصیّ نے وہ اقتدار اور شوکت گذشتہ پھر حاصل کر لی۔

اسوقت خانہ کعبہ کے متعلق چھ بڑی بڑی خدمتیں تھیں جن کی وجہ سے متولّی عزّت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

١- سقایتہ یعنے حجاج کو پانی پلانا۔

٢- افادۃ یعنے حاجیوں کو کھانا کھلانا اور دینا۔

٣- حجابتہ یعنے خانہ کعبہ کی حفاظت۔

٤- ندوۃ یعنے دارالندوہ میں صدارت۔

٥- لوا یعنے جنگ میں علمبرداری۔

٦- قیادۃ یعنے جنگ میں سپہ سالاری۔

قُصیّ کے کئی فرزند تھے۔ سب سے بڑا بیٹا عبدالدار تھا اور سب سے قابل عبد مناف۔ عبد مناف کو لوگ فیّاض کے نام سے پکارتے تھے۔ قُصیّ نے اپنی زندگی میں عبدالدار کو ولی عہد بنایا مگر ساتھ ہی کہدیا کہ تم سے تمہارا بھائی عبد مناف زیادہ قابل ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد عبدالدار نے اپنے بھائی عبد مناف کو اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ جبتک دونوں زندہ رہے خیریت رہی مگر ان کی وفات پر دونوں کی اولاد میں خاندانی نزاع پیدا ہو گئی۔ عبد مناف کے فرزند ہاشم۔ مطلب۔ عبد الشمس اور نوفل نے

Marfat.com

اپنے بنی عم کو بالکل بے دخل کرنا چاہا۔ فریقین جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ بنی عبد مناف عطر سے بھرا ہُوا ایک طشت لیکر نکلے اور مسجد الحرام میں پہنچ کر دروازہ کے پاس رکھدیا اور اعلان کر دیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ ہے وہ اس عطر میں ہاتھ ڈبو دے۔ قریش کے ایک جم غفیر نے اُنگلیاں ڈبو دیں۔ دوسری طرف بنی عبد الدار بڑے کرّ وفر سے نکلے فوراً ایک اونٹ ذبح کیا۔ اونٹ کا خون رکاب میں بھرا اور پکار کر کہا کہ جو شخص ہمارا طرفدار ہے وہ اس خون میں ہاتھ ڈبو دے اور کچھ چاٹ لے۔ بہت سے لوگ ان کے حمائتی ہو گئے مگر خیریت گذری آپس میں صُلح ہو گئی جس سے افادہ۔ سقایتہ اور قیادہ کے عہدے بنی عبد مناف کو مل گئے اور حجابتہ اور لوا کے منصب بنی عبد الدار کے قبضہ میں رہے اور دار الندوہ کی صدارت دونوں کی مشترک ہو گئی۔

هاشم

عبد مناف کے کئی فرزند تھے مگر سب سے بڑھکر سیر چشم اور فیاض ہاشم تھے۔ یہ اور عبد الشمس دونوں حقیقی بھائی تھے اور توام بھی تھے۔ اتفاق سے یہ اس طرح پیدا ہوئے کہ ہاشم کے پانوں کا پنجہ عبد الشمس کی پیشانی سے چپکا ہُوا تھا اور اس طرح چپکا ہُوا تھا کہ جب اُسے زور سے چھڑایا گیا تو عبد الشمس کی پیشانی سے اسقدر خون بہا کہ وہ سر سے پانوں تک خون میں نہا گیا جب یہ واقعہ اُسوقت کے نجومیوں اور کاہنوں نے سُنا تو کہا کہ ان دونوں کی اولاد میں اسقدر خون ریزی ہو گی کہ تاریخ کے صفحوں میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگی۔ خدا کی قدرت ۱۳۳ ہجری میں ایسا ہی ہُوا۔

ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا۔ ایک دفعہ مُلک میں سخت قحط پڑا۔ قریش بھُوکوں مرنے لگے۔ ہاشم سے اُن کی مصیبت دیکھی نہ گئی۔ اپنا تمام روپیہ لیکر شام کے مُلک میں گیا اور وہاں سے آٹے اور روٹیوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ خرید کر اونٹوں پر لادلایا۔ یہاں آکر اُس نے بہت سے اونٹ ذبح کئے اور روٹیاں توڑ کر اور سالن میں بھگو کر لوگوں کو کھانے کو دیں اسوقت سے وہ ہاشم مشہور ہو گیا ہشم کے لغوی معنے توڑنے کے ہیں ہاشم نہ صرف دریا دل سیر چشم اور فیاض تھا بلکہ کمال حسین اور صاحب جمال بھی تھا۔ ایک بار بادشاہ روم نے ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی نہائت قبول صورت۔

لطیفہ گو۔ بذلہ سنج اور خوش گلو ہے اگر تم یہاں آ جاؤ تو میں اُس کے ساتھ تمہاری شادی کر دوں ہاشم نے صاف انکار کیا۔ آپ ایک دفعہ تجارت کے لئے مُلک شام میں گئے۔ راہ میں مدینہ میں قیام گیا وہاں بازار میں خاندان بنی نجّار کی ایک حسینہ اور جمیلہ شریف زادی سلمیٰ نامی کو دیکھا۔ آپ کا اس خاتون سے نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد آپ مُلک شام کو تشریف لے گئے۔ آپ غزہ میں تھے کہ پیمانہ حیات لبریز ہو کر چھلک گیا۔

شیبہ

اسوقت اِن کا ہونہار بچّہ جس کا نام شیبہ تھا ماں کی گود میں دودھ پیتا تھا بچّے کا نام شیبہ اسلئے رکھا گیا کہ جب یہ پیدا ہُوا تو اس کے سر پر سفید بال تھے۔ عربی میں سپیدیٔ سر کو شیب کہتے ہیں۔

روائیت ہے کہ شیبہ مدینہ میں اپنی ماں کی آغوش محبت میں پرورش پاتا رہا یہانتک کہ چلنے پھرنے کھیلنے کودنے کے قابل ہو گیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شہر سے باہر میدان میں یہ اور بچّوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ لڑکے تیروں سے کھیل رہے تھے۔ سب کے تیر اچٹ گئے شیبہ کا نشانے پر جا لگا۔ شیبہ کی زبان سے بیساختہ نکلا انا ابن سید البطحاء ایک مسافر کھڑا ہُوا بچّوں کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے شیبہ سے پوچھا کہ میاں تم کون ہو۔ شیبہ نے سادگی سے جواب دیا۔ شیبہ بن ہاشم بن عبد مناف۔ یہ سُن کر وہ مسافر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ مکّہ میں آ کر اُس نے ہاشم کے حقیقی بھائی مطلب بن عبد مناف کو تلاش کیا اور اس سے ذکر کیا۔ مطلب فوراً مکّے سے مدینہ پہنچا اور شیبہ میں خاندانی شباہت پا کر پہچان لیا۔ اونٹ سے اُتر کر اُس کو گلے سے لگا لیا اور تھوڑی دیر تک گلے سے لگائے چُپکے چُپکے روتا رہا۔ پھر کہا کہ پیارے شیبہ مَیں تیرا چچا ہوں تجھے لینے آیا ہوں۔ شیبہ سُن کر خاموش ہو گیا اور مطلب اُنہیں اونٹنی پر سوار کر کے گھر لے آیا۔ جب شیبہ کی والدہ کو خبر ہوئی تو کلیجہ پکڑ کر رہ گئی۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ مطلب نے سلمٰی سے ملاقات کی تین دن مہمان رہے اور چوتھے دن بھتیجے کو لیکر مکّے میں آئے۔

لوگوں نے جب شیبہ کو دیکھا تو پوچھا کیا یہ تمہارا غلام ہے مطلب نے جواب دیا نہیں یہ میرے مرحوم بھائی ہاشم کا دلبند اور میرا عزیز بھتیجا ہے مگر اُس دن سے شیبہ کا

نام عبدالمطلب پڑ گیا۔ زرقانی کا قول ہے کہ شیبہ کا نام عبدالمطلب اسلئے رکھا گیا کہ وہ یتیم تھا اور مطلب نے اُس کی پرورش کی تھی۔

عبدالمطلب ابتدا سے ہی نیک سیرت اور نیک طینت تھے جب جوان ہوئے تو ہمہ صفت موصوف ہو گئے۔ جب یہ سن بلوغ کو پہنچے تو مطلب نے عہدہ رفادہ آپکے سپرد کر دیا مگر مطلب کی وفات پر اُس کے بھائی نوفل بن عبد مناف نے نہ صرف یہ عُہدہ اپنے بھتیجے سے چھین لیا بلکہ عبدالمطلب کے چند مکان اور کچھ زمین بھی غصب کر لی۔ عبدالمطلب نے ہر چند قوم سے فریاد کی مگر کسی کو نوفل سے شکائیت کی مجال نہ ہوئی۔ عبدالمطلب نے مجبور ہو کر اپنے ماموں ابوسعد بن عدی کو ایک رقّت آمیز خط لکھا وہ خط دیکھکر رو پڑا اور فوراً اسّی مسلح سوار لیکر مکہ میں آیا اور عبدالمطلب کو اس کا حق دلوا کر واپس گیا۔

عبدالمطلب کے بقول بعض دس اور بقول بعض تیرہ فرزند تھے۔ آپنے منّت مانی تھی کہ اگر خدا اُن کے دسوں بیٹوں کو اُن کے روبرو جوان کر دے تو وہ ایک کو راہ خدا میں قربان کر دینگے۔ اس کی آرزو پوری ہوئی وہ دسوں بیٹوں کو لیکر کعبہ میں آئے اور دسوں کے نام قرعہ ڈالا۔ ان کے صاحبزادوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور باوقار ابوطالب تھے۔ عبداللہ سب سے چھوٹے تھے مگر باپ کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔ یہ نہائیت خوش وضع۔ خوش گفتار اور پاکیزہ اطوار تھے اور جوانان قریش میں امتیاز کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

اتفاق کی بات ہے قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ آپ عبداللہ کو لیکر قربان گاہ کو چلے۔ عبداللہ کی بہنیں رونے لگیں۔ بقول ابن اسحاق رؤسائے قریش کی تجویز سے اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ پہلے دس اونٹوں پر ڈالا گیا پھر دس دس بڑھاتے گئے جب سَو تک نوبت پہنچی تو اونٹوں پر قرعہ آیا۔ اس طرح عبداللہ کی جان بچ گئی۔

عبدالمطلب کے صاحبزادوں میں سے ابوطالب۔ عبداللہ۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ نے بہت شہرت حاصل کی۔ یہ برگزیدہ اصحاب میں شمار ہوئے ہیں عبدالمطلب کا

Marfat.com

پسر ابولہب اپنی ضد۔ ہٹ دھرمی کفر اور شرارت کے لئے مشہور ہے۔ یہ نہائیت حسین اور جمیل تھا اسلئے اس کا نام آتشین رخسار یا شعلہ رو رکھا گیا افسوس جسقدر اس کا ظاہر روشن تھا اس سے ذہ چند باطن تاریک تھا۔

عبداللہ سے عبدالمطلب کو بہت پیار تھا اسلئے انہوں نے کوشش کر کے قبیلہ زہرہ میں وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی آمنہ سے جو اسوقت اپنے چچا وہب کے ہاں رہا کرتی تھیں عبداللہ کا عقد کر دیا۔ اسی موقعہ پر خود عبدالمطلب نے وہب کی صاحبزادی ہالہ سے شادی کی۔ حضرت حمزہؓ انہی ہالہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جس سال عبداللہ کی شادی ہوئی ملک عرب پر چاروں طرف سے آفات کی بھرمار تھی۔

اصحاب فیل

ان ایام میں یمن کا حاکم ابرھتہ الاشرم ایک متعصب عیسائی تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ موسم حج میں لوگ ذوق اور شوق مجسّم بن کر دُور دُور سے خانہ کعبہ میں جمع ہوتے ہیں تو تعصب کی آگ بھڑک اُٹھی اور حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگا اُس نے شہر صنعا میں ایک بڑا بھاری گرجا بنایا۔ اور زوار کعبہ کو کہلا بھیجا کہ یہاں زیارت کے لئے آؤ۔ مگر کسی نے اُس کا کہنا نہ مانا یہ حال دیکھکر ابرھہ بادل کی طرح گرجا اور بجلی کی طرح کڑکا۔ اور ایک خونخوار لشکر ہاتھیوں کا لیکر مکّہ معظمہ پر چڑھ آیا۔ اہل مکّہ دلاور تھے۔ جاں فروش تھے لیکن اُنہوں نے یہ کالے کالے پہاڑ کے زندہ ٹکڑے کبھی کاہکو دیکھے تھے۔ سہم کر اونچی اونچی پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ ابرھہ نے کہلا بھیجا کہ میں تم لوگوں سے لڑنے نہیں آیا۔ بلکہ صرف کعبے کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں اگر میری مزاحمت کروگے تو برباد ہو جاؤ گے پھر اُس نے دریافت کیا۔ کہ مجاوروں کا سردار کون ہے سب نے کہا عبدالمطلب۔ ابرھہ نے ان کو بلایا اور سمجھایا۔ عبدالمطلب نے کہا جو اس گھر کا مالک ہے وہی محافظ ہے وہ ہی اپنے گھر کو مخالفوں سے بچالیگا۔ یہ کہکر چلے آئے۔

غرض ابرھہ الاشرم ہاتھیوں کا لشکر لیکر آگے بڑھا اور جب اُسے کعبے کی دیواریں نظر آنے لگیں تو یکبارگی ڈھا کر دینے کا حکم دیدیا۔ خدا کا کرنا مغرب کی طرف سے لشکر الٰہی نمودار ہوا یعنے چھوٹے چھوٹے کنکر پنجوں اور چونچوں میں لئے ہوئے پرند آگئے

135142

Marfat.com

اور یمن کی فوج پر کنکریاں برسنے لگیں۔ جس پر کنکری گری گولی کا اثر دکھایا۔ تھوڑی دیر میں تمام لشکر غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر غارت ہو گیا۔ حاکم ابرھہ زخمی اور خستہ حال یمن کی طرف بھاگا لیکن راستے میں ہی عقاب موت نے اُس کے مُرغ روح کو تکا بوٹی کر ڈالا۔

بعض مورخوں کا خیال ہے کہ پرند کنکریاں لیکر نہیں آئے بلکہ ابرھہ کے لشکر میں وبائے چیچک پھیل گئی۔ اور اس زور سے پھیلی کہ تمام لشکر تباہ ہو گیا۔ ہماری رائے میں پرندوں کا آنا تحقیق ہے۔

اس عبرتناک واقعہ کے چند دن بعد عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ تجارت کا مال لیکر مُلک شام میں گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر کچھ روز مدینے ٹھہرے۔ وہیں بیمار ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

جب عبدالمطلب نے یہ خبر سُنی تو بڑا صدمہ ہُوا اپنے دوسرے فرزند زبیر کو مدینے روانہ کیا یہ ابھی راہ میں تھے کہ عبداللہ نے رحلت فرمائی۔ بہرحال تجہیز و تکفین کیوقت زبیر پہنچ گئے اور دار نابغہ کی سرائے میں اپنے پیارے بھائی کو پیوند زمین کیا۔ عبداللہ ابوطالب اور زبیر تینوں حقیقی بھائی تھے جو عمرو بن عائذ کی بیٹی فاطمہ کے بطن سے تھے۔

عبداللہ کی جائیداد ایک لونڈی ام ایمن۔ پانچ اونٹ بکریوں کا ایک مختصر سا ریوڑ۔ ایک تلوار اور تھوڑی سی چاندی اُن کے مرنے کے بعد برآمد ہوئی جو اُن کے وارث کے لئے اُٹھا رکھی گئی۔

عبداللہ کے والد ماجد عبدالمطلب کے واقعات زندگی میں سب سے مشہور واقعہ چاہ زمزم کا ہے۔

زمزم پہلے ایک چشمہ تھا۔ جب ہاجرہ اپنے نُورِعین حضرت اسمٰعیلؑ کو لیکر اس جگہ آئیں جہاں اب خانہ کعبہ ہے تو ان کا پانی ختم ہو گیا۔ اسمٰعیلؑ پیاس سے بیقرار تھے۔ ہاجرہ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرنے لگیں۔ اتفاق سے کنکروں اور پتھروں کے نیچے پانی کے نشان دکھائی دئے۔ کنکر پتھر ہٹائے تو چشمہ نمودار ہُوا۔ اُنہوں نے

Marfat.com

چشمے کو محفوظ رکھنے کے لئے اُس کے گرداگرد منڈیر بنادی۔ برسوں تک یہ چشمہ جاری رہا۔ جب عمر بن حارث جرہمی عذاب الٰہی کے خوف سے یہاں سے بھاگا تو جاتے ہوئے قیمتی مال اور اسباب اس چشمے میں ڈال کر دیواریں توڑ گیا اور پتھروں اور کنکروں سے اس کو پاٹ گیا۔ اُس زمانہ سے مدتوں تک یہ چشمہ پٹا پڑا رہا اور سیکڑوں برس گذر گئے کسی کو اس طرف خیال بھی نہیں ہُوا۔

عام الفیل کے سال عبد المطلب کو عالم رؤیا میں بشارت ہوئی اُنہوں نے اپنے بیٹے حارث کو لیکر تین دن تک اس مقام کو کھُودا اور چوتھے دن پانی چمکا۔ اس طرح قسمت نے چاہ زمزم کے احداث کا سہرا عبد المطلب کے سر پر باندھا۔

ولادت

جب عرب میں طوفان برپا تھا اور تمام دُنیا میں وہ تاریکی چھارہی تھی کہ جس سے بوجہ ظُلمت اور عالمگیر تیرگی کے چشم ہوش خیرہ تھی۔ نُور توحید دکھائی دینے سے رہ چکا تھا۔ قریش نے خدا کے گھر کو بُت خانہ بنا رکھا تھا۔ اور فطرت کی چنگاریاں بُت پرستی کی راکھ سے پے در پے دبائی جارہی تھیں۔ عبد اللہ کے گھر میں نُور قدرت ذرہ نوازی جہان کے لئے بشکل انسان مجسّم ہوکر آفتاب عالمتاب کی طرح بطن آمنہ سے یمن وسعادت کے ساتھ طلوع ہُوا یعنے عبد المطلب کے ہاں پوتا پیدا ہُوا ؎

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دُعائے خلیل اور نوید مسیحا

جب اس ضیائے چشم ایمان کا چہرہ نُورانی فلک کہن سال نے دیکھا۔ تو صدق دل سے دُعائیں دیں مادر گیتی نے جوش مسرت میں بلائیں لیں۔ کُفر حیران ہُوا۔ اقبال بلا گردان ہُوا۔ ایوان کسرےٰ کے چوداں کنگرے گر گئے۔ آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے روشن تھا بُجھ گیا۔ چشمہ ساوہ خشک ہوگیا۔

علامہ عبد اللہ ابکری کتاب الانوار میں جناب عبد المطلب کی زبانی لکھتے ہیں کہ موقعہ ولادت پر وہ کعبے میں تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بُت جو کعبہ کے اِردگرد تھے گر پڑے اور ہبل جو سب سے بڑا بُت تھا وہ بھی قایم نہ رہا اور کعبہ پر کئی قندیلیں روشن

Marfat.com

ہوگئیں ہم کہتے ہیں کہ ایوان کسرے کے کنگرے۔ کیا یہ کہنا چاہئے کہ کفر کے مینار تمام منہدم ہوگئے۔ آتش کدۂ فارس کیا دوزخ ضلالت اور آذر کدۂ گمرہی سرد ہوگئے۔ ہبل کیا گرا بلکہ تمام جہان کے صنم خانے اور بُت کدے ویران ہوگئے مجوسیت کے نخل پر بھی بجلی گرگئی نصرانیت کی پُشت پر ژالہ باری ہوگئی۔ جہالت کی عالمگیر تاریکی کافور ہوگئی۔ بدگمانی دور ہوگئی۔ گناہ کے پودے کملانے لگے۔ توحید کے باغ لہلہانے لگے اور مکہ سے آفتاب ہدایت نے طلوع ہوکر اخلاق کی مقدس روشنی ہر طرف پھیلادی۔ جب آپ کشور اجسام میں عالم ارواح سے تشریف لائے تو قدرت نے زبان حال سے پکار کر کہا ہاں اے گنبد گردوں۔ گردش لیل ونہار۔ چمکتے ہوئے ستارو اور برستے ہوئے بادلو دیکھتے رہنا یہ یتیم عرب یہ جگر گوشہ آمنہ جو آج عالم وجود میں آتا ہے۔ حکمران عرب فرمانروائے عالم۔ شہنشاہ کونین۔ ہادی سالکان۔ رہبر کاملان۔ راہ نمائے عارفان۔ مرشد زاہدان پیغمبر آخر الزمان اور محبوب خدا ہوگا۔

تاریخ ولادت میں اتفاق رائے نہیں ہے مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے بہ دلائل ریاضی ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہوئی تھی۔ سعید نے لکھا ہے کہ آپ بارہویں ربیع الاول کو بوقت صبح پیدا ہوئے۔ شیخ امام شمس الدین محمد بن سالم کتاب جعفر کبیر میں تحریر کرتے ہیں کہ امر صحیح یہ ہے کہ آنحضرت شہر ربیع الاول بہ نیسان نوشیروان کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ نیسان کا مہینہ ہمیشہ اپریل کے مطابق ہوتا ہے۔ مروج الذہب مسعودی سے سال ظہور قدسی ۵۷۱ء معلوم ہوتا ہے۔

مختصر التواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم کی عمر تقریباً آٹھ سال کی تھی۔ جسوقت نوشیرواں کا انتقال ہُوا۔

ربیع الاول اہل عرب کے روسے خریف کا پہلا مہینہ ہے اس مہینے میں گھاس اُگتی ہے۔ درختوں میں پھول لگتے ہیں۔ بارش ہوتی ہے۔ اہل اسلام اس ماہ کو شہر مولد النبی کہتے ہیں اِسے بہت متبرک سمجھتے ہیں اور علمائے حرمین شریفین بڑے اہتمام سے شب

Marfat.com

دوازدہم کو مجلس مولود کرتے ہیں۔

شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمدؒ مرحوم تاریخ وماہ ویوم وسن ولادت باسعادت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ آپ عام الفیل میں دوشنبہ کے دن بارھویں ربیع الاول سنہ ۴۲ کسریٰ کو دُنیا میں ظہور فرما ہوئے ہبوط آدم علیہ السلام سے آپ تک چھ ہزار ایک سو تیرہ برس کا فاصلہ ہے۔

جناب کا نسب حضرت آدمؑ تک اِس طرح بیان ہوتا ہے۔

محمدؐ بن عبداللہ[1] بن عبدالمطلب[2] بن ہاشم[3] بن عبدمناف[4] بن قصی[5] بن کلاب[6] بن مرۃ[7] بن کعب[8] بن لوی[9] بن غالب[10] بن فہر[11] بن مالک[12] بن نضر[13] بن کنانہ[14] بن خزیمہ[15] بن مدرکہ[16] بن الیاس[17] بن مضر[18] بن نزار[19] بن معد[20] بن عدنان[21] بن اُدّ[22] بن اُدَد[23] بن ہمیع[24] بن سلامان[25] بن ثابت[26] بن حمل[27] بن قیدار[28] بن اسمٰعیل[29] بن ابراہیم[30] بن آزر[31] بن ناخور[32] بن شاروخ[33] بن ارغو[34] بن فالغ[35] بن غابر[36] بن شالخ[37] بن ارفخشد[38] بن سام[39] بن نوح[40] بن لامک[41] بن متوشلح[42] بن اخنوخ[43] بن یارد[44] بن مہلائیل[45] بن قینان[46] بن انوش[47] بن شیث[48] بن آدم علیہ السلام[49]۔

نسب نامہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عدنان تک تو متفق علیہ ہے پھر مختلف فیہ قیدار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پھر اتفاق اس کے بعد پھر مختلف فیہ پھر نوح علیہ السّلام سے آدمؑ تک متفق علیہ۔ جناب سرور کائناتؐ اپنے آپ کو عدنان تک منسوب فرماتے تھے۔

جب آپؐ پیدا ہوئے تو آپ کے والد زندہ تھے یا وفات پا چکے تھے۔ ایسا سوال ہے کہ اس میں علماء کو بہت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپؐ دو ماہ کے بطن مادر میں تھے بعض کم وبیش بعض کہتے ہیں کہ آپ ڈیڑھ سال کے تھے جب انتقال ہُوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اکیس ۲۱ مہینے کے بعض کہتے ہیں چھ ۶ سال کے مگر مذہب راجح یہ ہے کہ آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد ماجد دُنیائے فانی سے رحلت گزیں ہوئے۔

بہر حال آپ درد یتیمی کے لذت چشیدہ ضرور تھے۔ اقبال کہتا ہے ؎

ہے یتیمی کچھ ازل سے آشنا اسلام کی ۔۔۔ پہلے رکھی تھی یتیموں نے بنا اسلام کی

باب (۳)

رضاعت اور عہد طفلی

آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی عُمر چودہ پندرہ سال کی تھی آپ اسوقت اپنے مرحوم شوہر کے مکان میں تھیں جو مکہ معظمہ کے محلہ قریش بطاح میں واقع تھا۔ یہ وہی مکان تھا جو بعدازاں عقیل بن ابوطالب نے حجاج بن یوسف کے پاس فروخت کردیا تھا اور اس سے اُس کے بھائی محمدؐ نے خریدا اور آخر کار خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں مسجد میں شامل ہوگیا۔

جب عبدالمطلب نے حضرت کی ولادت کی خوشخبری سُنی تو فوراً تشریف لائے اور آپؐ کو گود میں اُٹھا کر لے گئے اور کعبہ کا طواف کر کے خدا کا شکر کیا۔ ولادت کے ساتویں دن جناب عبدالمطلب نے ایک مینڈھا ذبح کر کے آپؐ کا عقیقہ کیا۔ آپ مختون پیدا ہوئے تھے اسلئے رسم ختنہ عمل میں نہیں آئی۔ عبدالمطلب نے آپؐ کا نام قثم رکھا تھا مگر اپنی نیک نہاد بہو کے اصرار سے وہ نام بدل کر محمدؐ نام رکھدیا۔

کہتے ہیں کہ جناب آمنہ کے خواب میں ایک فرشتہ آیا۔ اور اُس نے کہا کہ تیرے یہاں لڑکا پیدا ہوگا اور خدا کا حکم ہے کہ تو اس کا نام احمدؐ رکھیو۔ حضرت دونوں ناموں یعنے محمدؐ اور احمدؐ سے پکارے جاتے تھے۔ لوگوں نے عبدالمطلب سے پوچھا کہ یہ نام نہ تو تمہارا خاندانی نام ہے نہ قومی یہ نام کیوں رکھا عبدالمطلب نے کہا۔ اسلئے کہ میرا لڑکا خدا کرے ایسا ہو کہ آسمان پر فرشتے اور زمین پر لوگ اس کی تعریف کریں۔

آپؐ کو آپ کی والدہ سمیت آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا اُن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ جناب آمنہ حضورؐ کی والدہ ماجدہ۔

۲۔ ثویبہ کنیز ابولہب۔ جب ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا تو اُس کی گود میں جو لڑکا تھا

اس کا نام مسروح تھا جو گویا آپ کا رضاعی بھائی ہوگیا۔ ثوبیہ نے اور لوگوں کو بھی دودھ پلایا ہے۔ آپؐ سے پیشتر وہ آپ کے چچا حضرت حمزہؓ اور ابوسفیان بن حرث آپؐ کے چچازاد بھائی کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔ ابولہب کو مژدہ ولادت آنحضرتؐ سب سے پہلے ثوبیہ نے ہی سُنایا۔ ابولہب اسوقت اسقدر خوش ہوا کہ ثوبیہ کو آزاد کردیا۔ خدا کی شان یہ وہی ابولہب تھا جو بعدازاں آنحضرتؐ کا اسقدر سخت دشمن ہوگیا۔

(۳) خولہ بنت منذر۔ (۴) آپ کی لونڈی ام ایمن۔ تین اور عورتیں جن کا نام عاتکہ تھا (۸) حلیمہ سعدیہ۔

حلیمہ سعدیہ قبیلہ سعد بن بکر سے از نسل ہوازن سے تھیں۔ ان کے باپ کا نام ابوذویب تھا۔ عرب کے قدیم دستور کے بموجب حلیمہ سعدیہ اور ان کی برادری کی اور عورتیں رضاعت کے لئے جب بچے تلاش کرنے مکے میں آئیں سب کو تو بچے مل گئے مگر حلیمہ کو نہ ملا۔ انہوں نے خالی ہاتھ جانا پسند نہ کیا عالم مجبوری میں اس دُرِ یتیم کو گود میں لے لیا اپنے فرودگاہ پر لے آئیں اور دودھ دیا۔ آنحضرتؐ کے آتے ہی حلیمہ کے گھر میں سعادت کے ساتھ برکت آگئی۔ فراخی کے دروازہ کُھل گئے۔ اونٹنی جو شکستہ حال اور کمزور تھی تازہ دم ہوگئی۔ دودھ اُتر آیا اور حلیمہ کا بھی اسقدر دودھ ہونے لگا کہ آنحضرتؐ اور اُس کا اپنا بچہ دونوں سیر ہوجاتے تھے اور وہ رات کو اطمینان سے سوجاتی تھیں ان ایام میں مکہ کے گردونواح میں قحط تھا لوگ فاقہ کررہے تھے۔ مویشی سوکھ سوکھ کر مرجاتے تھے۔ حلیمہ کے گلہ پر خدا نے اسقدر مہربانی کی کہ اس کے جانور موٹے تازے ہوگئے۔

آنحضرتؐ کو والدہ نے دودھ سات دن دیا۔ ثوبیہ نے آٹھ دن دیا۔ بیچ کی عورتوں کا حال معلوم نہیں۔ جب حلیمہ آپؐ کو لیگئی تو آپ کی عُمر کم وبیش ایک ماہ کی تھی جب عُمر شریف دو برس کی ہوئی تو حلیمہ آپ کو مکے میں لائیں اور جناب آمنہ سے کہا کہ اگر آپ چند دن اور میرے پاس چھوڑ دیں تو ان کے قویٰ خوب مضبوط ہوجائینگے دوسرا یہ کہ مکہ میں آجکل وبا ہے۔ اگر میرے پاس رہینگے۔ تو وبا سے بھی محفوظ رہنے کا ظن غالب ہے اور یہاں رہنے میں وبا ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ جناب آمنہ نے یہ بات منظور فرمالی اور

Marfat.com

حلیمہ آپ کو واپس لے گئیں۔

آنحضرتؐ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبد العزیٰ تھا جو بعد ازاں مشرف بہ اسلام ہُوا۔ آپ کا رضاعی بھائی عبد اللہ بن حارث تھا۔ آپ کی رضاعی بہنیں انیسہ۔ خدیفہ تھیں اور جذامہ جو شیماء کے لقب سے مشہور تھیں اکثر شیماء ہی آپ کو گود میں لئے پھرا کرتی تھیں اور لوریاں دیا کرتی تھیں۔

آپ کو قدرت نے غیر معمولی قوت نشو ونما عطا کی تھی۔ ابھی آپ آٹھویں مہینے میں تھے کہ آواز سے باتیں کرنے لگے نو دس۱۰ ماہ کی عمر میں اظہار مطلب کرنے لگے۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ آپ گیارہ۱۱ مہینے کے تھے اور دائی کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اس کا گلہ بھیڑوں کا ادھر سے گذرا۔ اس گلہ میں سے ایک بھیڑ آئی اور آپکے سر مبارک سے مُنہ لگا کر چلی گئی۔

جب آپ ۲ دو برس کے ہوئے تو آپ کی انّا نے آپ کا دودھ بڑھا دیا۔ چونکہ انّا کو آپ سے اپنے بچوں سے بڑھ کر پیار تھا اس لئے آمنہ خاتون کی اجازت سے آنحضرتؐ کو اپنے پاس ہی رکھا۔

جب آپ چار سال کے ہوئے تو اپنے رضاعی بھائی اور بہنوں کے ساتھ جو بکریاں چَراتے تھے جنگل میں کھیلنے چلے جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کا رضاعی بھائی بدحواس روتا ہُوا گھر آیا۔ اور کہنے لگا اماں بھائی محمدؐ کا پیٹ ایک اجنبی نے چاک کر ڈالا۔ یہہ ہوش ربا خبر سُن کر میاں بیوی دیوانہ وار دوڑے ہوئے وہاں گئے جہاں آپ بیٹھے ہوئے مُسکرا رہے تھے۔ حلیمہ نے نہایت بیتابی سے دوڑ کر گلے سے لگا لیا۔ مُنہ چوما اور کہا بیٹا خیریت تو ہے۔ آپنے کہا اماں خیریت ہے۔ بَس وہاں کھڑا تھا کہ تین شخص آئے ایک ہاتھ میں چاندی کی صراحی اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز طشت زمرّد کا تھا۔ وہ مجھے آہستہ اُٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ مجھے آہستہ سے لٹا کر میرا سینہ چاک کر ڈالا اور میرے سینے میں سے کوئی کالی کالی چیز نکالکر پھر اسی طرح سینہ کر دیا مگر مجھے نہ تو درد ہُوا نہ زخم ہُوا۔ اب میں بالکل تندرست ہوں۔ ان دنوں عرب کے لوگوں کو بھوت اور

Marfat.com

پرہیت کا بہت یقین تھا۔ حلیمہ یہ حال سُن کر ڈر گئی۔ اور مناسب یہی سمجھا کہ آپ کو آپ کے دادا اور اماں جان کے پاس پہنچا دیا جائے۔ ناچار انّا نے سنگ مفارقت سینے پر رکھ لیا اور آپ کو لیکر مکّے کی طرف روانہ ہوئی۔ جب گھر کے قریب پہنچی تو آپ کھوئے گئے۔ حلیمہ نے بہت ڈھونڈا کہیں پتہ نہ لگا۔ آخر روتی ہوئی عبدالمطلب کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اس بندی پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے محمدؐ کہیں کھو یا گیا۔ یہ خبر سُن کر عبدالمطلب بھی پریشان ہوئے اور آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلے۔ تلاش کرتے ہوئے وادیٔ تہامہ میں جا نکلے۔ وہاں آپ کو ایک درخت کی شاخ پکڑے ہوئے کھڑا دیکھا۔ عبدالمطلب نے اور ورقہ بن نوفل نے جو راستہ میں ان کے ساتھ ہولیا تھا پوچھا کہ صاحبزادے تم کون ہو۔ تو آپ نے کہا۔ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ یہ سُن کر عبدالمطلب نے کہا کہ میں عبدالمطلب ہوں۔ یہ کہا اور آپ کو گلے سے لگا لیا۔ اور اونٹ پر بٹھا کر گھر لے آئے۔ اسوقت جوش محبت اور مسرّت سے آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ جب حلیمہ نے آپ کو دیکھا تو اُس کی جان میں جان آئی۔ اُٹھ کر گلے سے لگا لیا۔ اور پیار کیا۔ آمنہ خاتون نے کہا کہ تمہیں تو میرا بچہ رکھنے کی بڑی تمنّا تھی اب تم آپ سے آپ کیوں لے آئیں۔ انّا نے کہا کہ میں تو اس کو سر آنکھوں سے رکھتی مگر مجھے ڈر ہے اسے آسیب نہ ہو جائے پھر سینہ مُبارک چاک ہونے کا تمام واقعہ سُنایا۔ آمنہ خاتون نے کہا کہ جب یہ پیدا ہُوا تھا تو میں نے دیکھا تھا۔ کہ میرا گھر خوبصورت عورتوں سے بھر گیا ہے۔ پہلے مجھے گمان ہُوا کہ عبد مناف کے گھرانے کی لڑکیاں ہیں مگر یہ عورتیں وہ نہ تھیں۔

اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ شہر کے رؤسا اور شرفا شیرخوار بچّوں کو اطراف کے قصبات اور دیہات میں بھیج دیتے تھے اس میں مصلحت اور حکمت یہ تھی کہ اُن کے بچّے بدوؤں میں رہ کر فصاحت کا جوہر پیدا کر لیں۔ اور ماں باپ کے ناجائز لاڈ اور پیار سے اُن کی عادتیں خراب نہ ہو جائیں۔ ہوازن کا قبیلہ بلاغت اور فصاحت کے لئے مشہور رہے۔ کہتے ہیں کہ سرور کائیناتؐ فرمایا کرتے تھے کہ میری فصاحت کی وجہ یہ ہے کہ میں قریش کے خاندان سے ہوں۔ اور میری زبان ہوازن یعنے بنی سعد کی زبان ہے

آنحضرتؐ چار سال انّا کے ساتھ رہے اور پورے ڈیڑھ سال اپنی پیاری اماں جان کے پاس رہے۔ جب جناب کی عمر چھ سال کی ہوئی تو جناب آمنہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لیکر مدینے تشریف لیگئیں۔ اور وہاں جاکر اپنے مرحوم شوہر کی قبر دیکھی۔ وہاں آپ پورا ایک مہینہ قیام فرمارہیں۔ واپسی پر جب آپ کا گذر مقام ابواء میں ہوا جو جحفہ سے ۲۳ میل پر ایک گاؤں ہے تو آپ کا انتقال ہوگیا اور وہیں دفن کی گئیں۔ حُسن اتفاق سے آپ کی دائہ ام ایمن ساتھ تھی۔ وہ آپ کو لیکر مکّہ میں آئیں اور عبدالمطلب کے پاس لے گئیں۔ وہ اپنے معصوم پوتے کی بیکسی سے بہت مغموم ہوئے اُس کو اپنے پاس رکھ لیا اور نہائیت شفقت سے پرورش کرنے لگے۔ اور ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ عبدالمطلب کے گھر ام ایمن آپ کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ عبدالمطلب آپ کو تمام بیٹوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ عبدالمطلب کیلئے مقام حجر میں خاص فرش بچھایا جاتا تھا جس پر صرف وہی بیٹھا کرتے تھے۔ اور تمام بیٹے گرد کسی کی مجال نہ تھی کہ اس فرش پر قدم رکھے۔ آپ عہد طفلی کی سادگی سے بے تکلّف اس فرش پر چلے جاتے تھے یہ دیکھ کر آپ کے بعض چچا آپ کا ہاتھ پکڑ کر چاہتے تھے کہ فرش سے نیچے اُتارلیں۔ مگر عبدالمطلب ان کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے آنے دو۔ میرے اس بیٹے کی خاص شان ہوگی۔

ایک دن اسی فرش پر آپ عبدالمطلب کے پاس بیٹھے تھے کہ نجران کا نصرانی راہب اُن سے ملنے آیا۔ اُس نے آنحضرتؐ کو بغور دیکھا اور کہا ہماری کتابوں میں جس پیغمبر کے آنے کا ذکر ہے۔ وہ یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ کون ہے۔ عبدالمطلب نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا کہ اس آنیوالے پیغمبر کا باپ زندہ نہیں ہونا چاہئے تب عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ہاں یہ میرا پوتا ہے۔ راہب کے جانے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ سُنتے ہو راہب نے کیا کہا جہانتک ہوسکے اس اپنے بھتیجے کی حفاظت کرو۔

جب آپ سات برس کے ہوئے تو آپؐ کی آنکھیں دکھنے آئیں۔ بہت علاج

Marfat.com

کیا کچھ فائدہ نہ ہوا کسی نے کہا کہ عکاظ میں لیجاؤ وہاں ایک کاہن آنکھوں کے علاج میں کامل ہے۔ عبد المطلب آنحضرتؐ کو اس کاہن کے پاس لے گئے۔ کاہن اپنی خانقاہ میں دروازہ بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ ہر چند دستک دی اُس نے دروازہ نہ کھولا۔ ناگاہ زلزلہ آیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ خانقاہ گرنے کو ہے۔ کاہن گھبرایا اور فوراً باہر آیا اور آنحضرتؐ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ عبد المطلب یہ لڑکا پیغمبر ہوگا۔ پھر اُس نے آپ کی آنکھوں میں دوائی لگائی اور تھوڑی سی ساتھ دیدی کہ اگر پھر ضرورت ہو تو لگا دینا (السیرۃ الحلبیہ جلد صفحہ ۱۲۱)

افسوس کہ جد امجد کا سایہ بھی صرف دو سال آپ کے سر مبارک پر رہا۔ جب آپکی عمر آٹھ برس کی تھی تو جناب عبد المطلب نے بیاسی سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا اور حجوں میں دفن کئے گئے جب جدّ امجد کا جنازہ اُٹھا تو آپؐ ساتھ تھے۔ فرط محبت سے زار زار رو رہے تھے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ عبد المطلب کی چھ بیٹیاں تھیں۔ صفیہ۔ برہ۔ عاتکہ بیضا۔ اُمیمہ اور اروی جب عبد المطلب کا آخری وقت آیا تو ان کو بُلوایا اور کہا کہ تم نے جو مرثیہ کہنا ہے وہ اسوقت کہو تاکہ میں بھی سُن لوں۔ باپ کی خواہش کے بموجب سب نے ایک مرثیہ تیار کر کے سُنایا۔ باپ نے سُنا اور سر کے اشارہ سے کہا کہ اچھا ہے۔ پھر عبد المطلب پر اُس نیند نے غلبہ کر لیا کہ جس سے قیامت سے پہلے کوئی نہیں جاگ سکتا۔

عبد المطلب نے مرتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر اپنے بیٹے ابو طالب کے سپرد کیا۔ عبد المطلب کے بیٹوں میں سے عبد اللہ اور ابو طالب حقیقی بھائی ایک ہی والدہ کے بطن سے تھے۔ اسلئے جناب عبد المطلب نے ازراہ دُور اندیشی ابو طالب کو کفالت کے لئے منتخب کیا۔ ابو طالب کی جناب سرور عالمؐ سے کمال محبت تھی انہیں اپنے بچّوں سے بڑھ کر چاہتے تھے۔ آپ کو ساتھ لیکر سویا کرتے تھے اور جب باہر سے جاتے تھے تو ساتھ لیکر جاتے تھے۔ جب دسترخوان پر کھانا آتا تھا تو جب تک آنحضرتؐ نہ آجائیں کسی بچّے کو کھانا کھانے کی اجازت یا مجال

Marfat.com

نہ تھی۔

عبد المطلب کی وفات کے بعد مکّہ کی امارت بنی ہاشم کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اور بنی اُمیہ کا خاندان بنی ہاشم پر غالب آگیا۔ بنی ہاشم سخاوت اور مہمانی کے لئے مشہور تھے سقایۃ اور رفادۃ ایسے کام تھے جن پر خرچ آمدن سے زیادہ تھا۔ رفتہ رفتہ حضرت ابوطالب کو تنگی نے آگھیرا مگر عُسرت کے زمانہ میں بھی آپ اپنے نیک نہاد بھتیجے کی ویسی ہی تواضع اور دلجوئی کرتے رہتے تھے۔ اسوقت عُہدہ دار حسب ذیل تھے:۔

رفادہ۔ اس کام پر ابوطالب مامور تھے۔

سقایہ۔ چاہ زمزم کی تولیت حضرت عباس کے اختیار میں تھی۔

اموال یعنے مہتمم خزانہ حرث بن قیس تھے۔

دیت۔ یعنے خون بہا کی خدمت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد تھی۔

لوا۔ یعنے علمبرداری کے کام پر ابوسفیان تھا۔

سفارت یعنے اندرونی اور بیرونی قضیتوں کا فیصلہ حضرت عمرؓ کے سپرد تھا۔

حجابہ یعنے خانہ کعبہ کی داروغگی حضرت عثمانؓ کے دست قدرت میں تھی۔

قبہ یعنے سواروں کی افسری ولید بن مغیرہ کے سپرد تھی۔

ازلام یعنے ہبل بُت کا نام لیکر تیروں سے فال نکالنا بنی اُمیّہ کے سپرد تھا۔ فال نکالنے کی فیس سّو درہم تھی۔

جب جنابؐ کی عُمر دس برس کی ہوئی تو آپ نے بکریاں چرائیں۔ عرب میں بکریاں چرانا معیوب نہ تھا۔ اس زمانہ کو بعد ازاں جنابؐ یاد کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ چند اصحاب کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے۔ اصحاب بیر توڑ کر کھانے لگے آپنے فرمایا کہ جو بیر سیاہ ہوجاتے ہیں خوب مزے کے ہوتے ہیں یہ میرا اس زمانہ کا تجربہ ہے جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا (دیکھو طبقات ابن سعد صفحہ ۸۰)۔ خدا کی شان اس نوجوان چرواہے نے انسانوں کا گلہ بان ہونا تھا۔

مسٹر مارگولس اور اُس کے ہم خیال مورخوں کا خیال ہے کہ عبد المطلب کی اولاد

آنحضرتؐ کو اچھا نہ سمجھتی تھی۔ اس خیال کی تائید میں وہ یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ چند اونٹ خریدے جو کہیں چر رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت حمزہؓ کا وہاں گذر ہوا۔ اسوقت وہ نشے میں سرشار تھے ایک اونٹ کو پکڑ کر اُسے ذبح کیا اور اُس کے دل اور جگر کے کباب بنائے۔ اسوقت آنحضرتؐ بھی وہاں آگئے اور حضرت حمزہؓ کو ملامت کی۔ حضرت حمزہؓ نے بگڑ کر آپؐ کو اپنے باپ کا غلام کہا۔

یہ خیال ان مورخوں کا بالکل غلط ہے۔ انہوں نے بوجہ تعصب بات کا تبنگڑ بنا لیا ہے۔ اگر کسی کی زبان سے نشے میں کوئی ناشائستہ کلمہ نکل جائے تو اس سے کچھ کا کچھ نتیجہ نکال لینا دانشمندی سے بعید ہے۔ درصل عبدالمطلب اور اُن کی اولاد آپؐ کو آنکھ کا تارا سمجھتی تھی۔

گلہ بانی کے ایام میں آپؐ نے ایک دن صحبت سمر یعنے بزم قصہ خوانی میں جانے کا ارادہ کیا۔ اہل عرب قصوں اور کہانیوں کے عاشق تھے اور قصہ گوئی کی محفلیں اکثر رات کو مرتب ہُوا کرتی تھیں۔ جس دن آپؐ نے شامل ہونا چاہا راہ میں آپ ایک جگہ ٹھہرے کہ بے اختیار نیند آگئی اور جب آنکھ کھُلی تو تڑکا ہو چکا تھا۔ دوسرے دن پھر اسی نیت سے روانہ ہوئے پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ پھر آپؐ کبھی نہ گئے۔

بچپن سے آپؐ کو بتوں سے اسقدر نفرت تھی کہ جو چیز ان پر چڑھائی جاتی تھی وہ نہ کھاتے تھے۔

اب جنابؐ رسالت مآب کی عمر تیرا۱۳ں سال کی ہوگئی۔ لکھا ہے کہ آپ عہد طفلی میں نہائیت خداترس۔ رحیم۔ شجاع۔ متین۔ صادق القول۔ باحیا۔ امین اور بہمہ صفات محمودہ متصف تھے اور جمیع خصائل رذیلہ اور افعال مذمومہ سے متنفر آپؐ کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔

ایک دفعہ قریش مرمت کعبہ کر رہے تھے آپؐ بھی پتھر ڈھو رہے تھے۔ پتھروں سے آپؐ کا کندھا چھل گیا۔ عباسؓ جناب کے چچا نے کہا۔ ازار کندھے پر رکھ لو۔ آپؐ نہ مانتے تھے۔ انہوں نے زبردستی رکھ ہی دی اور آپؐ برہنہ رہ گئے۔ برہنگی کی وجہ سے

آپؐ اُسی وقت بیہوش ہو گئے۔

آپؐ کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ کی یہاں تک شُہرت ہوئی۔ کہ لوگ کہنے لگے کہ اگر کسی نے کوئی جوان صلح دیکھنا ہے تو وہ ابن عبداللہ کو دیکھے۔

آپؐ کی عُمر تیراں سال کی تھی کہ ابو طالب نے سفر شام کا ارادہ کیا جب وہ گھر سے نکلے تو حضرت اُن سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے اُنکے اونٹ کی نکیل تھام لی۔ اور فرمایا چچا مجھے اکیلا کیوں چھوڑے جاتے ہو نہ میری ماں ہے نہ باپ۔ ابو طالب کا دل بھر آیا۔ اور سفر میں ساتھ لے گئے۔ عام مورخین لکھتے ہیں۔ کہ جب ابو طالب بصریٰ میں پہنچے۔ تو بحیرا راہب اپنے گرجا میں بیٹھا ہُوا تھا۔ اُس سے مُلاقات ہوئی۔ اُس نے آپؐ کو دیکھا اور علامت نبوت سے تاڑ گیا۔ ابر آپؐ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ اور درختوں کی ٹہنیاں آپؐ پر جُھکی پڑتی تھیں۔ یہ دیکھ کر بحیرا نے ابو طالب اور اُن کے ساتھیوں کے لئے کھانا پکوایا۔ اور آپؐ کی دعوت کی اور حضرت کو اپنی گود میں بٹھا کر اُن کے بدن کو اچھی طرح سے دیکھا۔ پھر ابو طالب سے اُن کے حالات دریافت کئے۔ ابو طالب نے جو حالات بیان کئے۔ وہ بالکل اُس کے موافق تھے جو اُن کی کتابوں میں لکھا تھا۔ بحیرا نے آپؐ کی مُہر نبوّت کو بھی دیکھا۔ جو آپؐ کی پُشت پر تھی اور ابو طالب سے کہا۔ کہ ان کو مکّہ لیجاؤ۔ یہ لڑکا نبی ہونے والا ہے۔ کہیں یہودی اس کو مار نہ ڈالیں۔

سر ولیم میور۔ ڈریپر اور مرگولس اس قصّہ کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب کے حقائق اور دقائق اسی راہب سے سیکھے۔ ہماری رائے میں یہ قصّہ نرا افسانہ ہے اور اُن لوگوں کا طبع زاد ہے جو جھوٹی احادیث گھڑنے کے عادی تھے۔ وجوہات یہ ہیں۔

(۱)۔ تعجب ہے کہ ایک ۱۳ سالہ بچّہ نے راہب سے سب کچھ سیکھ لیا۔

(۲)۔ اگر اس بچّے میں فوق العادت طاقت تھی۔ تو اُسے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔

(۳)۔ بُخاری اور مُسلم میں اس قصّہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

Marfat.com

(۴) ترمذی اس قصّہ کو بیان کرتا ہے۔ مگر ایسے لوگوں کے اعتبار پر جو سخت بے اعتبار ہیں اور جن میں سے کوئی بھی عینی شہادت نہیں دیسکتا۔

(۵) بیان کیا جاتا ہے کہ اسوقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ بھی شریک تھے۔ حالانکہ اُسوقت حضرت بلالؓ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ بچے تھے۔

ان ایام میں ہر چند کہ تجارت مُلک میں محدود تھی لیکن چار بڑے بازار تھے یعنے (۱) عُکاظ (۲) ذوالمجاز (۳) مجنہ (۴) حباشہ۔

عُکاظ

ان سب میں زیادہ تر مشہور سوق عکاظ تھا۔ جو نخلہ اور طائف کے درمیان فتق کے لق ودق میدان میں ذیقعدہ کی پہلی سے بیسویں تاریخ تک لگا رہتا تھا۔ اسے قدیم یونان کے سالانہ میلہ کی طرح عرب کا المپیا کہنا چاہیئے۔ اس میلے میں شعرا قصیدے سُناتے تھے۔ کاہن امید و بیم کا مرقع دکھاتے تھے۔ گویّے تان سین کو اُنگلی پر نچاتے تھے۔ ارباب نشاط لوگوں کو قیس اور فرہاد بناتے تھے۔ میلہ کیا تھا۔ بدمستی اور بادہ پرستی کا طوفان تھا۔ طرح طرح کی سیہ کاریاں اور خونخواریاں اس میلے میں ہو گذرتی تھیں۔ فجار کی چار خونخوار لڑائیاں اسی بازار عکاظ میں ہوئیں۔

فجار کی پہلی لڑائی

پہلی لڑائی کے وقت آنحضرتؐ کی عمر دس سال کی تھی۔ یہ اس بات پر ہوئی کہ بدر بن معشر غفاری نے جو ایک مشہور شہسوار تھا۔ خود پرستی کے جوش میں کہا کہ اگر کسی کو میری برابری کا دعویٰ ہے تو آئے میری ٹانگ پر وار کرے یہ کہا اور ٹانگ آگے بڑھا دی۔ اس نے یہ کہا ہی تھا۔ کہ کسی شخص نے مجمع سے نکل کر تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارا۔ بدر کے ہمراہیوں کو تاب نہ رہی حملہ آور کو قتل کر ڈالا۔ اس پر فضول کی قوم اور غفاریوں میں وہ تلوار چلی۔ کہ تمام بازار لالہ زار ہو گیا۔

فجار کی دوسری لڑائی

فجار ثانی کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک عورت بنی عامر سے ایک قریشی جوان نے دل لگی کی۔ اس پر بنی عامر اور بنی کنانہ میں وہ تلوار چلی کہ ہزاروں کا کھیت رہا۔

فجار کی تیسری لڑائی

تیسری لڑائی کی یہ وجہ ہوئی کہ بنی کنانہ میں سے کسی نے بنی عامر میں سے کسی کا قرض دینا تھا۔ قرض خواہ نے تقاضا کیا۔ اس پر آتش فساد بھڑک اُٹھی اور خوب ہی

Marfat.com

خون ریزی ہوئی آخرکار عبداللہ بن جدعان نے قرض اپنے ذمہ لیا اور جنگ کا خاتمہ ہؤا۔

فجار کی چوتھی لڑائی

فجار کی چوتھی لڑائی سب سے سخت تھی۔ اس میں آنحضرتؐ بھی شریک تھے۔ اسوقت آپؐ کی عمر تخمیناً چودہ سال کے قریب تھی۔ اس معرکے نے چھ دن خاص مکے میں میدان جنگ گرم رکھا۔ یہ لڑائی اس طرح سے ہوئی نعمان والئے حیرہ ہر سال تجارت کے لئے ایک قافلہ عکاظ بھیجا کرتا تھا۔ ایک سال جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو اُس کے دربار میں براض اور عروۃ الرجال موجود تھے۔ براض کنانہ کی قوم سے اور آخرالذکر ہوازن کے قبیلے سے تھا۔ براض نے کہا کہ میں بنی کنانہ کی طرف سے ذمہ دار ہوں وہ اس قافلہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاویگا۔ نعمان نے کہا مجھے ایسا آدمی چاہیئے جو اہل نجد اور باشندگان تہامہ دونوں کا ذمہ دار ہو۔ عروہ بول اُٹھا کہ میں دونوں کا ذمہ دار ہوں۔ براض نے خفا ہو کر کہا۔ کیا تو میری قوم کا بھی ذمہ لیتا ہے۔ عروہ نے کہا ہاں۔ براض خفا ہو گیا اور کارواں کے ساتھ اس غرض سے ہو لیا کہ راہ میں عروہ کو ذلیل کرے۔ ایک مقام پر عروہ نے بہت سی شراب پی اور سو گیا۔ براض اسی وقت کا منتظر تھا تلوار سوت کے آپہنچا عروہ کی آنکھ کھُلی تو سر پر قضا کو موجود پایا اور معافی کا طالب ہؤا۔ مگر براض نے نہ مانا اور بے دریغ اس کا سر قلم کر دیا۔ جب یہ خبر عکاظ میں پہونچی۔ تو ہوازن کو سخت اشتعال آیا اور بنی کنانہ پر حملہ آور ہوئے۔ بنی کنانہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ چھ دن تک لڑائی جاری رہی۔ اور ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ اس لڑائی میں قریش کا رئیس اور سپہ سالار حرب بن اُمیہ تھا۔ جو ابوسفیان کا باپ اور امیر معاویہ کا دادا تھا۔ جناب رسالتمآبؐ اس جنگ میں موجود تھے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے۔ کہ آپؐ نے کسی پر ہاتھ اسلئے نہیں اُٹھایا۔ کہ لڑائی ایام الحرام میں پیش آئی تھی جن ایام میں لڑائی منع ہے اور خدا نے صرف خدا کے نام پر لڑنے کا حکم دیا ہے۔

ان لڑائیوں کو فجار کی لڑائیاں اسلئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ان ایام میں ہوئیں جن میں لڑنا ناجائز تھا۔

Marfat.com

حلف الفضول

جب جنگ فجار سے لوگ تھکے ماندے گھروں کو واپس آئے تو ایک اور واقعہ پیش آیا۔ زبید کا ایک سوداگر کچھ اسباب لے کے مکے میں آیا۔ عاص بن وائل نے اس سے بہت سا اسباب خریدا۔ اور جب اُس نے قیمت مانگی تو اُسے نکال باہر کیا۔ عاص نے مقتدر لوگوں سے فریاد کی مگر عاص کے برخلاف آواز بلند کرنے کی کسی کو بھی جُرأت نہ ہوئی۔ ہار کے وہ سوداگر کوہ ابوقبیس پر چڑھ گیا۔ اور چیخ چیخ کر اپنی بیکسی کا اظہار کیا۔ اس پر زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسولؐ پاک کے چچا تھے۔ اس قسم کی بداعتدالیاں روکنے کے لئے ایک محفل قائم کی۔ اور لوگوں کو جمع کیا۔ خاندان ہاشم زہرہ اور تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے۔ اور وہاں یہ معاہدہ ہُوا کہ معاہدین میں سے ہر ایک مظلوم کی حمائیت کرے۔ اور ظالموں کو مکہ سے بدر کیا جائے۔ معاہدے کے بعد یہ لوگ عاص کے گھر گئے اور اُسے مجبور کر کے سوداگر کا مال واپس کرا دیا۔

اس معاہدہ کو مؤرخ حلف الفضول اسلئے کہتے ہیں کہ اوّل اوّل اس کا خیال فضیل بن حرث۔ فضیل بن وداعت اور مفضل کو آیا اور اُن کے نام میں لفظ فضول کا مادہ داخل تھا۔ امام سہیلی کا یہ خیال ہے کہ یہ نام اسلئے رکھا گیا کہ اس معاہدے میں یہ الفاظ تھے۔

تردُّ الفضولُ علےٰ اہلہا

یہ معاہدہ اسوقت فضول ہی گیا اور کسی کو یاد بھی نہ رہا۔ لیکن آنحضرتؐ جو اس معاہدے میں شریک تھے فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدے کے مقابلہ میں مجھے کوئی سُرخ رنگ کے اونٹ بھی دیتا۔ تو بھی میں نہ بدلتا اور ایسے معاہدے کے لئے آج بھی تیار ہوں۔

باب (۴)

سن رشد سے نبوّت تک

حضرت سرور کائینات کا جدّ اعلیٰ ہاشم تاجر تھا۔ آپ کے پیارے چچا ابوطالب بھی سوداگر تھے۔ جب آپؐ سن رشد کو پہنچے تو آپؐ نے بھی تجارت کو پسند فرمایا۔ آپؐ عہد کے پکّے اور معاملہ کے کھرے تھے۔ ہر چند کہ آپؐ اُمّی محض تھے۔ مگر طبیعت خدا نے معاملہ فہم عطا کی تھی۔ عالم الغیب نے کتاب عالم آنکھوں کے سامنے کھول دی تھی قلب سلیم مطالعہ میں مصروف تھا اور سینہ بے کینہ سراپا علم لدنی سے معمور تھا۔

عبداللہ بن ابی الحمسا سے روائیت ہے کہ اُس نے ایکبار آپؐ سے کچھ معاملہ کیا۔ کچھ پورا ہوگیا اور کچھ باقی رہا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا۔ اتفاقاً تین دن اُسے اپنا وعدہ یاد نہ رہا۔ تیسرے دن جب جائے وعدہ پر پہنچا تو آپؐ وہاں موجود تھے۔ آپؐ کے چہرے پر مطلق ناراضگی کے آثار نمودار نہ ہوئے صرف اتنا کہا کہ تم نے مجھے تکلیف دی ہیں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔

اب سن شریف ۲۵ برس کو پہنچا۔ اسوقت آپؐ کی خوش معاملگی۔ راست بازی۔ سلامت روی۔ پاکیزگی خیالات۔ نیک نیتی اور دیانت کی ہر جگہ دھوم تھی۔ لوگ آپکو امین کہتے تھے یہ اعلیٰ خطاب قوم کے ہر فرد بشر نے ہم آواز ہوکر آپؐ کی نذر کیا تھا۔ "الامین" وہ خطاب تھا جو آجتک کسی کو نہ ملا تھا۔ مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی شہرت سُنی تو آپؐ کو کہلا بھیجا۔ کہ آپؐ میرا مال تجارت لیکر شام کو جائیں۔ جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں۔ آپؐ کو اس سے دو چند دونگی۔ آپؐ نے منظور فرمایا۔ اور مال تجارت لیکر بصرے تشریف لے گئے۔ دوسری کتابوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ابوطالب نے آپؐ سے کہا میری مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ خدیجہ ہر ایک

شخص کو اپنا مال تجارت دے کر بھیجتی ہے۔ تم اُس سے اپنے واسطے کہو گے۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ وہ بہت جلد منظور کریگی۔ آپؐ تشریف لے گئے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے ذکر کیا اُنہوں نے جھٹ منظور کر لیا۔ اور اپنے غلام میسرہ کو آپؐ کی خدمت کیلئے ہمراہ کر دیا۔

حضرت خدیجہؓ ایک خاندانی خاتون تھیں۔ ان کا خاندان پانچویں پُشت میں جناب رسالت مآبؐ کے خاندان سے ملتا تھا۔ اور رشتہ کے لحاظ سے وہ آپؐ کی چچیری بہن تھیں۔ آپؐ کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں۔ اسوقت بیوہ تھیں۔ جاہلیت میں آپ کو طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ بہت مالدار تھیں۔

رسُولؐ پاک نے مال تجارت شام میں فروخت کیا۔ اور بہت نفع کمایا۔ اور جلد واپس آگئے۔ واپسی کے وقت دوپہر کو مکّے میں داخل ہوئے۔ اسوقت حضرت خدیجہؓ اپنے بالاخانہ پر جلوہ افروز تھیں۔ اسی تجارت کا ذکر ہو رہا تھا۔ ناگاہ رسُولؐ پاک کا ناقہ دکھائی دیا۔ آپ نے حضرت کو دیکھا اور بہت خوش ہوئیں۔ پھر جب میسرہ کی زبانی کامیابی سفر اور نفع کثیر کا حال سُنا۔ تو آپ کے دل میں رسُولؐ پاک کی محبّت ہو گئی۔ آپ نے نفیسہ بنت مینہ کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ نفیسہ بنت مینہ نے کہا۔ آپؐ نکاح کیوں نہیں کرتے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ مَیں بے سر و سامان ہوں۔ نفیسہ نے کہا اگر کوئی شریف حسین عورت جو بڑی دولتمند اور شاندار ہے۔ اپنی جان اور مال آپکے نذر کرنا چاہے۔ تو آپؐ کی کیا مرضی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا کون ہے۔ اُسنے کہا کہ اگر آپؐ کو عُذر نہ ہو۔ تو خدیجہؓ کو مَیں رضی کرتی ہوں۔ آپؐ نے منظور کیا۔ غرض واپسی کے تقریباً تین مہینے کے بعد نکاح ہو گیا۔ وقت نکاح ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان جن میں حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے مکان پر موجود تھے۔ ابوطالب نے نکاح پڑھا اور پانسو طلائی درہم مہر مقرر ہُوا۔

شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عُمر چالیس سال اور رسُولؐ پاک کی پچیس ۲۵ سال کی تھی اور آپؐ کے پہلے دو شوہروں سے آپ کے ہاں دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔

Marfat.com

طبری لکھتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے رہنے کا مکان آخر کار امیر معاویہ نے خریدا۔ اور اُسے مسجد بنا دیا جو ابتک موجود ہے۔ آنحضرتؐ کو نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ سے کمال محبّت تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ تو جان و دل سے فریفتہ اور گرویدہ تھیں۔ نکاح کے بعد آپنے اپنا سارا مال نقد اور جنس آپؐ کے سامنے حاضر کر دیا۔ اور سرداران قریش کو بُلا کر کہا۔ کہ گواہ رہنا اب اس سب مال و اسباب کے آنحضرتؐ مالک و مختار ہیں۔ جیسے چاہیں صرف کریں۔ شادی کا حال سُن کر آپ کی انّا حلیمہ بھی آئیں۔ اور حضرت خدیجہؓ نے ان کو چالیسؓ بھیڑیں دیں۔

ان ایام میں قحط سالی سے ساکنان مکّہ سخت گھبرائے۔ قحط کیا تھا۔ ایک قہر خدا تھا۔ ہزاروں ذی روح فاقوں کی زحمت سے ہلاک ہوئے۔ ایسے نازک وقت میں جب کہ ہر ایک شخص اپنی مصیبت میں گرفتار تھا۔ آپؐ نے اور حضرت خدیجہؓ نے کمال فیاضی دکھائی۔ جس سے بیشمار بھوکھوں کی جانیں بچ گئیں۔ جناب ابو طالب انہیں ایام میں خرچ کی طرف سے بہت تنگ تھے۔ اسلئے جناب رسُولؐ نے حضرت علیؑ ابن ابو طالب کو جو اسوقت صغیر سن تھے اپنی کفالت میں لیلیا۔ اور اپنے چچا حضرت عباسؓ کو کہہ سُنکر حضرت ابو طالب کے دوسرے فرزند حضرت جعفرؓ کو اُن کی کفالت میں دیدیا۔

حضرت زید بن حارث گردش زمانہ سے غلام بن کر عکاظ کے بازار میں چارسو درہم کو بکے۔ اور حکیم بن حزام حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے نے ان کو خریدا۔ حضرت زید اسوقت نو عُمر تھے۔ حکیم نے ان کو ہونہار دیکھ کر اپنی چچی جان کے نذر کیا۔ اُنہوں نے اپنے شوہر عالی وقار کے پیش کیا۔ آپؐ نے ان کی مثل فرزندان عزیز پرورش کی۔ جب حارث نے سُنا کہ ظالموں نے اُس کے لخت جگر پر یہ ستم ڈھایا ہے۔ تو وہ مکّے میں آیا اور آپؐ سے ملا۔ جب اُسے یہ معلوم ہُوا کہ حضرتؐ نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ اور اپنا فرزند سمجھتے ہیں۔ تو نہایت مشکور ہُوا۔ اور حضرت زید سے کہا کہ اب گھر چلو۔ لیکن حضرت زید کا دل اس ضیائے چشم اخلاق کا پروانہ ہو چکا تھا۔ وہ کب آپ سے جُدا ہوتا تھا اُس نے جناب کی مفارقت گوارا نہ کی۔ اور حارث تنہا واپس گیا۔

Marfat.com

یورپ کے بعض مؤرخ لکھتے ہیں آپؐ کے عقیدہ میں نبوّت کے وقت تغیر پیدا ہُوا۔ پہلے آپؐ قدیمی رواج و رسوم کے پابند تھے۔ اور آپ نے اپنے پہلے صاحبزادہ کا نام عبدالعزیٰ رکھا تھا۔ لیکن یہ روایت اسمٰعیل بن ابی اویس سے ہے۔ جس کی بات کا بہت کم اعتبار رہے۔ اصلیت یہ ہے کہ آنحضرتؐ جاہلانہ رسموں اور باطل معبودوں سے بالطبع نفور اور بیزار تھے۔

خانہ کعبہ کے مقدّس نام سے تو سب مُسلمان واقف ہیں۔ ہر روز اس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن بہت کم مُسلمان ایسے ہیں۔ جنہیں خانہ کعبہ کی تاریخ سے واقفیت ہے۔ پہلے ہم مختصر طور پر لکھ چکے ہیں۔ کہ جب حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو لیکر مکے میں آئے۔ تو باپ اور بیٹے نے مل کر ایک چھوٹے سے چوکھونٹے مکان کی بُنیاد ڈالی۔ بقول علّامہ ازرقی اس گھر کی بلندی زمین سے چھت تک نو گز تھی۔ طُول حجر اسوٗد سے رُکن شامی تک ۳۲ گز تھا۔ عرض رُکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز تھا۔ جب بیت اللہ تیار ہُوا۔ تو نہ چھت تھی نہ کواڑ نہ چوکھٹ نہ بازو۔ جب گھر تعمیر ہو چکا تھا تو وحی نازل ہوئی وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ

ترجمہ:۔ "ہمارا گھر طواف کرنے والوں۔ رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر۔ تمام لوگوں کو پُکار دے کہ حج کو آئیں۔ پیدل بھی اور اپنی اونٹنیوں پر بھی۔ ہر دُور دراز گوشہ سے آئینگے"۔

جب قصیّ بن کلاب کا زمانہ آیا تو اُنہوں نے قدیم عمارت گرا کر نئے سر سے تعمیر کی اور کھجور کے تختوں کی چھت ڈالی۔ اور تمام قبائل پر محصول لگایا۔ جس سے پردہ تیار ہو کر حرم کعبہ پر ڈالا جاتا تھا۔ دیواریں صرف قدآدم اونچی تھیں۔ کھجور کی چھت پائیدار نہ تھی۔ عمارت نشیب میں تھی۔ اسلئے شہر کا پانی حرم میں آ جاتا تھا بند جو بنوایا گیا تھا۔ اکثر ٹوٹ جاتا تھا۔ آخر کار یہ فیصلہ ہُوا کہ عمارت کو گرا کر از سر نو بنایا جائے۔ خدا کی شان جدّہ کی بندرگاہ پر ایک جہاز ان ایام میں ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ ولید بن مغیرہ جدّہ گیا اور جہاز کے تختے مول لئے اسی جہاز میں ایک رومی معمار باقوم نامی تھا۔ ولید اُس کو ہمراہ لایا۔ تمام قریش نے

Marfat.com

تعمیر شروع کی تمام قبائل نے مختلف حصہ عمارت کے تعمیر کے لئے تقسیم کرلئے۔ لیکن جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو تنازعہ پیش آیا اور قریب تھا کہ سیکڑوں تلوار کے گھاٹ اُتر جائیں۔ کئی دعویداروں نے خون سے پیالے بھرکران میں انگلیاں ڈبولیں گویا جان دینے کی حسب دستور وقت قسم کھائی۔ اس موقعہ پر ابو امیہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ بُڈھا تھا۔ کہا کہ۔ ناحق خون کے نالے نہ بہاؤ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے وہ ثالث مقرر ہو۔ دوسرے دن سب سے پہلے آپؐ وہاں تشریف لائے اور حسب قرارداد ثالث مقرر ہوئے آپؐ نے کھڑے ہوکر اپنی چادر پھیلادی اور حجر اسود کو اس میں ڈالکر ہر قبیلے کے سردار سے فرمایا۔ کہ چادر کے کنارے تھام لو پھر خود حجر اسود کو دست مبارک سے نصب کردیا۔ اس طرح پر آپؐ کے حُسن تدبیر سے خوفناک خونریزی رفع دفع ہوگئی۔ کعبہ کی عمارت اب مسقف ہوگئی۔ سامان کافی نہ تھا۔ اسلئے کچھ حصہ زمین کا جس کو اب حطیم کہتے ہیں خالی رہا۔ اس کے گرد صرف چار دیواری کھینچ دی گئی۔

علامہ ازرقی نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے حرم کعبہ پر بعد ازاں یمنی پردہ جسے بردیمانی کہتے ہیں چڑھایا تھا حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں مصری قباطی کا پردہ چڑھایا۔ بنی امیہ نے دیبا کا پردہ چڑھایا۔ مامون الرشید ہر سال تین پردے چڑھاتا تھا۔ حج کے زمانہ میں دیبائے احمر کا۔ رجب میں قباطی کا۔ عید الفطر کو دیبائے سفید کا سلطان صالح مصری نے دو گاؤں پردہ کے مصارف کے لئے وقف کردئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت میں کعبہ کے ستونوں پر سونے کے پتر چڑھادئے۔ عبدالملک نے اپنے عہد میں چھتیس ۳۶ ہزار اشرفیاں اس کام کے لئے بھیجیں۔ امین الرشید نے اٹھارہ ۱۸ ہزار اشرفی کے خرچ سے چوکھٹ وغیرہ طلائی بنادی۔

علمائے اسلام کا یقین ہے کہ عربی ام الالسنہ ہے۔ قرآن ام الکتاب ہے۔ اسلام ام الادیان ہے اور رسول کریم خاتم النبیین ہیں۔ وہ مکہ میں اسلئے پیدا ہوئے کہ مکہ ام القری ہے۔ مکہ ام القری اسلئے ہے کہ یہ تمام مرکزوں میں بطور مرکز کے واقعہ ہے۔ اور زمین کا پھیلاؤ اس سے شروع ہوتا ہے۔ اسوقت تک جتنے نبی آچکے تھے۔ وہ خاص خاص قوم

Marfat.com

کی مذاہب کے لئے آئے تھے۔ اب خداوند تعالےٰ کو ایسا نبی پیدا کرنا تھا جو تمام عالم کے لئے رحمت ثابت ہو اس لئے اُس کی جائے پیدائش بھی ناف زمین ضروری تھی۔

ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرب اور اُس کے باشندوں کی خاصیت تمام جہان سے نرالی ہے۔ عرب دُنیا کے ہر حصّہ میں گئے اور اُن ایام میں گئے جب کوئی اور قوم اس طرح دُور و دراز مسافت طے نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے مرکز کو کبھی فراموش نہیں کیا اور یہی وجہ ہے کہ یہی لوگ ہر ایک زمانہ میں عرب میں نظر آتے ہیں۔ خدا جانے یہاں کی کھجوروں کے جھنڈ اور خار مغیلاں میں کیا کشش ہے۔ دُنیا بیشک گرگٹ کی طرح رنگ بدلے لیکن عرب ہزارہا سال پیشتر بھی ایسا ہی تھا جیسا آج ہے۔ ان لوگوں نے اتنا بھی پسند نہیں کیا کہ جس تمدّن کی تعلیم تمام دُنیا کو دیتے رہے اس کا نمونہ اپنے گھر میں قائم رکھتے۔ بات یہ ہے کہ یہ کچھ ان کے اختیار کی بات نہ تھی قُدرت نے عرب کو ایک خاص خصوصیت عطا کی ہے اور قومیں بنتی رہیں، اور بگڑتی رہیں، درخت کی طرح پیدا ہوئیں سرسبز ہوئیں پھُولیں پھلیں آخر پُرانی ہو کر اور سوکھ کر پامال ہو گئیں۔ ایک وقت میں اُنہوں نے ترقی کا معراج حاصل کیا۔ اور پھر ایسی معدوم ہوئیں کہ جیسے دُنیا میں کبھی نہ آئی تھیں۔ لیکن عرب عرب ہی تھا اور عرب ہی رہا۔ تاریخ شاہد ہے ہر ایک قوم نے عروج حاصل کیا اور بہ تقاضائے وقت کمال پر پہنچی۔ یہ اُس میں زوال شروع ہوا اور آخر کار وہ ضرور برباد ہو گئی۔ پھر اُس کے بعد اُس کی جانشین قوم نمودار ہوئی۔ اور اُس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا گویا قدرت نے قوموں کے لئے عروج اور عروج کے بعد زوال اور زوال کے بعد تباہی جلی حروف میں لکھ دی ہے۔ ہمیں ایک بھی ایسی مثال نظر نہیں آتی۔ کہ کسی قوم نے زوال کے بعد پھر ترقی کی ہو۔ وہ طاقت جوانی جو بچپن کے بعد جسم میں پیدا ہوتی ہے۔ بڑھاپے کے بعد عظام رمیم میں کسی طرح نہیں آسکتی۔ لیکن عرب اس کلیہ قاعدہ سے مستثنیٰ ہے وجہ یہ ہے کہ عرب بالکل فقیر ہے۔ اسنے مسئلہ جد و جہد ہستی کی تلخی کو محسوس کیا ہے۔ یہ اسباب تعیش کا شیدا نہیں ہے۔ جسنے شجاع قوموں کو بُزدل بنا دیا یہ نفسانیت کا غلام

Marfat.com

نہیں ہے۔ یہ ضروریات زندگی سے غافل نہیں ہے۔ عرب ابھی سوداگر۔ ابھی جرنیل۔ ابھی معلّم، اور ابھی وہی چرواہا ہے جو اپنا گلہ چرا رہا ہے۔ اس میں خاصیت سرزمین سے وہ صفت ہے جو ربڑ میں ہوتی ہے کہ کھینچو تو لمبا ہو جاتا ہے اور چھوڑ دو تو پھر اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ خداوند تعالےٰ کو چونکہ مطلوب تھا کہ اسلام کبھی معدوم نہ ہو۔ اسلئے اُس کے بانی کو عرب میں اس خاصیت کی سرزمین میں اور عرب کے دارالخلافہ مکّہ میں جس میں خانہ خدا تھا پیدا کیا۔

اسوقت اس شہر مکّہ میں دس محلّے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ حصارۃ الباب۔ یہاں ترک۔ عرب اور یمنی لوگ آباد ہیں۔

۲۔ محلّہ شُبیکی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں رسول کریمؐ نے مقابر کے لئے جگہ خرید کر وقف فرمائی۔

۳۔ محلّہ جبل ہندی۔ اس محلّہ میں ہندوستانی آباد ہیں۔ یہاں چار ہوٹل (رباط) ہیں۔

۴۔ محلّہ جرول۔ شیخ محمود بن ابراہیم ادہم کا اسی محلّہ میں مزار ہے۔ یہاں وہ کنواں ہے جہاں جناب رسُولؐ پاک نے فتح مکّہ کے وقت غسل فرمایا تھا۔ یہاں زیادہ تر ہندوستانی اور بنگالی لوگ آباد ہیں۔

۵۔ محلّہ جبل عمرؓ۔ یہ محلّہ حضرت عمرؓ کے نام سے مشہور ہے یہاں کئی ہوٹل ہیں۔

۶۔ محلّہ حملا۔ اس محلّہ میں حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت ابوبکر صدّیقؓ پیدا ہوئے۔

۷۔ محلّہ شامیہ۔ اس محلّہ میں کئی ہوٹل ہیں۔

۸۔ محلّہ بوقبیس۔

۹۔ محلّہ زیاد۔

۱۰۔ محلّہ قریش بطاح یا دسابہ۔ اس محلّہ میں حضرت عمرؓ ایمان لائے تھے اور جائے پیدائش رسُولؐ پاک اور حضرت علیؓ کا گھر اسی محلّہ میں تھا۔

مکّہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر ہے جس کا نام حرا ہے اس میں

ایک تنگ وتاریک غار ہے آپؐ مہینوں وہاں تشریف لیجاکر قیام فرماتے تھے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لیجاتے تھے۔ وہ ختم ہو جاتا تھا تو واپس گھر تشریف لاتے۔ اور پھر واپس جاکر مراقبہ میں مصروف ہوتے تھے۔ آپؐ کی عبادت اسوقت غور فکر اور عبرت پذیری تھی۔ کثرت غور و فکر سے اب یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ کہ آپؐ غیب سے آوازیں سُنا کرتے تھے۔ رویائے صادقہ دیکھا کرتے تھے۔ جو خواب میں دیکھا کرتے تھے وہی پیش آتا تھا۔ آخر جب سن شریف چالیس سال کا ہُوا تو آپؐ حسب معمول غار حرا میں مراقبہ میں تھے کہ فرشتۂ غیب دکھائی دیا۔ اور پکارا کہ پڑھ آپؐ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہُوا نہیں ہوں تب فرشتہ نے کہا۔

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ

پڑھ اُس خدا کا نام جسنے کائنات کو پیدا کیا جسنے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا خدا اکریم ہے وہ جسنے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ وہ جسنے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اس کو معلوم نہ تھی۔

جب وحی نازل ہو چکی تو آپ گھبرائے غار حرا سے نکل کر حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اسوقت آپؐ کی عجیب حالت تھی۔ جلال الٰہی کا اثر ابھی تک غالب تھا۔ جسم کانپ رہا تھا۔ وہ مقدس دل جسے فرشتوں نے آب نُور سے اُجلا کیا تھا۔ بلّیوں اُچھل رہا تھا۔ آپؐ گھر میں تشریف لائے۔ اور بے طاقت ہو کر چادر اوڑھ لی۔ اور لیٹ رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب روحانیت کا غلبہ کم ہُوا تو حضرت خدیجہؓ سے یہ حالت بیان کی انہوں نے تسلّی دی۔ اور کہا کہ آپؐ پیغمبر برحق ہیں۔ اور میں آپؐ پر ایمان لاتی ہوں اُسی دن سے بُت پرستی چھوڑ دی۔

ورقہ جو حضرت خدیجہؓ کا برادر عم زاد تھا توریت اور انجیل کا عالم تھا وہ نصرانی ہو گیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے اس کو اطلاع دی اُسنے کہا کہ تمہارا نیک شوہر کاذب نہیں ہے۔ اُن کو میرے پاس لاؤ۔ وہ حضرت کو اس کے پاس لیگئیں جب اُسنے یہ حال سُنا

Marfat.com

تو اُٹھ کھڑا ہوا اور جوش میں آکر آپؐ کے فرق مبارک کو چُوما اور حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ مُبارک ہو آپ کا شوہر پیغمبر ہُوا۔ خدا کا مقرب فرشتہ جبرئیلؑ جس طرح حضرت عیسےٰؑ اور حضرت موسیٰؑ پر نازل ہُوا کرتا تھا اب ان پر بھی نازل ہُوا ہے۔ خدا نے ان کو نبوت عطا کی ہے۔ افسوس جیسا کہ دُنیا کا قاعدہ ہے لوگ ان کو ستائینگے کاش مَیں جوان اور توانا ہوتا۔ اور آپؐ کی حمایت کرتا اور آپ کے سچے حواریوں میں شامل ہوتا۔

آنحضرتؐ نے ورقہ کی گفتگو سے متاثر ہو کر اُس کے حق میں دُعا کی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد ورقہ نے رحلت کی۔

چند مؤرخ بحوالہ صحیح بخاری رقم طراز ہیں کہ چند روز تک جب پھر وحی نازل نہ ہوئی تو آنحضرتؐ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور اپنے آپؐ کو گرا کر ضائع کر دینے کا ارادہ کیا اُس وقت حضرت جبرئیلؑ نمودار ہوئے۔ اور تسلّی فرمائی اور ایسا کئی بار ہُوا۔

ہمیں یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی یقین نہیں کہ جہاں پناہ نے ایسا کیا ہو۔ جب ترمذی اور صحیح مسلم سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کو معلوم تھا کہ جس درخت کے نیچے آپ بصرے میں بیٹھے تو اس کی شاخیں جُھک آئیں۔ جب حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ مَیں اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔ جو نبوّت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ جب آپؐ کا سینہ فرشتے چاک کر کے جسمانی آلائش کو دُور کر چکے تھے تو آپؐ کو اپنی نبوت میں شک ہونا ناممکن تھا۔ اور حضرت جبرئیلؑ کو اطمینان دلانے کی ضرورت نہ تھی وحی رُک رُک کر اِس لئے آتی تھی کہ وحی جیسے بارگراں کا متحمل یکبارگی ہونا ناممکن تھا منشائے ایزدی یہ تھا کہ آپ رفتہ رفتہ اس بارگراں کے اُٹھانے کے عادی ہو جائیں۔

مکّہ جیسے صنم خانے میں اسلام کو فروغ دینا مُنہ کا نوالہ نہ تھا یہاں مصلحت درکار تھی۔ اسلئے آپ نے مصلحت سے کام لیا۔

سورۂ اقرا کے نازل ہونے کے چھ ماہ بعد دوسری وحی نازل ہوئی آپؐ گھر جا رہے تھے کہ راہ میں حالت متغیر ہونے لگی آپ قدم برداشتہ گھر تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ "مجھے کچھ اُڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اوپر

Marfat.com

چادر ڈالدی۔ یکایک وحی نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَاَنْذِرْ. وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ. وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ.

اے چادر میں لپٹے ہوئے اُٹھ اور خدا کے عذاب سے ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک اور صاف رکھ اور نجاست سے پرے رہ۔

یہ وحی تبلیغ اسلام کا حکم تھا۔ آپ نے نہائیت تدبیر اور تدریج سے اس کام کو شروع کیا۔ سب سے پہلے آپؐ کی ہمدم وہمراز حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ ان کے بعد حضرت علیؑ جو آپؐ کی آغوش تربیت میں پلے تھے مسلمان ہوئے۔ پھر آپؐ کے آزاد شدہ غلام اور بندۂ خاص زید جن کی آپؐ کی پھوپھی زاد بہن زینب سے جو حسینہ اور عالی خاندان تھیں شادی ہوئی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو آپؐ سے کچھ چھوٹے اور قدیمی دوست تھے دعوت اسلام دی وہ آپؐ کی شان سے بخوبی آگاہ تھے فوراً بخوشی تمام مسلمان ہوئے حضرت ابوبکرؓ صدیق متمول اور بارسوخ بندے خدا کے تھے اور آپکی ہی ترغیب سے حضرت عثمانؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت سعد ابن وقاصؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف جو عشرۂ مبشرہ کے مبارک زمرہ میں شمار ہوتے ہیں راہ راست پر آئے۔ پھر رفتہ رفتہ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح۔ حضرت بلالؓ۔ حضرت اسماؓ بنت ابوبکرؓ اور حضرت جعفرؓ ابن ابوطالب نے اسلام قبول کیا۔ لیکن اسوقت تک جو کچھ ہوتا تھا پوشیدہ ہوتا تھا۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو لوگوں سے مخفی پہاڑ کی گھاٹیوں میں ادا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ اور حضرت علیؑ درۂ کوہ میں مشغول نماز تھے کہ ابوطالب آ گئے۔ ان کو اُٹھتے بیٹھتے دیکھ کر ان کو حیرت ہوئی اور دریافت کیا کہ یہ کیا مذہب ہے حضرت نے جواب دیا کہ یہ مذہب خدا کا اُس کے فرشتوں کا اور ہمارے دادا حضرت ابراہیمؑ کا ہے۔ چچا جان آپ بھی اس کو قبول فرمائیں۔ ابوطالب نے کہا کہ مَیں اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ لیکن تم کو اجازت ہے تم اسی پر چلو اور کوئی تمہارا مزاحم نہ ہو گا۔ پھر حضرت علیؑ سے سے پوچھا انہوں نے بھی یہ ہی جواب دیا تو کہا کہ تم ان کے ساتھ رہو۔ یہ تم کو

Marfat.com

ہمیشہ نیک راستہ دکھائیگا۔

تین سال تک یعنے تینتالیس سال کی عمر تک رسول مقبولؐ پوشیدہ پوشیدہ فرضِ تبلیغ ادا کرتے رہے اور اس عرصہ میں ایک مختصر گروہ جس میں زن و مرد ملا کر کُل تعداد تیس سے زیادہ نہ تھی فیضیاب اسلام ہُوا اور بُت پرستی کو ترک کر کے راہ راست پر آیا۔ نبوت کے چوتھے سال میں یکایک حکم صادر ہُوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ.

پس جو تجھے حکم ہُوا ہے اس کو کھول کر سُنا دے اور مشرکین کی مطلق پروا نہ کر۔

پھر حکم آیا:-

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ.

اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو خدا سے ڈرا۔

ان احکام کے صادر ہوتے ہی آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ یا معشر قریش اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے تو کیا تم کو یقین آئیگا۔ سب نے کہا کہ ہاں کیونکہ تم کو ہمیشہ راست گفتار پایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم خداوند تعالیٰ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب سخت نازل ہو گا۔ جب لوگوں نے یہ سُنا تو سب لوگ جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا خفا ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ سب سے زیادہ اظہار ناخوشی ابولہب نے کیا اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دعوت کا سامان کرو اس دعوت میں آپؐ نے تمام خاندان عبدالمطلب کو مدعو کیا حضرت حمزہؓ۔ ابوطالب۔ عباسؓ سب شامل تھے۔ بعد فراغتِ طعام آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے اہل بزم میں وہ شئے لایا ہوں جو دین و دُنیا دونوں کی کفیل ہے اس بار گراں کے اُٹھانے میں کون میرا رفیق ہو گا۔

تمام محفل پر خاموشی چھا گئی۔ آخر حضرت علیؓ اپنی جگہ سے اُٹھے اور کہا کہ گو میں نو عُمر ہوں اور میری آنکھیں دُکھتی ہیں اور میری ٹانگیں دُبلی ہیں تاہم بھی میں آپؐ کا ساتھ دونگا۔ یہ سُن کر حاضرین مجلس ہنس پڑے اُنہیں کیا خبر تھی کہ حضرت علیؑ کا کلام ہاتف غیبی کا

Marfat.com

ارشاد ہے۔

اب مسلمانوں کی تعداد چالیس سے زیادہ ہوگئی آپؐ نے اب حرم کعبہ میں جاکر توحید کا وعظ شروع کردیا۔ کفّار اس سے آگ بھبوکا ہوگئے اور ہر طرف سے آپؐ پر ٹوٹ پڑے حارث بن ابی ہالہ اس ہنگامہ میں حضرت کی امداد کو آیا اور شہید ہوا۔ اسلام کی راہ میں یہ شخص پہلا شہید ہے۔

جب جناب رسولؐ نے علانیہ وعظ شروع کیا تو مخالفین سے بُتوں کی مذمت سُنی نہ گئی چند معززین جمع ہوکر ابوطالب کے پاس آئے اور شکایت کی ابوطالب نے ٹال دیا اور کہا کہ میں سمجھا دوں گا۔ مگر وہ ہستی جو بادۂ توحید سے مخمور تھی جس کے سینۂ بے کینہ میں نورِ وحدت جلوہ فگن تھا جس کی آنکھوں کے روبرو جبروت کا نظارہ پیش تھا۔ اُسے مشرکین کی گیدڑ بھبکیوں اور کفّار کے طنز و استہزا کی کیا پرواہ تھی۔ جب آپؐ علانیہ دعوت اسلام سے باز نہ آئے۔ تو عقبہ بن ربیعہ۔ شیبہ۔ ابوسفیان۔ عاص بن ہشام۔ ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل وغیرہ اکٹھے ہوکر ابوطالب کے پاس پھر آئے کہ آپؐ کا بھتیجا باز نہیں آتا۔ ہم سے اپنے معبودوں کی توہین سُنی نہیں جاتی اس لئے یا تو آپ ایک طرف ہوجاؤ یا میدان میں نکلو۔ ابوطالب نے دیکھا کہ اب معاملہ نازک ہے حضرت کو سمجھایا کہ دیکھو میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو مجھ سے اُٹھ نہ سکے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ چچا جان اگر مجھے چاند اور سورج بھی لادیں تو بھی میں باز نہ آؤنگا یا اسلام پھیلاؤں گا یا اس پر نثار ہوجاؤں گا۔ اس استقلال کو دیکھ کر ابوطالب عش عش کرنے لگے اور کہا کہ کوئی تیرا بال بھی بینگا نہیں کرسکتا۔

قریش نے برہم ہوکر آپؐ کو ایسی ایسی اذیتیں پہنچائیں اور وہ وہ تکلیفیں دیں کہ اُن کا ذکر کرتے ہوئے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کوئی آپؐ کو طنزاً ساحر کہتا تھا کوئی ازراہ تمسخر کاہن پکارتا تھا۔ گالیاں دیتے تھے۔ ڈھیلے مارتے تھے جسم مُبارک پر خاک اور نجاست پھینکتے تھے۔ ابولہب کی عورت ام جمیل جہاں سے آپؐ نے گذرنا ہوتا تھا وہاں کانٹے چُن دیتی تھی تاکہ آپؐ کے پائے مبارک زخمی ہوجائیں۔ ایک دن آپؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کافر نے آپؐ کے اوپر نجاست ڈالدی۔ ایک دن آپ سجدے

Marfat.com

میں تھے کہ ایک زندیقی نے اپنی پگڑی آپؐ کے گلوئے مبارک میں ڈالدی اور گلا گھوٹنے لگا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُس کے شر کو رفع کیا۔ ایک سیہ قلب نے اونٹ کی اوجھڑی آپؐ کی پُشت مُبارک پر رکھدی اور اُس کے ہمخیال ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر بن گئے یہ سب کچھ ہُوا مگر آپؐ کا تحمّل دیکھئے جناب کی پیشانی پر بَل تک نہ آیا۔ غصّہ اور عتاب کس شئے کا نام ہے۔

ایک دن آپؐ کوہ صفا پر تشریف رکھتے تھے۔ ابوجہل وہاں آیا اور آپؐ کو دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ پھر ایک پتھر اُٹھا کر آپؐ کے سر پر مارا جس سے آپؐ زخمی ہوئے اور خون جاری ہوگیا۔ آپ نے صبر کیا خاموش اُٹھے۔ اور گھر چلے آئے ایک کنیز یہ حال دیکھ رہی تھی جب حضرت حمزہؓ شکار سے واپس آئے تو اُس نے تمام ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ کو آپؐ سے کمال محبّت تھی وہ آپکے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ جب جناب رسولؐ پاک کا زخمی ہونا سُنا۔ تو سخت برہم ہوئے۔ تیر کمان ہاتھ میں لئے ہوئے حرم میں آئے اور ابوجہل کے سر پر ضرب رسید کی جس سے اس کا سر پھوٹ گیا۔ ابوجہل کے رشتہ داروں نے بدلہ لینا چاہا مگر ابوجہل نے روکا اور کہا ایسا نہ ہو یہ خفا ہو کر مُسلمان ہو جائیں اور ایک بہادر ہم میں سے کم ہو جائے۔ مگر حضرت حمزہؓ انتقام لے کر حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ اے بھتیجے تو غم نہ کھا میں نے اس ملعون کا سر توڑ دیا ہے۔ اب تجھے خوش ہونا چاہئے۔ حضرت رسولؐ نے جواب دیا کہ خوش تو مَیں اُسوقت ہونگا جب تم کو مُسلمان دیکھونگا۔ حضرت حمزہؓ نے کہا اسی نیت سے آیا ہوں۔ یہ سُن کر آپؐ جوشِ مسرّت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے چچا جان کا سر چوم لیا۔

جب کُفّار کا ظلم اور ستم حد سے زیادہ گذر گیا۔ تو ابوطالب نے بنی ہاشم کو جمع کر کے آپؐ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ اس طرح پر کچھ عرصہ کے لئے سختی کسی قدر کم ہوگئی۔ مگر اب کُفّار نے آزار رسانی کا ایک اور طریقہ نکالا۔ ان لوگوں نے یہ عہد کر لیا کہ ان کے متعلّقین یا لونڈی غلاموں میں سے اگر کوئی مُسلمان ہو جائے تو اُسے سخت اذیّت دی جائے۔ اس عہد پر اُنہوں نے سختی سے عمل کرنا شروع کیا۔ جب دوپہر ہو جاتی تھی تو وہ غریب مسلمانوں کو پکڑ کر تیز دھوپ

میں زمین پر لٹا دیتے تھے۔ زمین اُسوقت لوہے کے توے کی طرح گرم ہوتی تھی۔ اور تمام جسم جلا دیتی تھی۔ پھر چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ گرم ریت بدن پر بچھا دیتے تھے۔ لوہا آگ پر سُرخ کر کے اس سے مسلمانوں کے جسم داغ دیتے تھے۔ پانی میں غوطے دے دے کر بے حال کر دیتے تھے۔

خبّاب بن الارت جب غلام بنا کر بکے تو اُم انمار نے خرید لیا جب آپ اسلام لائے تو ظالموں نے آپؓ کو لیجا کر چت زمین پر گرم کوئلے بچھا کر لٹا دیا۔ اسوقت ایک آدمی آپؓ کی چھاتی پر پاؤں رکھکر کھڑا ہوگیا۔ اور اسوقت چھوڑا کہ جب کوئلے سرد ہوگئے۔ ان کوئلوں کے داغ برص کے داغوں کی طرح تمام عمر آپ کی پیٹھ پر رہے۔

حضرت بلالؓ جو مؤذن اسلام کے لقب سے مشہور ہیں حبشی النسل تھے۔ آپ اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ امیّہ ایک بڑا دولتمند تاجر تھا۔ یہ حضرت بلالؓ کو بالو پر ہر روز ننگی پیٹھ لٹا دیتا تھا اور پھر سینے پر ایک وزنی پتھر رکھکر کہتا تھا۔ کہ جب تک دین محمّدی سے باز نہ آئیگا یہی حالت رہیگی۔ حضرت بلالؓ کی حالت نزع کی حالت ہو جاتی تھی۔ مگر احد احد کا کلمہ برابر جاری رہتا تھا۔ دن کو تو یہ تکلیف دی جاتی تھی اور رات کو ایک تنگ و تاریک مکان میں بند کر کے صبح تک کوڑے پڑتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس طرف گذر ہوا حضرت بلالؓ کی آہ وزاری سُن کر بیتاب ہوگئے۔ اور اُمیّہ کو چالیس اوقیہ چاندی اور ایک رومی غلام دے کر خرید لیا۔ اور رسُولؐ پاک کی خدمت میں پیش کر کے آزاد کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اسی طرح چھ لونڈی غلام خرید کر آزاد کئے۔

زنیرہ حضرت عمرؓ کے کُنبہ کی لونڈی تھیں۔ ابوجہل نے اس کو اسقدر مارا کہ اُس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ گناہ صرف یہ تھا کہ مُسلمان کیوں ہوئیں۔ انہیں بھی حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کیا۔

لبنیۃ غریب کنیز کو حضرت عمرؓ سخت مارا کرتے تھے جب مارتے مارتے تھک جاتے تھے۔ تو ٹھہر جاتے تھے پھر تازہ دم ہو کر مارا کرتے تھے ان کو بھی حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر

آزاد کیا۔

نہدیتہ اور ام عبیس کنیزوں کو مسلمان ہونے کے جرم میں سخت عذاب دیا گیا۔ آخر ان کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے خرید کر آزاد کیا۔

ابوفکیہہ غلام اُمیہ تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو اُمیہ نے اس کے بالوں میں رسّی باندھ آدمیوں سے کہا کہ گھسیٹتے ہوئے لیجاؤ۔ ایک دفعہ اُن کے سینے پر اسقدر بھاری پتھر رکھدیا کہ ان کی زبان نکل پڑی۔

سُمیتہ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں۔ عمارؓ پر بھی ظالموں نے بہت ستم کئے جب سمیتہ مسلمان ہوئیں تو ابوجہل نے برچھی مار کر مار ڈالا۔ یاسر حضرت عمارؓ کے والد کو بھی مشرف بہ اسلام ہونے پر عذاب دے دے کر ہلاک کر دیا۔

حضرت عثمانؓ جب اسلام لائے تو اُن کے چچا نے ان کو رسّی سے باندھ کر مارا۔

سعید بن زید جو حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی تھے جب مسلمان ہوئے۔ تو حضرت عمرؓ نے انہیں رسیوں سے باندھ دیا۔

حضرت زبیر بن العوام کے مشرف بہ اسلام ہونے پر اُن کے چچا نے ان کو چٹائی میں لپیٹ دیا۔ اور اُن کے ناک میں دھوئیں کی دھونی دی۔

حضرت رسالت مآب صلعم کے پیرو یہ تکلیفیں اُٹھاتے تھے۔ مگر دامن استقلال کو نہ چھوڑتے تھے وہ نشہ وحدت سے سرشار دل وجان سے ایمان کے خریدار تھے۔ یہ ہولناک سفاکیاں سہتے تھے۔ اور زبانِ حال سے کہتے تھے ؎

یہ وہ نشہ نہیں جسے تُرشی اُتار دے

جب کُفار نے تُرش رو ہو کر آنحضرت صلعم کو کعبہ شریف میں نماز پڑھنے سے روک دیا تو آپ نے دلگیر ہو کر جناب باری میں دُعا کی کہ اے کارساز اپنے دین کو عمرؓ یا ابوجہل کے ایمان لانے سے قوی کر دے۔ یہ شرف حضرت عمرؓ کی قسمت میں لکھا ہُوا تھا۔ جب سعید بن زید آپ کے بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر آپ کو پہنچی تو غضبناک ہو کر اپنی بہن کے گھر گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں۔ اور اندر سے پڑھنے کی آواز آتی ہے۔ آپ نے پکارا بہن

Marfat.com

ڈر گئی اور وہ صحیفہ جس پر آیات قرآن تحریر تھیں چھپا دیا۔ آپ نے اپنی بہن کو خوب مارا یہانتک کہ خون جاری ہوگیا۔ آپ کی ہمشیرہ نے جن کا نام فاطمہ تھا رو کر کہا کہ اگر تم مجھے مار بھی ڈالو تو بھی مَیں اسلام سے مُنہ نہیں موڑونگی۔ یہ سُن کر آپ نے کہا اچھا مجھے دکھاؤ تم کیا پڑھ رہی تھیں۔ اُنہوں نے وہ صحیفہ آگے رکھدیا۔ اُٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ خدا کی تسبیح خواں ہے اور خدا ہی قادر اور حکمت والا ہے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔ آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ خدا پر اور اُس کے رسُولؐ پر ایمان لاؤ تو آپؓ کی حالت غیر ہوگئی۔ آپ اسوقت شمشیر بکف تھے۔ گھر سے رسُولِؐ پاک کی ہلاکت کے ارادہ سے نکلے تھے راہ میں یہ سُن کر کہ بہن بھی مسلمان ہوگئی ہے۔ اس طرف چلے گئے۔ جس وقت کلام الٰہی کی تاثیر سے اُن کا دل جو فولاد کی طرح سخت اور سنگ فلاخن کی طرح کرخت تھا موم ہوگیا تو آپ وہاں سے ارقم میں پہنچے۔ جہاں اسوقت رسُولؐ خدا دروازہ بند کئے پناہ گزین تھے۔ جب صحابہ نے جو اُسوقت موجود تھے حضرت عمرؓ کی آواز سُنی تو گھبرائے۔ حضرت حمزہؓ بھی موجود تھے۔ اُنہوں نے کہا دروازہ کھولدو اگر اُس کی نیّت فاسد ہے۔ تو اُسی کی تلوار سے اُس کا سر قلم کردوں گا۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو رسُولؐ خدا نے فرمایا۔ اے عمرؓ کس ارادہ سے آیا ہے۔ نبوت کی بارُعب آواز سے حضرت عمرؓ کی زبان پر بے ساختہ کلمہ شہادت جاری ہُوا۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ نے اللہ اکبر کہا اور تمام صحابہ نے ملکر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ اس نعرہ کی آواز خانہ کعبہ تک سُنائی دی۔

اگرچہ حضرت حمزہؓ جیسے شجاع اور بہادر یگانہ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے تاریخ اسلام میں ایک نئے دَور کا آغاز ہُوا۔ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے پر مسلمانوں نے علانیہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔

قریش نے رسولِ مقبولؐ کو تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کے لئے نہ صرف جور و جفا ظلم و ستم۔ جلّادی اور سفّاکی سے کام لیا بلکہ اور بھی طرح طرح کے جتن کئے۔ عتبہ بن ربیعہ کو آپکی خدمت میں اِس لئے بھیجا کہ وہ آپ کو طمع دیکر منحرف کردے۔ عتبہ نے حاضر ہو کر کہا کہ اے

محمدؐ تم کو کیا درکار ہے۔ اگر مکّہ کی ریاست مطلوب ہے تو موجود ہے۔ اگر کسی خاندانی عورت سے شادی کی خواہش ہے تو انتظام ہو سکتا ہے۔ دولت کا سامان تیار ہے۔ تمام مکّہ تمہارا تابع فرمان ہونے کو آمادہ ہے بشرطیکہ تم ان باتوں سے باز آؤ۔ آپؐ نے جواب میں قرآن شریف کی آیات اُسے سُنائیں۔ جب عتبہ واپس گیا تو اُس کی قلب ماہیت ہو چکی تھی۔ اُس نے واپس جا کر کہا کہ محمدؐ کا کلام شاعری نہیں ہے کوئی اور چیز ہے اُس کو اُس کے حال میں رہنے دو۔

کُفّار کا اسقدر زور تھا۔ کہ کسی کو مجال نہ تھی کہ قرآن شریف حرم کعبہ میں بلند آواز سے پڑھے۔ عبداللہ بن مسعود جب اسلام لائے تو اُنہوں نے کہا کہ مَیں یہ فرض ادا کرتا ہوں۔ لوگوں نے ہر چند منع کیا وہ نہ رُکے اور مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ الرحمٰن پڑھنا شروع کی۔ کُفّار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور اُن کا مُنہ تھپڑ مار مار کر زخمی کر دیا۔ اللہ غنی وہ کسقدر باحوصلہ انسان تھے۔ مار کھائی۔ مُنہ سُرخ ہو گیا۔ چہرے پر نشان پڑ گئے۔ مگر جہاں تک پڑھنا تھا وہاں تک پڑھ کر ہی چھوڑا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ۵ سنہ نبوئی میں رسُول اللہؐ کے ایما سے غریب مُسلمانوں نے کُفّار کے ظُلم سے تنگ آ کر ہجرت کی۔ مَیں کہتا ہوں کہ جن گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی وہ سب سقیم الحال یا کم حیثیت نہ تھے ان میں حضرت عثمانؓ۔ زبیر اور عبدالرحمٰن جیسے بارسوخ اور بااقتدار اصحاب بھی تھے۔ اصل مطلب ہجرت کا کچھ اور تھا۔ مصلحت یہ تھی کہ مہاجرین جائیں اور نُور اسلام کی شعاعیں ساتھ لیجائیں اور اس کی روشنی پھیلائیں۔ ان مہاجرین میں حضرت رسالت مآبؐ کی صاحبزادی رقیہؓ بھی تھیں جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ تھیں اور ابو سلمہ معہ اپنی زوجہ ام سلمہ بھی تھے۔ ام سلمہؓ بیوہ ہو کر رسُولؐ پاک کے عقد میں آئیں۔

ان ایام میں حبش کا بادشاہ نجاشی اصحمہ تھا جس طرح مصر کے بادشاہ کو خدیو اور روم کے بادشاہ کو سلطان کہتے ہیں اس زمانہ میں حبش کے فرمانروا کو نجاشی کہتے تھے۔ ماہ رجب میں ان مہاجرین نے حبش کی جانب سفر کیا۔ بندرگاہ پر انہیں فی کس پانچ درہم دینے پڑے اور بخیریت تمام حبش میں پہنچ گئے۔ چند دن حبش میں رہکر پھر وطن کو واپس

Marfat.com

آئے یہاں کفار کو پھر برسر پرخاش اور آمادۂ فساد دیکھ کر پھر وطن سے رخصت ہوئے اس دفعہ مہاجرین کی تعداد ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں تک پہنچ گئی ان میں حضرت جعفرؓ بن ابو طالب برادر حضرت علیؓ بھی تھے۔ جب قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو جل کر کوئلہ ہو گئے فوراً دو سفیر چمڑہ بطور تحفہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجے جنہوں نے حبش پہنچ کر درباری پادریوں کو رشوت دیکر اپنے ساتھ ملا لیا اور درخواست کی کہ مفرور اُن کے حوالہ کر دیئے جائیں نجاشی نے مہاجرین کو اپنے روبرو بلایا اور کہا کہ وہ کلام جو تمہارا پیغمبرؐ کلام الٰہی بیان کرتا ہے مجھے سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے پہلے مسلمانوں کی طرف سے تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم جاہل تھے۔ بت پرست تھے۔ مردار خوار تھے۔ ہمسائیوں کو ستاتے تھے۔ خدا نے ہم میں سے محمدؐ کو پیغمبر بنایا اُس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اُس کی تعلیم یہ ہے کہ شرک سے باز آؤ۔ بتوں کو نہ پوجو۔ سچ بولو۔ اپنے وعدے وفا کرو۔ انصاف کرو۔ رحم سے کام لو۔ ہمسایوں کے حقوق پہچانو۔ عورتوں پر بہتان نہ لگاؤ۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ گناہوں سے بھاگو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ روزے رکھو۔ اے بادشاہ ہم اُس کے پیرو ہیں۔ ہم نے خدا کو ایک جان کر اُس کی پرستش شروع کی ہے۔ شرک سے بیزار ہیں اسلئے ہماری قوم ہم سے بگڑ بیٹھی ہے اور درپے آزار ہے۔ ہم تیرے ملک میں اُن کے ظلم سے بچنے کے لئے آئے ہیں۔ اس تقریر کے بعد جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات پڑھیں جس سے اہل دربار اور نجاشی پر رقت طاری ہوئی اور وہ رونے لگے۔ نجاشی نے وجد کی حالت میں کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰؑ پر اُترا ہے ایک ہی چراغ کا پرتو ہے اور جس نبی کی حضرت مسیحؑ نے بشارت دی ہے وہ یہ ہی محمدؐ رسول اللہ ہیں یہ کہا اور قریش کے سفیروں کو دربار سے نکلوا دیا۔ قریش کے سفیر دوسرے دن اور چال چلے انہوں نے پھر دربار تک رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا کہ جہاں پناہ ان کو حضرت عیسےٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے قطعی انکار ہے۔ نجاشی نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ مہاجرین حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے حضرت جعفرؓ نے کہا جو ہونا ہے ہو ہم سچ بولینگے۔ جب نجاشی نے پوچھا کہ تمہارا پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کیا کہتا ہے تو جعفرؓ نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کا

Marfat.com

بندہ اور پیغمبر ہے۔ نجاشی نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ یہ سُن کر سفیر اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئے۔

طبری اور چند دیگر تاریخوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک دن رسُول خدا سورۂ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے جب آپ نے یہ آیت پڑھی ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے۔

تِلْکَ الْغرانیق العلےٰ وان شفاعتھن لترتجی

یعنے یہ بُت واجب التعظیم ہیں ان کی شفاعت قبول ہے۔

یہ قصّہ سراسر بیہودہ اور ناقابل اعتبار ہے اور علّامہ عینی۔ علّامہ نودی نے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

اصل معاملہ یُوں ہے۔ آپ قرآن شریف ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے جب آپ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ پر پہنچے تو کسی شیطان کافر نے یہ خیال کر کے کہ آگے بُتوں کی ہجو ہوگی غُل مچانا شروع کیا اور یہ کہنا شروع کیا۔

تِلْکَ الغرانیق العلی وَاِنّ شفاعتھنّ لترتجی

آپ تلاوت میں مشغول تھے اس کا ردّ نہ فرمایا سب نے یہ سمجھا کہ رسُول خدا کا بھی یہ ہی مطلب تھا۔ جسوقت آپ کو یہ حال معلوم ہُوا تو نہائیت جوش کے ساتھ اس فاسد خیال کی تردید کی۔

حضرت ابوبکرؓ نہائیت فیاض اور بارسوخ انسان تھے یہ بھی کُفّار کی شرارت سے تنگ آگئے اور انہوں نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ ابن الدغنہ نے ان کو روکا اور سرداران قریش سے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی ایسے مہمان نواز کو مکّے سے نکالتے ہو۔ قریش نے کہا ان کو کہدو۔ بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے چند دن تک ایسا کیا پھر اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی اور بلند آواز سے تلاوت شروع کردی۔ قریش نے ابن الدغنہ سے شکائیت کی اُس نے ان کو کہا کہ اب مجھ سے تمہاری حفاظت نہیں ہوسکتی آپنے جواب دیا مجھے صرف خدا کی حفاظت درکار ہے اور بس۔

نبوّت کے ساتویں سال میں جبکہ محرّم کا مہینہ تھا مُسلمانوں کو تنگ اور رسُول پاک کو

Marfat.com

دق کرنے کے لئے قریش نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ جب تک بنی ہاشم محمدؐ کو قتل کے لئے اُن کے حوالہ نہ کر دیں کوئی شخص اُن سے نہ ملے نہ اُن سے خرید و فروخت کرے نہ اُن سے رشتہ کرے۔ یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور در کعبہ پر لٹکایا گیا۔

ابو طالب حالت مجبوری میں اپنے تمام خاندان ہاشم کو لیکر پہاڑ کے ایک درّہ میں جو اُن کے خاندان کا موروثی تھا اور جس کو شعب ابو طالب کہتے تھے پناہ گزین ہوئے۔ یہاں تین سال اُس نے نہایت مصیبت کے کاٹے۔ صحابہ نے پتّے کھا کھا کر دن گذارے۔ سعد وقاص نے ایک دفعہ چمڑے کا ٹکڑہ دھو کر بھُون کر کھایا۔ حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا آپؐ کو کچھ گیہوں ایک غلام کے ہاتھ بھیجے۔ ابوجہل نے دیکھ لیا۔ غلام کو دھمکایا اور گیہوں چھین لئے۔ آخر مطعم۔ ہشام۔ عدی بن قیس وغیرہ کی کوشش سے جس کا ابوجہل نے سخت مقابلہ کیا یہ معاہدہ چاک کیا گیا اور بنی ہاشم اس درّہ کی مصیبت سے آزاد ہوئے۔

نبوّت کے دسویں سال کو عام الحزن کہتے ہیں یہ نام اسلئے رکھا گیا کہ اس سال میں پیمبرؐ آنحضرت کو دو صدمے ہوئے۔ پہلا صدمہ یہ تھا کہ شعب ابو طالب سے نکلنے کے چند ماہ بعد ابو طالب نے ۸۰ سال کی عُمر میں داعی اجل کو لبّیک کہا۔ جب ابو طالب کا آخری وقت تھا تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیتہ موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ چچا جان دم واپسیں ہے کلمہ پڑھ لیجئے۔ ابوجہل اور عبداللہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا باپ دادا کے دین سے منحرف ہو جاؤ گے۔ ابو طالب نے کہا کہ مَیں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں۔ پھر رسُول خداؐ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ مَیں کلمہ پڑھتا مگر قریش کہینگے کہ یہ موت سے ڈر گیا۔ صحیح بخاری کی یہ روائت ہے کہ ابو طالب کافر ہی اس جہان سے گئے۔ ابن اسحاق راوی ہے کہ دم نزع ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباسؓ نے کان دھر کے سُنا تو وہ کلمہ پڑھ رہے تھے۔ ابو طالب کے انتقال کیوقت رسُولؐ خدا نے فرمایا کہ مَیں انکی مغفرت کی دُعا کروں گا۔ رسُولؐ خدا کی دُعا خالی نہ جائیگی۔ ابو طالب جس نے رسُولؐ پاک کی خاطر تمام قریش کو دشمن بنا لیا۔ مصیبتیں

Marfat.com

سہیں۔ آفتیں جھیلیں مگر اُن کی رفاقت نہ چھوڑی۔ اپنی اولاد سے زیادہ آنحضرتؐ کو عزیز سمجھا ضرور بخشا جائیگا اور وہ جنّتی ہوگا۔

ابھی ابوطالب کی وفات کا غم تازہ ہی تھا کہ جناب حضرت خدیجہؓ نے رمضان کے مہینے میں اس دارفانی سے رحلت کی اسوقت آپ کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ آپ مقبرہ حجونؔ واقعہ مکہ معظمہ میں دفن ہوئیں۔

حضرت اُمّ المومنین خدیجہؓ پچیس سال تک آپؐ کی مونس و ہمدم رہیں۔ آپؓ نے اپنا تمام مال آپؐ پر قربان کردیا اور سب سے پہلے رسُول پاک کی نبوت کی تصدیق کی۔ جناب رسُولؐ کو بھی آپؓ سے عشق تھا۔ آپؐ کی موجودگی میں آپنے دوسری شادی نہیں کی اور اُن کی وفات کے بعد جب کبھی اُن کا ذکر آتا تھا تو آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ آپ کی محبت کا اندازہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ جنگ بدر میں آپ کے داماد ابولعاص جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بمعہ دوسرے کافروں کے قید ہوکر آئے۔ جب قریش نے فدیہ بھیج کر قیدیوں کو چھڑایا تو ابولعاص کی بی بی اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب نے بھی فدیہ بھیجا۔ اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی زینب کو جہیز میں دیا تھا۔ جب رسُولؐ خدا نے وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور اسقدر رقت طاری ہوئی کہ آنسو جاری ہوگئے۔

ایک دن آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ خدیجہؓ کی بہن ہالہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپنے فرمایا کہ خدیجہؓ کی بہن آئی ہے۔ حضرت عائیشہؓ نے کہا کہ اب تک آپ کو ضعیفہ خدیجہؓ نہیں بھولتی حالانکہ آپؐ کو خدا نے اس سے بہتر بی بی دی ہے۔ رسُولخدا نے رو کر فرمایا کہ قسم ہے خدا کی مجھے خدیجہؓ سے بہتر بی بی نہیں ملی۔ خدیجہؓ نے سب سے پہلے میری نبوت کی تصدیق کی اور جب میں تنگ دست اور بے زر تھا اپنا تمام مال مجھے دیدیا۔

حضرت خدیجہؓ سے رسُول خداؐ کے ہاں دو بیٹے قاسمؑ اور عبداللہؑ اور چار بیٹیاں زینبؓ۔ رقیہؓ۔ کلثومؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں دونوں بیٹیوں کا بچپن میں ہی انتقال

ہوگیا۔ بیٹیوں میں سے حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص سے ہوا حضرت رقیہؓ اور حضرت کلثومؓ دونوں حضرت عثمانؓ سے بیاہی گئیں اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرہؓ خاتون جنت حضرت علیؓ کے حبالہ عقد میں آئیں۔

نبوت کے دسویں سال میں حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول خدا نے جناب حضرت عائیشہ صدیقہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے نکاح کیا۔ اسوقت حضرت عائیشہؓ کی عمر چھ سال کی تھی۔ اس نکاح کی کیفیت اس طرح سے ہے۔ کہ ایک دن کفار نے آنحضرتؐ کو بہت دق کیا۔ آپؐ جب گھر تشریف لائے تو نہایت کشیدہ خاطر تھے اسوقت آپؐ کو جناب حضرت خدیجہؓ کی غمخواری یاد آئی اور زیادہ افسردہ ہوئے۔ اتفاق سے حکیم بن الاقص کی بیٹی اور عثمان بن مظعون مشہور صحابی کی بیوی خولہ آپکے پاس آئیں اور کہا کہ آپؐ نکاح کیوں نہیں کر لیتے پیغمبرؐ صاحب نے فرمایا کہ کیا کروں اور کس سے کروں اسنے کہا کہ اگر آپؐ کواری عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ابوبکرؓ کی بیٹی عائیشہؓ ہے اگر بیوہ چاہتے ہیں تو زمعہ کی بیٹی سودہ ہے۔ حضرت نے کہا کہ اچھا تم ابوبکرؓ اور زمعہ کے پاس جاؤ۔ خولہ خوشی خوشی ابوبکرؓ کے گھر گئی اور ان کی زوجہ ام رومان کو پیغام دیا انہوں نے کہا کہ عائیشہؓ کا باپ اور رسول خدا بھائی بنے ہوئے ہیں اس حساب سے وہ عائشہؓ کے چچا ہوئے یہ نکاح کس طرح ہو سکتا ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ گھر آئے اور حضرت عائیشہؓ کی والدہ نے ان سے ذکر کیا تو انہوں نے بھی یہ ہی اعتراض پیش کیا۔ خولہ پیغمبرؐ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہ عذر پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ابوبکرؓ دینی بھائی ہیں قرابتی بھائی نہیں ہیں ایک دینی بھائی کی لڑکی سے دوسرے دینی بھائی کا نکاح ہو سکتا ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے پیغمبرؐ صاحب کا جواب سنا تو اسی وقت آپؐ کو بلا کر حضرت عائیشہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضرت عائیشہؓ کی عمر اسوقت چھ سال کی تھی اسلئے آپؓ رخصت نہیں کیگئیں۔ ہجرت مدینے کے ایک برس بعد جبکہ ان کی عمر نو برس کی تھی وداع کی گئیں پیغمبرؐ صاحب کے ازدواج میں صرف ایک یہ ہی کنواری تھیں باقی سب دہاجنیں۔ آپ چھٹی پشت میں باپ کی طرف سے رسولؐ پاک سے ملتی ہیں۔

Marfat.com

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کے اُٹھ جانے سے قریش اور بھی زیادہ بے باک۔ بے لگام اور فتنہ پرداز ہو گئے اور رسولؐ خدا کو نہایت سنگدلی سے ستانا شروع کیا۔ ایک دن آپؐ رستہ میں جارہے تھے کہ ایک جہنمی نے آپؐ کے فرق مبارک پر مٹی ڈالدی۔ آپ اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔ آپؐ کی صاحبزادی جناب فاطمہؓ نے جب یہ حال دیکھا تو پانی لیکر آئیں آپ پانی ڈالتی تھیں اور روتی جاتی تھیں حضرت نے پیار کیا اور تسلی دی۔

جب کُفّار کی شرارت بہت بڑھ گئی تو آپ نے طائف کی طرف توجہ کی جو مکّہ کے جنوب میں ایک سرسبز اور شاداب جگہ ہے۔ آپؐ کا ارادہ تھا کہ طائف جاکر بنی ثقیف کو دعوت اسلام دیں۔ روانگی سے پہلے آپ نے جناب سودہ سے نکاح کر لیا۔ یہ بیکس بیوہ تھیں اور عُمر میں غالباً آپؐ سے بڑی تھیں اُس کی حالت زار دیکھ کر بہ نظر ترحم نکاح کر لیا۔ یہ نکاح آپ نے مستورات کی دستگیری کی نظیر قائم کرنے کو کیا۔ اس سے پہلے آپؐ کا نکاح حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ سے ہو چکا تھا مگر وہ صغیر سن تھیں اور رسولِ خدا کو خانہ داری کے انتظام کے لئے ایک مدبّرا اور معمّرا اور سلیقہ شعار عورت کی ضرورت تھی۔

رسُول پاکؐ پا پیادہ مکّہ معظّمہ سے طائف روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ صرف زید بن حارثہ تھا۔ اہل طائف میں آپؐ ایک ماہ تک رہے مگر آپکی پند سودمند کیطرف کسی نے توجہ نہ کی بلکہ آپؐ کی ہنسی اُڑائی۔ یہ لوگ غرور کے گھوڑے پر سوار تھے۔ انانیت مجسم تھے۔ اپنے آپ کو فرعون سمجھتے تھے۔ طنزاً کہنے لگے اگر خدا نے کسی رسُولؐ کو بھیجنا تھا تو کسی معزز سردار کو خلعت پیغمبری عطا کرتا۔ ایک بے نوا مُسافر کو ہماری ہدایت کا کیا حوصلہ ہے۔ آخر اُنہوں نے بازاری لونڈوں اور شہر کے اوباشوں کو بھڑکا دیا وہ آپؐ کے پیچھے ہو لئے آوازے کسے۔ تالیاں بجائیں اور آپؐ پر پتھّر پھینکے حتےٰ کہ آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ آپؐ نے زخموں سے چُور ہو کر ایک باغ میں پناہ لی۔ اس باغ کا مالک عتبہ بن ربیعہ اگرچہ کافر تھا مگر رحمدل تھا اُس نے آپؐ کو ایک رکابی میں انگور بھیجے۔

ابن ہشام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔

پنڈلیوں سے خون صاف کر رہے تھے اور کہتے تھے۔

"اے خدا میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور جو ذلّت میری لوگوں میں ہوئی ہے اسکی شکائیت کرتا ہوں تو ارحم الراحمین ہے تو کمزور اور عاجز بندوں کا پالنے والا اور مجھ جیسے درماندہ کی ڈھارس بندھانے والا ہے۔ تو مجھے کس کے قبضہ میں دیتا ہے کیا ایسے بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر بدمزہ ہوتا ہے یا ایسے دشمن کے حوالہ کرتا ہے جو میرے کام مالک بنائے اگر تو ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کا خوف نہیں ہے۔ تیرا امیدان عافیت میرے واسطے کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے نور کی جس سے اندھیرے میں اجالا ہو جاتا ہے اور دین کے کام درست ہو جاتے ہیں پناہ پکڑ کر عرض کرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر تیرا عذاب نازل ہو اور تو مجھ سے ناراض ہو جائے۔ بدیوں سے بچنا اور نیکی کی قوت تیری مہربانی پر موقوف ہے"

طائف سے ناکام واپسی کی خبر مکّہ میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ کفّار اس بات پر اڑے ہوئے تھے کہ اگر رسولؐ خدا مکّہ میں واپس آئیں تو شہر میں گھسنے کی اجازت نہ دی جائے اسلئے واپسی پر آپؐ نے چند دن نخلہ میں قیام کیا پھر حراء میں تشریف لائے آخر مطعم بن عدی کی حمائیت سے مکّہ میں داخل ہوئے مطعم مسلمان نہ تھا مگر نیک طینت تھا وہ اونٹ پر سوار ہو کر ساتھ ہو لیا اُس کے بیٹے ننگی تلواریں لئے ہوئے ساتھ تھے جب حرم کے پاس آیا تو پکارا کہ میں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) کو پناہ دی ہے۔ اُس دن تو کچھ نہ ہُوا لیکن جب پھر رسُولؐ خدا وعظ کے لئے نکلے تو کفّار نے مطعم کو بھی بہت بُرا بھلا کہا۔ آپؐ کی شان نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کے لئے مطعم بھی مطعون خلائق ہو آپ نے لوگوں کو بہ آواز بلند کہدیا کہ اب میں مطعم کی پناہ میں نہیں ہوں۔ اُسے کوئی نہ چھیڑے۔ میری جائے پناہ میرا پیدا کرنے والا ہے۔

ایک دن آپؐ حرم میں مشغول نماز تھے۔ قریش کے کئی سردار بھی موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کون ہے جو اسوقت جائے اور اونٹ کا اوجھ نجاست سمیت کہیں سے لے آئے۔ جب یہ سجدے میں جائینگے تو میں ان کی گردن پر ڈالدوں گا۔ عقبہ نے کہا کہ یہ کام میرا ہے۔ وہ گیا اور اوجھ لے آیا اور آپؐ کی گردن پر ڈالدی۔ قریش خوشی سے ناچنے لگے۔

حضرت فاطمہؓ کی عمر اسوقت پانچ چھ سال کی تھی دوڑی آئیں اوجھ کو ہٹا کر جیسا کہ بچوں کا قاعدہ ہے عقبہ کو بددعائیں دیں۔

اے خاک پاک مکہ تجھ میں خدا کا گھر ہو اور تیرے فرزند خدا کے رسولؐ کی یہ گستاخیاں کریں۔ کیوں نہ تیری ریتلی زمین پھٹ گئی اور یہ شقی اُس میں سما گئے کیوں نہ عرب کی بلاخیز بادسموم نے آندھی بن کر اُن کو اندھا کر دیا۔ کیوں نہ ان کے بے ادب ہاتھ ٹوٹ گئے کیوں نہ ان کی گستاخ آنکھیں پھوٹ گئیں اور کیوں نہ ان کے حسد سے لبریز دل لہو ہو کے بہ گئے۔ لیکن ایسا کیوں ہوتا۔ خدائے پاک نے عالم کو دکھانا تھا کہ میرا حبیب تحمل۔ استقلال اور بُردباری کا آسمان ہے۔ تلوار کی جھنکار اور خنجر کی دھار۔ فتنہ وشر کی آگ اور سیاہ قلب کُفّار اُس کے حوصلے کو ہرگز پست نہیں کر سکتے۔ ہاں خالق بلندی پستی نے دکھانا تھا کہ میرا حبیب کوہ وقار ہے سازشوں اور شرارتوں کی لہریں اُسکے مستحکم قدموں سے اپنا سر ٹکرائینگی اور پاش پاش ہو جائینگی اور اس کے استحکام میں سرِمو جنبش نہ آئیگی۔

باب (۵)

معراج اور ہجرت

نبوت کا دسواں سال اسلیئے مشہور ہے کہ اس سال میں آپ کو رتبۂ معراج عطا ہوا۔ سُبحان الذی اسرے میں اس کا بیان ہے۔ حق تعالےٰ نے اپنے حبیب کو اپنی قُدرت اپنی عظمت اپنی رحمت کا نظارہ آنکھوں سے دکھا کر ایقان کامل کے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا اور خلعت اصطفےٰ سے سرفراز کر کے تحفہ نماز پنجگانہ عطا فرمایا۔ اسوقت سے پانچ وقت کی نماز فرض ہو گئی۔ یہ تحفہ نورانی بارگاہ صمدیت سے آپ لیکر آئے

اور دریا دلی سے اُمت کو بانٹ دیا۔

شب معراج کی کیفیت بعض مروّج اسلامی کتابوں میں اس طرح درج ہے۔ ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ تھی اور رسُولؐ خدا عالم خواب میں تھے کہ یکایک حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اُن کے ساتھ اسرافیل اور میکائیل بھی تھے۔ جبرائیلؑ براق لیکر آئے تھے۔ تینوں فرشتوں نے مل کر آپؐ کو براق پر سوار کیا اور براق آسمان کی طرف بلند ہُوا۔ سعدیؒ شیرازی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ نے اسی مضمون کو نظم کیا ہے ؎

سوارِ جہانگیر یکراں براق
کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

اسوقت حضرت کو آسمان و زمین کی نشانیاں نظر آرہی تھیں۔ ناگاہ کسی نے آپؐ کا نام لیکر آپؐ کو جانبِ راست سے پُکارا۔ پھر کسی نے جانب چپ سے آواز دی مگر آپؐ نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر سامنے سے ایک عورت نازنین پری چہرہ بناؤ سنگھار کئے ہوئے دکھائی دی اور آپ کو مخاطب کرنا چاہا مگر آپؐ نے اُس کی طرف بھی نہ دیکھا بعد اس کے آپ نے تھوڑی راہ طے کی تھی کہ آپ کے کان میں خوفناک دھماکے کی آواز آئی جس کو سُن کر آپؐ کو یک گونہ اضطراب لاحق ہُوا کچھ عرصہ کے بعد جبرئیلؑ نے آپکو ایک مقام پر اُتارا اور کہا کہ یہاں آپؐ نماز ادا کریں پھر کہا کہ آپؐنے اس مقام کو پہچانا یہ آپؐ کا مقام ہجرت ہے۔ نماز پڑھ کر آپ پھر سوار ہوئے اور بیت المقدس میں پہنچے۔ یہاں اُتر کر آپؐنے مسجد اقصا میں سابق نبیوں سے مُلاقات کی اور آپؐ نے امام بن کر سب کو نماز پڑھائی۔ بعد فراغت نماز غیب سے ایک طبق آیا جس میں تین پیالے تھے۔ ایک میں دودھ تھا۔ ایک میں پانی اور ایک میں شراب۔ آپؐنے دودھ کا پیالہ اُٹھایا اور تھوڑا سا پیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ دودھ نوش کرنے سے آپؐ کی اُمت راہ راست پر آگئی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا کہ اگر آپ راہ میں صدائے دست راست سے التفات فرماتے تو آپؐ کی اُمت یہود ہو جاتی۔ اگر آپؐ جانب چپ رجوع کرتے

Marfat.com

توآپؐ کی اُمّت نصاریٰ ہوجاتی اور اگر آپؐ اس کی طرف توجہ فرماتے جو سامنے سے آئی تھی توآپ کی اُمت دُنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی وہ عورت دنیا تھی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا کہ وہ آواز ہولناک جو آپؐ نے سُنی اُس کا ماجرا یہ ہے۔ کہ ستر ہزار برس ہوئے ایک پتھر دوزخ کے کنارے سے سَرک کر دوزخ میں گرا تھا اسوقت وہ زمین جہنم پر پہنچا ہے اور یہ آواز اُس کے گرنے کی تھی۔ رفتہ رفتہ رسُول خداؐ آسمان اوّل پر پہنچے۔ یہاں آپؐ نے ایک بلند قامت کریہ المنظر فرشتہ دیکھا جس کی صورت نہایئت دہشت ناک تھی آپؐ نے پوچھا کہ یہ کون ہے توجبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ مالک محافظ دوزخ ہے آپؐ نے اس سے سلام علیک کی اُس نے جواب دیا پھر مالک دوزخ نے آپؐ کو دوزخ دکھانے کے لئے ایک دَرہ کا دروازہ کھُولا۔ زبانۂ جہنم نے جوش مارا اور آسمان کی طرف بلند ہُوا۔ آپؐ نے خوف زدہ ہوکر کہا کہ اس کو کہدے دروازہ بند کردے یہ ہولناک منظر دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ اُس مقام سے آگے بڑھ کر آپؐ نے ایک فرشتہ دیکھا کہ اس کے دونوں زانوؤں کے درمیان تمام دُنیا تھی اُس کے ہاتھ میں ایک لوح نُور تھی اور وہ اس لوح کی طرف لگاتار دیکھ رہا تھا جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ملک الموت ہے جو ہمیشہ قبض ارواح خلق میں مشغول رہتا ہے۔ ملک الموت نے بعد سلام علیک کہا کہ تمام دُنیا میرے آگے ایک درہم کے برابر ہے جس طرح چاہوں گردش دوں اور حق سُبحانہٗ تعالےٰ نے دُنیا کو میرے لئے مسخر کردیا ہے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر آپؐ ایسے مقام پر آئے جہاں ایک جماعت کے روبرو چند خوان گوشت پاکیزہ اور چند خوان گوشت مُردار کے رکھے ہوئے تھے مگر اہل جماعت مُردار گوشت کھارہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو نہیں کھاتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ آپؐ کی اُمت سے ہیں جو دُنیا میں حلال ترک کرکے حرام کھایا کرتے ہیں۔ اسکے بعد آپؐ نے ایک ایسا فرشتہ دیکھا جس کا نصف بدن آگ کا اور نصف برف کا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک گروہ دیکھا کہ اُن کے ہونٹ مثل لب ہائے شتر تھے۔ فرشتے اُس کے ہونٹوں کو قینچی سے کترتے تھے اور اُن کے مُنہ میں ڈالتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ چشمک زن اور عیب بیں ہیں۔ آگے بڑھ کر آپؐ نے دیکھا کہ ایک گروہ کے سر فرشتے

Marfat.com

پتھروں سے کچل رہے تھے جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیند کو نماز پر ترجیح دی۔ آگے جاکر آپ نے ایک گروہ دیکھا کہ جن کے منہ میں فرشتے آگ ڈال رہے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم کرکے یتیم کا مال کھاتے ہیں۔ وہاں سے آگے آپ کا گذر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو سنگینئ جسم و شکم کے باعث اُٹھ نہ سکتے تھے جبرئیلؑ نے کہا یہ سود خوار ہیں۔ وہاں سے آگے آپ نے دیکھا کہ چند عورتیں پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ عورتیں ہیں کہ جنہوں نے زنا کیا اپنے خاوندوں کے مکان میں اور فرزندان زنا کو طرف شوہروں کے منسوب کیا۔ آسمان پنجم پر آپ نے ایک پیر مرد دراز چشم سے ملاقات کی جبرئیلؑ نے کہا یہ ہارون پسر عمران ہے۔ چھٹے آسمان پر آپ نے ایک مرد بلند و بالا کو کہ رنگ اُس کا گندم گوں تھا دیکھا اُسکے بدن پر بڑے بڑے بال تھے جبرئیلؑ نے کہا یہ موسٰےؑ بن عمران ہیں۔ ساتویں آسمان پر ایک فرشتے نے کہا کہ جناب خود حجامت کیجئے اور اپنی اُمت کو حجامت کا حکم دیجئے۔ یہاں آپ نے حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات کی۔ وہاں سے آپ بیت المعمور میں گئے اور دو رکعت نماز پڑھی جب آپ بیت المعمور سے باہر آئے تو آپ نے دو نہریں دیکھیں نہر کوثر سے آپ نے قدرے پانی پیا اور نہر رحمت میں غسل فرمایا۔ پھر آپ بہشت میں داخل ہوئے اور دونوں جانب ان نہروں کے اپنے گھروں اور اپنے اہلبیت کے گھروں اور اپنی زنانِ طاہرہ کے قصروں کو دیکھا۔ آپ نے خاک بہشت کو مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکی نہر ہائے بہشت میں شناوری کر رہی تھی آپ کو دیکھ کر کہنے لگی میں زید ابن حارثہ کی اولاد سے ہوں۔ بہشت کے مرغ اونٹ کے برابر اور بہشت کے باغ کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے۔ بہشت میں آپ نے ایک بڑا تناور درخت دیکھا کہ اگر کسی پرند کو اُسکی جڑ سے چھوڑ دیں اور سات سو برس تک پرواز کرے تو اُس کے گرد نہ پھر سکے۔ بہشت کے محلوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس میں اس درخت کی شاخ نہ ہو۔ جبرئیلؑ نے اس درخت کا نام طوبےٰ بتایا۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے طوبےٰ لهم وحسن مآب۔

Marfat.com

وہاں سے سدرۃ المنتہٰی تک تشریف لے گئے جہاں ہر برگ درخت طوبےٰ ایک امت عظیم پر سایہ کئے تھا۔ اس کے بعد آپؐ کو تنہا قرب معنوی بارگاہ ایزدی میں میسّر آیا مقام قاب قوسین اَو ادنےٰ تک پہنچے۔ یہاں جبرئیلؑ کو مجال رفاقت نہ تھی سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

بدو گفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام

جبرئیلؑ نے عرض کی ؎

اگر یک سر موئے برتر روم
فروغ تجلّے بسوزد پرم

اس خلوت میں نماز پنجگانہ کا تحفہ نور آپؐ کو عطا ہُوا۔ آپؐ نے اذان سُنی اور جس طرح بیت المقدّس میں نبیوں کے ساتھ نماز پڑھی تھی یہاں فرشتوں کے ساتھ امام بنکر نماز ادا کی۔ حکم پچاس نمازوں کا ہُوا تھا مگر حضرت موسیٰؑ کی تحریک پر آپؐ نے خالق سے پینتالیس نمازیں معاف کرالیں۔ گویا پانچ رہ گئیں۔

جناب مولوی پروفیسر سیّد نواب علی صاحب رضوی۔ ایم۔ اے۔ اپنی لاجواب کتاب تذکرۃ المصطفےٰ میں جس کو میں نے نہایت ذوق اور شوق سے پڑھا معراج کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"معراج کے واقعہ کو ہمارے شعرا کی رنگینیوں اور واعظین کی لن ترانیوں نے فسانہ بنا دیا ہے۔ جس طرح یہود نے معراج یعقوبؑ اور جبرئیلؑ کو عیسائیوں نے مکاشفات یوحنّا کو عجیب وغریب داستان بنا کر ظاہر پرستوں کو مسخر کر لیا اسی طرح بہت سے مسلمانوں نے معراج کو اس طور پر بیان کیا کہ حقیقت پر پردہ پڑگیا۔ متقدمین علما میں بعض معراج جسمانی کے قائل تھے بعض روحانی کے۔ صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا۔ مگر علمائے متاخرین نے یک طرفہ ڈگری دیدی اور معراج جسمانی کے قائل ہو گئے۔ متقدمین کا اختلاف رحمت تھا مگر متاخرین کا اختلاف فتنہ وفساد اور کُفر کے فتووں کی بھرمار ؎

Marfat.com

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

خداوند کریم ہم پر رحم فرمائے اور کتاب اللہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے"۔

غیر مذہب کے مؤرخ بعض تو معراج کے واقعہ سے منکر ہیں اور بعض اس کو خواب بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بہشت و دوزخ کی سیر عالم اجرام اور افلاک کا دورے خدائے بزرگ سے راز و نیاز کے لئے وقت درکار تھا اور رسولؐ پاک جب واپس آئے تو بستر تک گرم تھا۔ دم زدن میں یہ تمام باتیں کیسے ہوسکتی تھیں۔ پھر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۶۲ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ کا حوالہ دیا جاتا ہے یعنے اور خواب جو ہم نے تم کو دکھایا تو بس اس کو لوگوں کے ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ٹھہرایا۔ اور اسی طرح تھوہر کے درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کیگئی اور کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کو صاف خواب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علمائے متاخرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں جس خواب سے مطلب ہے وہ معراج نہیں ہے۔ پیغمبر آخر الزمان ہمیشہ خواب دیکھا کرتے تھے جو بعد ازاں سچے ثابت ہوتے تھے۔ یہ کسی ایک خواب کی طرف اشارہ ہے وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ معراج کے متعلق آیت صاف ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

سُبْحٰنَ الَّذِىْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

"پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک لیگیا جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں دے رکھی ہیں تاکہ دکھائیں چند نشانیاں قدرت کی وہی خدا سُننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

اِس آیت سے صاف ہے کہ معراج جسمانی تھا۔

مولانا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام امور جسم کے ساتھ بیداری میں ہوئے لیکن ایسے موقع میں جو عالم مثال و شہود میں برزخ کی طرح واقع ہے۔ سب کے احکام اس میں جمع تھے۔ بدن پر تمام روح کے احکام طاری تھے۔

Marfat.com

ہمارا اتفاق پروفیسر نواب علی صاحب سے ہے۔ امر اہم تنقیح طلب یہ ہے کہ آیا عزت معراج رسول خدا کو نصیب ہوئی۔ ہر ایک مسلمان کا یہ ایمان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اس کا جواب اثبات میں دیا جائے۔ رہا یہ سوال کہ آیا معراج جسمانی تھا کہ روحانی یہ چنداں ضروری نہیں۔ اگر جسمانی تھا تو روح جسم کے ساتھ تھی۔ اگر صرف روحانی تھا تو جسم کی ضرورت نہ تھی۔ خواہ روحانی ملاقات تھی خواہ جسمانی۔ ملاقات ضرور تھی۔ رسولخدا نے جسمانی آنکھوں سے یا روحانی آنکھوں سے وہ چیزیں دیکھیں جو کسی کو آجتک دیکھنی نصیب نہ ہوئی تھیں نہ آیندہ ہونگی۔ حبیب کبریا وہاں تک گئے جہاں تک آجتک نہ کوئی گیا نہ جا سکیگا۔ محمد مصطفےٰ کو وہ قرب نصیب ہوا جو آجتک نہ کسی کو ہوا تھا نہ آئندہ ہوگا ؎

قرب رسول حضرت موسیٰ سے پوچھئے
کتنا خدا کے گھر سے پرے کوہِ طور تھا

عزت ملاقات میں نوعیت سے فرق نہیں آتا پھر ناحق نوعیت پر جھگڑنا اور کج بحثی کرنا ہماری رائے ناقص میں دانشمندی سے بعید ہے۔

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ رسول خدا نے عرش پر جا کر کیا دیکھا اور وہاں کیا باتیں کیں تو ہم اس کا جواب یہ ہی دیسکتے ہیں کہ وہاں وہ دیکھا اور وہ سنا اور وہ سمجھا اور وہ سیکھا جو آپ نے ہم کو قرآن پاک میں سکھایا پڑھایا اور بتایا ہے۔ اس سے زیادہ جو کچھ دیکھا وہ ہماری ناقص سمجھ سے باہر ہے۔ اور ہمارا مذہب اور ادب ہم کو اجازت نہیں دیتا کہ ہم خیالی گھوڑے دوڑائیں۔ ہماری عقل خام ہے یہ وہ راستہ ہے کہ جہاں عقل کے سبک رفتار رہوار قدم قدم پر سکندری کہاتے ہیں اگر ان کو ایک قدم آگے بڑہایا جائے تو دس قدم پس پا ہوتے ہیں ؎

تواں در بلاغت بہ سحبان رسید
نہ در کنہ توحید سبحان رسید

اس قادر مطلق کے آگے جو ؎

زابر افگند قطرۂ سوئے یم
زصلب آورد نطفۂ در شکم

جو اجسام فلکی کے بھاری اجسام خلا میں معلق رکھتا ہے جو ہوائی جہاز آسمان پر اڑاتا ہے اپنے خاص خاصان کو خلوت خاص میں جسم کے ساتھ بلانا کیا مشکل تھا۔ یہ اسی ملاقات کا نتیجہ تھا کہ ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

ہمیں اپنا رتبہ پہچاننا چاہئیے۔ ہمیں معاملات قضا و قدر میں اپنی ناقص عقل کو مکمل نہیں سمجھنا چاہئیے ؎

برو اے عالم خود بیں کہ زچشم من و تو
راز ایں پردہ نہاں ست و نہاں خواہد بود

سائنس بیشک سمندروں میں جال پھیلائے۔ ہوا پر غبارے اڑائے۔ برق درخشاں سے خط کنیزی لکھائے۔ پہاڑوں کو حلقہ ہائے غلامی پہنائے۔ بیشک ہاتھ بڑھائے۔ پاؤں پھیلائے مگر یاد رہے کہ بقول پروفیسر نواب الدین اسرار قدرت کا غیبی لفافہ سر بمہر رہیگا اور اس کی مہر اسی دن ٹوٹیگی جب ہمارا نقش بر آب خاکی کرہ گردش کرتے کرتے کسی دمدار ستارے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیگا اور سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا

حضرت شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ معراج کے ہر ایک واقعہ کی ایک تعبیر ہے۔

(۱)۔ اب براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے نسمہ پر جس میں کمال حیوانیت ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلا اور غلبہ ہو گیا براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے۔ یعنے ناطقہ کے احکام بہیمیت پر مسلط ہو گئے۔

(۲)۔ مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کرنا اس طرح ہوا کہ وہ مسجد شعائر اللہ کے ظاہر ہونے کا موقعہ ہے ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق رہتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی توجہ کا وہ آماجگاہ ہے یا وہ ملکوت کے لئے ایک روشندان ہے۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات اور ان سے مفاخرت کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ خطیر القدس کے

ارتباط و تعلق سے سب کا اجماع ہُوا اور ان سب میں کمالات نبوّت کے اوصاف کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہوئی ہے۔

(۴) آسمانوں پر بالترتیب صعود کرنے کے یہ معنے ہیں کہ خاص قرارگاہ جلالت اور الوہیت تک آپنے منزل بہ منزل ترقی کی۔ ملائکہ سے تعارف ہُوا جو وہاں مقرر ہیں نیز ان بزرگ روحانیوں سے جو آدمیوں میں سے فرشتوں تک منسلک ہوگئے ہیں۔ اب ان تدابیر کا علم حاصل ہُوا جو مقام مذکور میں وحی سے پائی جاتی ہیں۔

(۵) حضرت موسیٰ کا لفاکرنا حسد سے نہ تھا بلکہ وہ اس حالت کی مثال تھی جو دعوت عامہ کے جاتے رہنے سے ان کو پیش آئی۔ اور جس کمال کے وہ خواستگار تھے اُس کے پورا ہونے میں ایک حصّہ کی کمی رہ گئی۔

(۶) سدرۃ المنتہیٰ سے درخت وجود مراد ہے جس کے حصص میں ترتیب ہوتی ہے اور اس کی تمام طاقتیں ایک ہی تدبیر میں جمع ہوتی ہیں۔

(۷) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائیضہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم الملکوت میں موجود ہے نیز جنات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں۔

(۸) اور جو انوار درخت کو نعشیہ کئے ہوئے ہیں وہ الٰہی انتظامات اور رحمانی تدابیر ہیں۔

(۹) بیت المعمور تجلّئے الٰہی کا نام ہے اُس کی جانب آدمیوں کے سجدے اور سجدے کی عاجزانہ حالتیں متوجہ رہتی ہیں۔

(۱۰) آپنے دودھ کا پیالہ اسلئے پیا کہ آپنے فطرت پسند ہونا تھا اور لذات دُنیا کو ترک کرنا تھا۔

(۱۱) نماز پنجگانہ کا حکم ہُوا اگر ثواب کے لحاظ سے وہ پچاس ہیں آہستہ آہستہ خداوند کریم نے اس پچاس کی تعداد کو ظاہر فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ نعمت ہی کامل ہوگئی اور تنگی بھی رفع ہوگئی اور اس معنے کو حضرت موسیٰ کی جانب اسواسطے منسوب کیا کہ تمام انبیا میں وہ اُمّت کی اصلاح اور سیاست سے زیادہ واقف تھے۔

ہمارے ایک فاضل دوست کی جسنے ہمیں نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی

Marfat.com

یہ رائے ہے کہ جس طرح بادشاہ اپنے برگزیدہ مُلازم کو خطاب اور خلعت سے ممتاز کرتا ہے اسی طرح خالق نے تمام نبیوں میں سے رسُولِ پاک کو مقرب خاص بنایا تھا اِس لئے آپؐ کو اسراء وحی کے ذریعہ جس میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے وہ قُرب بخشا جو آجتک کسی بشر کو نصیب نہ ہُوا تھا۔ اس قرب کا نتیجہ یہ ہُوا کہ آنجناب کو علم لدنی حاصل ہوگیا۔ اِس عزّت افزائی کا نام معراج ہے اور یہ بڑی بات اور عظیم شرف ہے۔

انہیں ایام میں طفیل بن عمر مکّہ میں آیا یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور شاعر بھی تھا کُفّار نے اس کو کہا کہ محمدؐ سے بچتے رہنا یہ ساحر ہے جادُو کے زور سے اسنے باپ بیٹے بھائی بھائی۔ میاں بیوی میں جُدائی ڈالدی ہے اور ہمارے تمام کام ابتر کر دیئے ہیں۔ طفیل کو یقین آگیا جب وہ کعبہ میں جاتا تھا تو کانوں میں روئی بھر لیتا تھا۔ ایک دن رسُولِ پاک قرآن شریف تلاوت کر رہے تھے۔ آپؐ کی آواز اس کے کان میں پڑی اور چوکنّا ہُوا۔ خاموش ایک طرف کھڑا رہا جب آپؐ گھر کی طرف چلے تو ساتھ ہولیا اور مکان پر پہنچ کر آپؐ کی زبان مُبارک سے چند آیات قرآنی سُنیں۔ قرآن کا سُننا تھا کہ اور کا اور ہوگیا۔ قُدرت حق کا یہ عجیب نظارہ تھا۔ ایک عظیم الشان قوم کا سردار جسے قریش مخدوم کہتے تھے ایک غریب بے سروسامان عربی نوجوان کے قدم لے رہا تھا اور اپنے آپکو اُس کا غلام کہہ رہا تھا۔

قریش کو ایسے مُمتاز انسان کا اسلام لانا نہایئت شاق گذرا۔ انہیں دنوں میں ابوذر غفاری پا پیادہ مکّے میں آئے اور حضرت علیؓ کے ہمراہ خدمت عالی میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے حضرتؐ نے فرمایا کہ تم ابھی اپنا ایمان لانا چُھپائے رکھّو اور اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ جب تم کو اطلاع دی جائیگی تب آجانا۔ ابوذر نے کہا کہ بخدا مَیں دشمنوں میں اعلان کرکے جاؤں گا یہ کہکر ابوذرؓ کعبہ کی طرف گئے وہاں قریش جمع تھے آپنے بہ آواز بلند کلمہ پڑھا۔ لوگ ان کو مارنے لگے اتنے میں عباسؓ آگئے۔ اور ان کی جان بچائی۔ روائیت ہے کہ ابوذر ایک ماہ کامل آب زمزم پر رہے اور پھر اپنے وطن کو چلے آئے۔

مدینہ منورہ

مدینہ کا اصلی نام یثرب ہے۔ جب رسولؐ خدا وہاں جاکر آباد ہوئے اُسکا نام مدینۃ النبی پڑگیا پھر رفتہ رفتہ مدینہ مشہور ہوگیا۔ ابتدا میں یہاں یہودی آباد تھے۔ جب یمن میں سیلاب آیا تو روم کے دو بھائیوں ریومس اور اموس کی طرح قحطان کے خاندان کے دو بھائی آوس اور خزرج یہاں آباد ہوئے۔ ان کی اولاد انصار کہلانے لگی۔ بہت مدت تک انصار یہودیوں کے دست نگر رہے مگر رفتہ رفتہ ان کا اقتدار ان کی تعداد کے ساتھ بڑھتا گیا۔ فطیون کے زمانہ میں قریب خود مختار بن گئے۔ فطیون یہودی بڑا ظالم اور ساتھ ہی عیّاش تھا۔ اس کا حکم تھا کہ جو لڑکی بیاہی جائے پہلے اس کے بیت اللطف میں آئے۔ جب مالک بن عجلان کی بہن بیاہی گئی تو وہ اپنی بہن کے ساتھ زنانہ لباس میں فطیون کی خلوت گاہ میں پہنچا اور فطیون کو قتل کرکے مُلک شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں سے امداد لیکر آیا اور یہودیوں کو دھوکا دے کر اُن کی دعوت کی اور سب سرداروں کو ایک ایک کرکے قتل کر ڈالا۔

پہلے تو قبیلہ آوس اور قبیلہ خزرج دونوں میں اتفاق رہا مگر آخر کارخانہ جنگی کے ہاتھوں دونوں خاندانوں کے نامور ارکین معرکہ بُعاث میں قتل ہوئے۔

انصار بُت پرست تھے مگر توریت کی بشارت سے جو پیغمبر آخرالزمان کے متعلق تھی آشنا تھے اور بہت سے انصار دُعائیں مانگتے تھے کہ الٰہی جلد وہ نبی مبعوث ہو کہ اُس کی برکت سے ہمیں اپنا گذشتہ جاہ وجلال میسّر آئے۔

ایک دن نبوت کے گیارھویں سال میں رسولؐ خدا نے عقبہ کے قریب دیکھا کہ سرزمین یثرب کے چھ نووارد آپس میں باتیں کررہے ہیں آپؐ ٹھہر گئے اُن سے گفتگو کی اُنھیں دعوت اسلام دی اور قرآن کی چند آیات سُنائیں۔ آپؐ کے پُر تاثیر کلام سے متاثر ہو کر یہ چھ مسافر صدق دل سے مسلمان ہوئے ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) ابو الہیثم (۲) اسعد (۳) عوف (۴) رافع (۵) قطبہ (۶) جابر۔

بیعت عقبہ اولے

دوسرے سال یعنے نبوت کے بارھویں سال اُن سابق الایمان مسلمانوں کے ساتھ چھ اور انصار آئے اور بیعت کی۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولے ہے۔ بیعت

Marfat.com

کی شرطیں یہ تھیں۔
(۱)۔ہم خدائے واحد کی عبادت کرینگے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
(۲)۔ہم چوری اور زناکاری کبھی نہیں کرینگے۔
(۳)۔ہم اپنی لڑکیوں کو کبھی قتل نہیں کرینگے۔
(۴)۔ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائینگے اور نہ کسی کی چُغلی کیا کرینگے۔
(۵)۔ہم نبی کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کرینگے۔

وقت رخصت رسولؐ پاک نے اس جماعت کی درخواست پر ایک صحابی مصعبؓ بن عمیر کو اُن کے ہمراہ کر دیا۔یثرب پہنچ کر اس جماعت نے سرگرمی سے اسلام کی اشاعت شروع کر دی یہ وہ ہی مصعبؓ تھا جسے غزوۂ بدر میں لشکر کی علمبرداری کا منصب ملا تھا مصعبؓ کی کوشش سے گھر گھر اسلام پھیل گیا مصعبؓ مدینے میں اسعد بن زراہ کے گھر جا کر اُترے تھے اور مدینے والے آپ کو المقری یعنے اُستاد کہا کرتے تھے۔

مصعبؓ کی تعلیم سے بنی عبدالاشہل تمام ایک ہی دن مسلمان ہو گئے۔

نبوت کے تیرھویں سال بہتر شخص حج کے زمانے میں آئے اور اپنے بُت پرست ہمراہیوں سے چھپ کر رسولؐ خدا کے پاس آئے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ اسوقت حضرت عباسؓ بھی رسولؐ خدا کے ساتھ تھے۔ آپ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن اپنے بھتیجے پر جان دیتے تھے اور ہمیشہ اُنکے معین و مددگار تھے۔سب سے پہلے اُنہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ اے گروہ انصار تم جانتے ہو محمد صلعم اپنے خاندان میں معزز اور محترم ہے اب قریش بوجہ تبدیل مذہب تمہارے دشمن ہو گئے ہیں پیشتر اس کے کہ تم رفاقت کا اقرار کرو اچھی طرح سوچ لو اس معاملہ میں اگر سینہ سپر نہیں ہونا تو ابھی سے جواب دیدو۔سب نے کہا کہ ہم نے سُنا اے رسولؐ پاک آپؐ بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپؐ نے پہلے چند آیات قرآن تلاوت فرمائیں پھر کہا کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے مجھ سے وعدہ کرو کہ جب مَیں تمہارے شہر میں آؤں تو میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت کرو گے۔سب نے پوچھا کہ ہم کو اس کا معاوضہ

بیعت عقبہ ثانیہ

Marfat.com

کیا ملیگا پیغمبرؐ خدا نے کہا کہ اس کا صلہ بہشت ہے۔ سب خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ جب پرور دگار آپؐ کو قوت اور اقتدار دیگا اسوقت ہمیں تو نہ چھوڑ و گے اور ہم سے مُنہ تو نہ موڑو گے اُس ہادیٔ برحق نے مُسکرا کر جواب دیا کہ نہیں تمہارا خون میرا خون ہے میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے۔ سب نے مسرور ہو کر آپؐ کے ہاتھوں کو بوسے دئے۔ اسوقت آپ نے بارہ۱۲ نقیب مقرر فرمائیں تاکہ یثرب میں جا کر دین حق پھیلائیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) اسعد (۲) رافع (۳) عبادہ (۴) سعد بن ربیع (۵) ثعلبہ (۶) عبداللہ بن رواحہ (۷) براء (۸) عبداللہ بن عمر (۹) سعد بن عبادہ (۱۰) سید (۱۱) سعد بن خثیمہ (۱۲) رفاعہ۔

جسوقت یہ باتیں ہو رہی تھیں کُفّار قریش کا کوئی جاسوس چھُپا ہُوا سُن رہا تھا وہ بھاگا ہُوا قریش کے پاس آیا وہ بہت بگڑے اور فوراً قافلۂ یثرب میں آئے ان کو ڈرایا اور دھمکایا مگر یہ راز ظاہر نہ ہُوا اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

یُوں تو تمام کُفّار رسولؐ خدا کے دشمن تھے مگر اہل مکّہ میں سے جن کو رسُولؐ پاک سے سخت عناد تھا اُن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) ابوجہل (۲) ابولہب (۳) حارث بن قیس (۴) ولید بن المغیرہ (۵) امیّۃ ابی (۶) عاص بن وائل (۷) نضر بن حارث (۸) عاص بن ہاشم وغیرہ۔

ان لوگوں کی دست درازی سے تنگ آکر رسُولؐ خدا نے صحابہ کو مدینہ جانے کی اجازت دیدی چنانچہ چندہی روز میں ایک ایک دو دو کر کے قریباً سَو آدمی بمع اپنے رشتہ داروں کے چلے گئے اور صرف تین مسلمان یعنے حضرت رسولؐ خدا۔ علیؑ اور ابوبکرؓ بمع اپنے اہل وعیال کے رہ گئے اسوقت کُفّار نے طیش میں آکر دارالندوہ میں جو دارالشوریٰ تھا اجلاس عام کیا۔ اس جلسہ میں قریش اور آس پاس کے کُل سردار جمع تھے طرح طرح کی بولیاں بولتے تھے۔ ہر ایک اپنی اپنی رائے پیش کرتا تھا۔ ایک نے کہا انہیں مسلسل بہ زنجیر مکان میں قید کیا جائے۔ ایک نے کہا کہ انہیں جلاوطن کر دو۔ ابوجہل نے یہ رائے دی کہ بہت سے آدمی مل کر محمدؐ کو ایک ہی دفعہ قتل کر دو تاکہ قتل کا الزام کسی خاص شخص پر نہ آئے یہ تجویز سب نے پسند کی اور وہاں سے اُٹھکر آستانہ مبارک کا محاصرہ

کرلیا۔ مطلب یہ تھا کہ جسوقت آپؐ گھر سے باہر تشریف لائیں کام تمام کردیا جائے۔ کسی جان نثار نے رسولؐ خدا کو خبردار کردیا تھا آپؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم آگیا ہے۔ کفّار میرے خون کے پیاسے گھات لگائے بیٹھے ہیں تم میرے بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ رہو تاکہ قاتلوں کی آنکھوں میں خاک پڑ جائے اللہ پاک تمہارا محافظ اور مددگار ہے تم کسی قسم کا فکر نہ کرنا۔ جناب علیؓ کو جانِ شیریں ارشاد نبیؐ سے میٹھی نہ تھی۔ اُٹھے اور بستر نبیؐ پر لیٹ گئے جس طرح حضرت خلیلؑ پر آگ گلزار ہوگئی تھی شیر خدا کے لئے بستر قتل حصار آہنی ہوگیا۔

رسول اللہؐ کی دیانتداری اسقدر مشہور تھی کہ قریش باوصف اسقدر عداوت کے جو کچھ مال واسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپؐ کے پاس ہی رکھا کرتے تھے آپ نے جسقدر امانتیں آپ کے پاس تھیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں کہ اُن کے مالکوں کو پہنچا دینا بعدہٗ توکل بر خدا دریچہ سے نکلے اور حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچے دستور کے موافق دستک دی اور اجازت لیکر اندر گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ کچھ علیحدہ کہنا ہے سب کو ہٹا دو اُنہوں نے کہا آپؐ کے حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم آگیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیتاب ہوکر پوچھا کہ مجھے ہمراہی کا شرف عطا ہوگا۔ آپؐ نے ارشاد کیا ہاں۔

کفّار خوفناک درندوں کی طرح بُقعۂ فیض کے گرد محاصرہ کئے ہوئے تھے دل آتش حسد سے پُھکا جاتا تھا۔ گھڑیاں گن رہے تھے کہ کب صبح ہو اور آپؐ برآمد ہوں اور یہ کام تمام کریں بار بار دروازے کے سوراخوں سے جھانکتے تھے اور حضرت علیؓ کو پلنگ پر دراز دیکھ کر سمجھتے تھے کہ آپؐ استراحت میں ہیں مگر حافظ حقیقی نے ان کی عقل پر ان کے ہوش پر اُن کی آنکھوں پر پردے ڈالدیئے تھے جسوقت مظہر نُور خدا کھڑکی سے نکل گئے اُسوقت یہ سب غافل ہوگئے اور ان کو سر وپا کا ہوش نہ رہا۔ آخر تڑکا ہُوا مگر رسولؐ خدا حسب معمول خانۂ اقدس سے برآمد نہ ہوئے۔ قاتلوں نے دیر تک انتظار کیا آخر اُن سے رہا نہ گیا۔ گھر میں گُھس گئے اور رسولؐ خدا کی جگہ شیر خدا کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے لاعلمی بیان کی۔ جھنجل میں آکر ان بے دردوں نے

Marfat.com

حضرت علیؓ کو طرح طرح کی اذیت دی مگر آپ نے جن کے نام پر انسان تمام جہان کے بہادروں کو تصدق کردے کچھ بھی پتہ نہ دیا۔ پھر آپ کو کافر حرم میں لے گئے تھوڑی دیر زیر حراست رکھکر آخر چھوڑ دیا۔

رسول اللہؐ نے دن بھر جناب ابوبکرؓ کے مکان میں قیام کیا۔ ابوبکرؓ کے پاس دو صبا رفتار اونٹنیاں تھیں جو آپ نے ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر پالیں تھیں۔ ان میں سے ایک آپؐ نے پسند فرمائی اور قیمت دیکر قبول فرمائی۔ رات کو آپؐ اور آپ کے یار غار مستعد سفر ہوئے۔ حضرت عائیشہؓ کی بڑی بہن نے جس کا نام اسماءؓ تھا ایک برتن میں دو تین دن کا کھانا رکھا اور اُس برتن کا مُنہ اپنا نطاق پھاڑ کر باندھا۔ اس خدمت کے صلہ میں بقائے دوام کے دربار سے آپ کو ذات النطاقین کا لقب عطا ہُوا۔

حضرت جسوقت مکان سے نکلے تو کعبہ کی طرف نگاہ کی اور فرمایا:-

مکہ! تو مجھے تمام جہان سے پیارا ہے لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے!!

باب (۶)

مدینہ میں داخلہ اور بین الاقوامی معاہدہ

مکہ میں تین میل جانب راست ایک غار ہے جس کو غار ثور کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چوٹی سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔ اس غار میں رسول خدا اور اُن کے یار غار ابوبکرؓ پناہ گزین ہوئے۔

یہ غار اب بھی موجود ہے اور ہر سال حاجی اس کو جاکر دیکھتے ہیں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ رات کو باپ کے پاس غار میں رہا کرتے تھے۔ مُنہ اندھیرے وہاں سے نکل کر شہر میں آجاتے تھے۔ جو خبر ملتی تھی شام کو جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض

کر دیا کرتے تھے۔حضرت ابو بکرؓ کا غلام کچھ رات گئی بکریاں چرا کر آتا اور آپ کو دودھ دیجایا کرتا تھا۔اسماءؓ بھی گھر سے کھانا پکا کر بھیجا کرتی تھی۔

رسول اللہؐ کے جانے کے بعد کفّار اور ابوجہل حضرت ابو بکرؓ کے گھر آئے۔ابوجہل نے اسماءؓ سے پوچھا کہ لڑکی تیرا باپ کہاں ہے جب اُس نے کچھ جواب نہ دیا تو ظالم نے ایسا تھپڑ اس کے رُخسارہ پر مارا کہ اُس کی بالی کان سے نکل کر زمین پر گر گئی۔

اسی طرح تین دن تک اس غار میں رہے۔

قاعدہ ہے کہ جب صیّاد کے ہاتھ سے شکار نکل جائے تو وہ غصّہ میں اندھا ہو کر بذیان بکنے لگتا ہے۔جب کافروں کی آنکھوں میں خاک پڑ گئی تو وہ از خود رفتہ ہو گئے۔غصّہ میں دیوانے بن گئے۔شہر میں منادی کر دی کہ جو آپؐ کو ڈھونڈھ لائے انعام پائے اور جو آپکو شہید کر دے مالامال ہو جائے۔طمع بُری شے ہے کافر ہر طرف دوڑے۔ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے غار ثور تک پہنچ گئے۔حضرت ابو بکرؓ نے جب اُن کے قدموں کی آہٹ سُنی تو مضطرب ہوئے اور کہا کہ یا حضرت کُفّار آن پہونچے اب ہمارا آخری وقت آگیا۔حضرت نے فرمایا:۔

لاتحزن ان اللہ معنا

گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔پروردگار نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا۔مکڑی نے غار کے مُنہ پر جالا تن دیا۔جنگلی کبوتر کے ایک جوڑے نے وہیں پر اپنا گھونسلہ بنا لیا اور انڈے دیئے۔کُفّار جب غار پر آئے تو کبوتر کا گھونسلہ اور مکڑی کا جالا دیکھ کر واپس چلے گئے۔

چوتھے دن آپؐ غار سے برآمد ہوئے۔عامر بن فہیرہ حضرت ابو بکرؓ کا غلام دو اونٹنیاں لیکر آگیا۔عبداللہ ابن اریقط اُجرت پر رہبر مقرر ہوا اور یہ مختصر قافلہ یثرب کی طرف روانہ ہوا۔ایک رات دن برابر چلے گئے دوسرے دن دوپہر کے وقت ایک چٹان کے سایہ میں اُتر کھڑے ہوئے حضرت ابو بکرؓ نے پیغمبرؐ صاحب کے لئے زمین پر اپنی چادر بچھادی۔ایک چرواہا وہاں بکریاں چرا رہا تھا اس سے دودھ لیا اور پانی ملا کر رسولخدا کے

Marfat.com

پیش کیا۔ آپ نے پیا اور روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ غار سے نکلکر پہلے دن اس مبارک قافلہ کا گذر خیمۂ ام معبد پر ہوا آپ نے اس ضعیفہ سے پوچھا مائی تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے اُس نے کہا نہیں خیمہ کے گوشہ میں ایک بیمار اور کمزور بکری کھڑی تھی جس کا دودھ سوکھ چکا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہکر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا وہ دودھ سے بھر گیا یہ دودھ آپ نے اور ہمراہیوں نے پیا دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا یہ دودھ بھی ہمراہیوں نے پیا تیسری دفعہ پھر برتن بھر گیا یہ دودھ اُم معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

قریش نے اعلان کیا تھا کہ جو ابو بکرؓ یا رسولؐ خدا کو پکڑ لائیگا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائیگا۔ اس انعام کی خبر سُن کر سراقہ بن خشعم کے دہان آز میں پانی بھر آیا۔ ایک سبک رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کے تعاقب میں روانہ ہُوا اور سرپٹ گھوڑا دوڑایا رسُول کریمؐ کے قریب آ گیا۔ جس کا نگہبان محافظ حقیقی ہو اس کا بال تک کون بینکا کر سکتا ہے۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ زمین پر گر پڑا۔ لالچ بُری بلا ہوتی ہے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہُوا اور آگے بڑھا اس دفعہ گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ یہ حال دیکھ کر سراقہ بہت نادم ہُوا اور معافی مانگی۔ واپسی پر اُن لوگوں کو بھی لوٹا لیگیا جو انعام کی امید پر تعاقب میں نکلے تھے۔ یہ وہی سراقہ ہے جو بعد ازاں مسلمان ہُوا اور فتح ایران کے بعد حضرت عمرؓ نے کسریٰ کے مال غنیمت میں سے اُس کو حصّہ دیا۔

جب پیغمبرؐ صاحب مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو راہ میں حضرت زبیرؓ جو مال تجارت لیکر گھر کو واپس آ رہے تھے آپ سے دوچار ہوئے اور مال تجارت میں سے چند کپڑے آپؐ کو اور حضرت ابو بکرؓ کو دیئے۔

ماہ ربیع الاوّل کے آغاز میں دوشنبہ کے دن رسولؐ خدا بخیریت تمام یثرب کے قریب پہنچ گئے اور شہر سے باہر موضع قبا میں کلثوم بن الہدم کے مہمان ہوئے۔ لوگ آپکے کئی دن سے منتظر تھے۔ ہر روز استقبال کے لئے آتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر غنچوں کی طرح کِھل گئے۔ دم زدن میں میلہ لگ گیا اور اللہ اکبر کے نعروں سے میدان گونج اُٹھا۔

Marfat.com

جناب رسالت مآبؐ نے چودہاں دن یہاں قیام فرمایا۔ حضرت علیؓ جو آپؐ کی روانگی سے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے وہ بھی یہیں آملے۔

سب سے پہلے یہاں جو کام آپنے کیا وہ یہ تھا کہ کلثوم کی سفید زمین پر جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں اپنے دست مبارک سے اُس مسجد کی بنیاد ڈالی جسکی نسبت قرآن شریف میں آیا ہے۔

"لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔"

"وہ مسجد جو پہلے دن سے ہی نیکی پر قائم ہوئی وہ زیادہ مستحق ہے اس بات کی کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اسمیں ایسے لوگ ہیں جو صفائی پسند ہیں اور خدا پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

تعمیر مسجد

تعمیر کے وقت آپؐ خود دست مبارک سے بڑے بڑے پتھر اٹھاتے تھے اور جائے مسجد تک پہنچاتے تھے۔ عبداللہ بن رواحہ شاعر بھی مزدوروں کی طرح کام کرتا تھا اور شعر موزوں کرتا جاتا تھا اور جب شعر موزوں ہو جاتا تھا تو بلند آواز سے گاتا تھا۔ رسول کریمؐ بھی مزدوروں کا دل خوش کرنے کو ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے۔

مدینہ میں داخلہ

غرض جمعہ کے دن سولھویں تاریخ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ شہر کی طرف متوجہ ہوئے اسوقت آپ سوار تھے۔ یہ نظارہ عجیب و غریب تھا۔ انصار یہاں عمدہ کپڑے پہن کر دورویہ کھڑے تھے۔ زیارت جمال کے شوق میں آدمی پر آدمی گر رہا تھا۔ آپ کے ننھیالی رشتہ دار بنی نجار ہتھیار سجائے ہوئے تھے۔ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر کھڑی تھیں اور گا رہی تھیں کہ کوہ وداع کی گھاٹیوں سے خدا کا شکر ہے چاند نکل آیا۔ انصار پیش قدمی کر کے التجائیں کرتے تھے کہ حضورؐ ہمارے مہمان ہوں۔ قبیلہ نجار کی معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں۔ جب آپؐ ان لڑکیوں کے قریب آئے تو ٹھہر کر پوچھا کہ کیا تم مجھے چاہتی ہو وہ بولیں کہ ہاں آپنے مسکرا کر فرمایا کہ میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔

جب آپؐ کی مہمانی پر تکرار ہونے لگا تو آپنے فرمایا مجھے کسی کی دلشکنی گوارا نہیں ہے جہاں میرا ناقہ ٹھہر جائے وہی میری جائے قیام ہے۔ حضرت کا ناقہ حضرت ابوایوبؓ

انصاری کے مکان کے قریب ٹھہرا اور انہوں نے مہمانِ خدا کو اپنا مہمان بنایا۔
حضرت ایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ آپ نے چاہا کہ رسول کریمؐ بالائی منزل میں قیام فرمائیں مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور نیچے کا حصہ پسند کیا۔ ابوایوبؓ کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ جو کھانا گھر میں پکتا تھا پہلے رسولؐ پاک کے پاس لیجاتا تھا۔ جو بچتا تھا وہ اہل خانہ کھاتے تھے۔ جہاں رسولؐ پاک کی انگلیوں کے نشان ہوتے تھے اُس جگہ سے ابوایوبؓ کھاتے تھے۔ ایک دفعہ پانی کا برتن بالائی منزل میں ٹوٹ گیا۔ ابوایوبؓ نے اس ڈر سے کہ کہیں پانی نیچے کے حصہ میں نہ چلا جائے۔ گھر میں جو ایک ہی لحاف تھا اس پانی پر ڈال دیا جس میں پانی جذب ہوگیا۔ رسول کریمؐ سات ماہ تک ابوایوبؓ کے مکان میں مقیم رہے۔

مسجد نبویؐ

یثرب میں پہنچ کر آپؐ نے مسجد نبویؐ تعمیر کرنی شروع کی اس سے پہلے لوگ آپؐ کے ساتھ مویشی خانہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔
ابوایوبؓ کے مکان کے قریب ایک قطعہ زمین تھا جس میں چند قبریں اور کھجور کے درخت تھے۔ یہ وہی زمین تھی جہاں شہر میں داخل ہونے کے وقت آپؐ کا ناقہ ٹھہرا تھا۔ لوگ خانہ خدا کے لئے یہ جگہ مفت دیتے تھے مگر اُس کے مالک دو یتیم سہل اور سہیل تھے۔ آپؐ کے دل نے گوارا نہ کیا کہ یتیموں کو اُن کے حق سے محروم کیا جائے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے دس مثقال زرِ سرخ دلوا کر یہ زمین خرید لی اور تعمیر مسجد شروع ہوئی قبریں جو اس زمین پہ تھیں اُکھڑوا دی گئیں اور زمین کو ہموار کر دیا گیا۔ اللہ اکبر حبیب خدا خود مزدوروں کے لباس میں کام کرتے تھے صحابہؓ پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ سب کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ اے خدا مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔ یہ خانہ خدا سادگی کا مرقع تھا۔ پتھر اور گارے کی دیواریں۔ کھجور کی چھال کی چھت۔ خرمے کی لکڑی کے ستون اور سنگریزوں کا فرش تھا۔ اس مسجد کے ایک طرف ایک مسقف چبوترہ تھا جو صُفّہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کو وہ مسلمان استعمال کرتے تھے جنکا گھر بار نہ تھا۔
مسجد نبویؐ کے متصل آپ نے دو حجرے بنوائے۔ یہ مکان کچی اینٹوں کے تھے یہ

Marfat.com

سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لمبے تھے دروازوں پر کمبل کے پردے تھے رات کو یہاں چراغ نہ جلتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عائشہؓ کے لئے اور دوسرا حضرت سودہؓ کے لئے تھا۔ تعمیر مسجد نبویؐ سے فارغ ہو کر آپؐ نے حضرت زیدؓ کو دو اونٹ اور پانچسو درم دیکر مکہ بھیجا کہ جا کر صاحبزادیوں اور حرم نبویؐ کو لے آئیں حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بھی ہمراہ گئے۔ صاحبزادیوں میں سے رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبش میں تھیں۔ زینبؓ کو اُنکے خاوند نے روک لیا۔ صرف حضرت فاطمہؓ آئیں۔ حضرت سودہؓ حرم محترم بھی تشریف لائیں حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ آئیں۔ جو انصار دولتمند تھے وہ آپؐ کو ہر روز دودھ۔ سالن اور گھی بھیجا کرتے تھے۔ ام انسؓ نے اپنی جائیداد رسول کریمؐ کی خدمت میں پیش کی آپؐ نے قبول فرما کر اپنی دایہ اُم ایمن کو دیدی۔

جب یثرب میں تشریف لائے آپؐ کو سات ماہ ہو گئے اور آپؐ ابو ایوبؓ کے مکان سے اپنے نو تعمیر کردہ حجروں میں سکونت پذیر ہوئے تو آپؐ نے جماعت نماز اور رکعات نماز کا انتظام فرمایا۔ عبداللہ بن زید اور حضرت عمرؓ کے مشورہ سے بوق و ناقوس اور علم کی تجویز کو نظر انداز کر دیا گیا اور آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ حرم شریف میں اللہ اکبر کی دلگداز صدا اور حی علی الفلاح کی دلکش ندا نے امیر و غریب محمود و ایاز کو ایک صف میں استادہ کر دیا۔

حضرت بلالؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ آپ اگرچہ حبشی زادہ تھے مگر آپ کی فطرت نور نبوت سے مستنیر تھی آپؐ نے خدا اور خدا کے رسولؐ کے عشق میں اپنی ہستی کو فنا کر دیا تھا آپ غلامی سے آزاد ہوئے لیکن اسلام کی محبت میں بانئ اسلام کے بندۂ بے دام ہو گئے۔ اللہ کی شان صفائی قلب کی بدولت حبشی غلام نقیب رسولؐ اور مؤذن اسلام بن گیا۔

حضرت بلالؓ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ مولانا وجاہت حسین وجاہت ایڈیٹر آفتاب اپنی قابل دید کتاب سیرۃ حضرت بلالؓ میں لکھتے ہیں کہ بلالؓ کا رنگ قدرتی طور پر گہرا گندمی۔ آنکھیں خون بستہ کی مانند سُرخ۔ قد لمبا۔ جُثہ نحیف تھا۔ رُخسار پچکے

Marfat.com

گوشت کم تھا۔ ان کی آواز بہت بلند اور مؤثر تھی جب آپ اذان دیتے تھے تو لوگوں کے دل ہل جاتے تھے۔ قدرت نے آپ کو اسی کام کے لئے پیدا کیا تھا اور اسی مناسبت سے اُنہیں ایسی آواز عطا کی تھی اور اس میں وہ درد دیا تھا کہ سُننے والے بیتاب ہو جاتے تھے۔

اذان جسے طریقۂ اطلاعِ وقتِ نماز کہنا چاہیئے واقعی بے نظیر ہے۔ اس کے متعلق مولانا وجاہت حسین وجاہت۔ مسٹر چیمبر مصنّف انسائیکلو پیڈیا کی رائے اس طرح پر بیان کرتے ہیں:۔

"مؤذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے اگرچہ دن کے وقت شہر کے شور و غل میں بھی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیند معلوم ہوتی ہے لیکن رات کے سناٹے میں اس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبرؐ کو اس امر پر مُبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُسنے انسان کی آواز کو موسائیوں کی تر ہی اور عیسایوں کے گرجا کے گھنٹے پر ترجیح دی"

مہاجرین مکّہ سے بے سروسامان آئے تھے۔ رسُولؐ پاک نے بظاہر ان کی ضروریات رفع کرنے کے لئے رشتۂ مواخات قائم کیا لیکن اگر نظرِ عمیق سے دیکھا جائے در اصل یہ ایک ہمیشہ رہنے والی بُنیاد تھی جس پر اسلام کی شاندار عمارت مکمّل ہوئی۔ اس رشتہ کا مطلب یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار میں سے آپؐ دو دو کو بُلاتے گئے اور فرماتے گئے کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ انصار نے اس عزّت کو دولت ہفت اقلیم سمجھا۔ اور اُن عاشقان اسلام سے اس قسم کا ایثار دکھایا کہ جس کی نظیر تاریخ دُنیا میں بہت کم ملتی ہے۔

انصار نے مہاجرین میں سے اپنے اپنے بھائی کو اپنے اپنے مکان کے پاس جو سفید زمین تھی دیدی۔ جنکے پاس سفید زمین نہ تھی اُنہوں نے اپنے سکونتی مکان دیدیئے۔ سعد بن البر بیع کا رشتۂ اخوت عبد الرحمٰن بن عوف سے قائم ہُوا۔ سعد کی دو بیویاں تھیں آپنے عبد الرحمٰن سے کہا ان میں سے جس کو کہو مَیں طلاق دیدوں آپ اس سے نکاح کر لیجئے اُنہوں نے قبول نہ کیا اور کہا خدا یہ سب کچھ آپکو مُبارک رکھے۔ عبد الرحمٰن بازار میں گئے۔ کچھ وہی خریدا اور اُس کا پنیر بنایا۔ تمام دن سر پر پنیر لئے پھرتے تھے۔ پنیر

Marfat.com

پہنچتے پہنچتے وہ ننگ التجار بن گئے۔ دیگر انصار بھی مہاجرین میں سے اپنے اپنے بھائی کو اپنے اپنے گھر لے گئے اور اپنے اپنے مال کا جائیزہ دے کر نصف نصف ہر ایک کے حوالہ کر دیا۔

ہم حیران ہیں کہ وہ زمانہ کہاں گیا اور وہ لوگ کدھر غائب ہو گئے اسوقت جسے دیکھو خود مطلب ہے۔ نفسی نفسی کا بازار گرم ہے جسے دیکھو اپنے فائدے کے لئے اپنے خویش۔ اپنے اقارب۔ اپنے ہمسائے۔ اپنے دوست قربان کرنے کو تیار ہے۔ طمع نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے اور ہونٹ سی دیئے ہیں۔

اللہ اکبر ایک دن وہ تھا کہ ایک شخص رسُول کریمؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں کئی دن سے بھُوکا ہوں۔ آپؐ نے گھر سے دریافت کیا تو گھر میں پانی کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کوئی ہے کہ اس شخص کی مہمانی کرے۔ ابو طلحہؓ نے عرض کی کہ بندہ حاضر ہے۔ اس شخص کو جب ابو طلحہؓ گھر لے گئے تو بیوی نے کہا کہ صرف بچوں کے لئے کچھ کھانا موجود ہے۔ آپ نے چراغ گل کر دیا۔ میاں بیوی دونوں مہمان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے۔ مہمان کھانا کھاتا تھا اور یہ دونوں یُوں ہی ہاتھ چلاتے تھے اور جھوٹ موٹ نوالے چباتے تھے۔ مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور میزبان بھُوکے رہے۔

ایک دن جناب فاطمہؓ زہرہ نے کہا کہ چکّی پیستے پیستے میرے ہاتھ دُکھنے لگتے ہیں مجھے ایک کنیز عنائیت ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اصحاب صفہ بھُوکے رہیں اور میں گھر میں لونڈی رکھوّں۔

ایثار انصار کی کہاں تک کوئی نظائیر بیان کرے وہ ہمہ تن ایثار تھے۔ جب تک حضرت مہاجرین کو برابر کا حصّہ نہ دے لیں انصار حصّہ لینے سے انکار کر دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مسجد نبویؐ کے متصل رسُول کریمؐ نے دو حجرے بنوائے تھے۔ ایک حضرت سودہؓ کے لئے اور دوسرا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے تھا۔ حضرت عائشہؓ کا نکاح ہجرت مدینہ کے تین سال پہلے ہو چکا تھا۔ جب آپؓ کی عمر نو سال کی ہوئی تو

آپ رسولؐ کے گھر تشریف لائیں اور دوسرے حُجرے میں مقیم ہوئیں۔ جب آپ اپنے شوہر عالی وقار کے گھر آئیں تو ان کی والدہ ام رومان نے انکے بچپن کے کھلونے ان کے ساتھ کر دیئے اور اس خیال سے کہ نوعمر ہے کہیں تنہائی سے اُکتا نہ جائیں انصار مدینہ کی لڑکیوں کو جو ان کی ہمجولیاں تھیں ان کے ساتھ کھیلنے کو بھیجدیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے حُجرے میں ایک طاق تھا اس پر ایک معمولی پردہ پڑا رہتا تھا۔ طاق میں حضرت عائشہؓ کے کھلونے اور گڑیاں دھری رہتی تھیں۔ ان کھلونوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دو پر کاغذ کے لگے ہوئے تھے۔ ایک دن پیغمبر صاحب تشریف لائے تو ہوا سے پردہ اُٹھ گیا۔ آپنے گھوڑا دیکھا اور فرمایا او ہو گھوڑے کے پر بھی ہُوا کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے برجستہ جواب دیا کہ آپنے نہیں سُنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پردار گھوڑے تھے۔ حضرت یہ جواب سُن کر ہنس پڑے۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کو حُسن ظاہری اور جمال باطنی سے مالامال کر دیا تھا اور رسولؐ خدا کو ان سے کمال محبت تھی لیکن باوجود اسقدر محبت کے آپ رسولؐ خدا کا نہائیت ادب اور بیحد عزت کرتی تھیں آپنے نو سال رسول مقبولؐ کی خدمت میں بسر کئے لیکن اس نو برس کے عرصہ میں ان کو حدیث اور فقہ میں اسقدر کمال حاصل ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ خلفائے اربعہ انکی معلومات کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے مسائل میراث کے حل کرنے میں حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ نے کئی بار ان سے مشورہ لیا اور انہوں نے شافی جواب دیا۔

ڈاکٹر نذیر احمد شمس العلما تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ تھیں اور اُن کی رائے تمام مسائل میں سب سے احسن اور اصوب خیال کی جاتی تھی مشکل سے مشکل اور لاینحل مسائل کو اس آسانی سے حل کرتی تھیں کہ بڑے بڑے صحابی حیران رہ جاتے تھے۔ ایک دفعہ پیغمبر صاحب کے انتقال کے بعد مدینے کے علماء صحابہ میں سماع موتے کے باب میں اختلاف پیدا ہُوا۔ جنگ بدر میں بہت سے وہ کافر قتل ہوئے تھے جو مسلمانوں کو بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ لڑائی کے خاتمہ کے

Marfat.com

بعد رسولؐ خدا اُس کنوئیں پر تشریف لائے جس میں مقتولوں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں آپ نے اسوقت مقتولوں کو نام بنام پکار کر کہا کہ جس چیز کا تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو ٹھیک اور درست پایا۔ بعض صحابہ نے از راہ تعجب دریافت کیا کہ یا حضرت کیا یہ ناپاک اور گندی لاشیں سُنتی ہیں۔ پیغمبرؐ صاحب نے کہا کہ ہاں تم سے زیادہ سُنتی ہیں پیغمبرؐ صاحب کا یہ فقرہ تھا جس سے صحابہ کے دو مختلف گروہوں نے دو مختلف نتیجے استنباط کئے۔ حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہ نے اس فقرہ کی بنیاد پر فتویٰ دیا کہ مُردے زندوں کی باتیں سُنتے ہیں۔ دوسری طرف ابو قتادہؓ کی رائے تھی کہ مُردے سُنتے سُناتے کچھ بھی نہیں۔ جب یہ مسئلہ حضرت عائیشہؓ تک پہنچا تو اُنہوں نے فرمایا خدا عبداللہ پر رحم کرے کیا اُنہوں نے قرآن شریف میں یہ آئت نہیں پڑھی۔ انک لاتسمع الموتے اور کہا ان کی نظر سے قرآن کے یہ الفاظ نہیں گذرے وما انت بمسع من فی القبور۔

عروہ جو خود ہی بڑے پائے کے عالم تھے کہتے ہیں کہ میں نے فقہ اور طب اور شعر میں بی بی عائیشہؓ سے زیادہ ماہر کسی کو نہیں دیکھا۔

محدثین کا قول ہے کہ اگر پیغمبرؐ صاحب کے انتقال کے بعد بی بی عائیشہؓ جیسی ذہین اور عالی وقار عورت کچھ دنوں زندہ نہ رہتیں تو علم حدیث کا آدھا حصہ یقیناً ضائع ہو جاتا۔

حضرت عمرؓ جیسے مقتدر خلیفہ جب بی بی عائیشہؓ کے روبرو جاتے تھے تو مؤدب ہو کر دبی زبان سے گفتگو کرتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ ابو لولو مجوسی کے زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے جاں بلب ہوئے تو آپ نے فرزند رشید عبداللہ سے کہا کہ اُم المومنین حضرت عائیشہؓ سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ اگر آپ اجازت دیں تو عمرؓ آپ کے محترم شوہر جناب پیغمبرؐ خدا کے قدموں اور تمہارے والد بزرگوار ابو بکرؓ کے پہلو میں دفن کیا جائے اگر وہ منظور نہ فرمائیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں پیوند زمین کر دینا۔ حضرت عائیشہؓ کے حُجرے میں صرف تین قبروں کی جگہ تھی۔ حضرت رسول کریمؐ اور جناب ابو بکرؓ کی قبروں کے بعد صرف ایک قبر کی جگہ باقی تھی یہ جگہ حضرت عائیشہؓ نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی جب آپ کو حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچا تو نہائت مسرت کے لہجے میں فرمایا کہ عبداللہ چونکہ تمہارے

Marfat.com

والدنے اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کی ازحد خدمت کی ہے میں اپنے آپ کو ہرگز اس قابل نہیں سمجھتی۔ کہ ان کی خواہش پر اپنی خواہش کو ترجیح دوں بیشک ان کو یہاں دفن کردو۔ آپ ۵۷ھ یا ۵۸ھ ہجری تک زندہ رہیں اور وہ مقام جہاں خود دفن ہونا تھا حضرت عمرؓ کو دیکر رمضان کی سترھویں تاریخ مدینہ کے مشہور قبرستان جنّۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔

ہجرت کے پہلے سال میں آنحضرتؐ نے مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات دوستانہ قائم رکھنے کے لئے کمال دانشمندی اور مدّبرانہ لیاقت سے ایک معاہدہ جمہوری اصول پر ترتیب دیا۔ اس عہدنامے کی شرائط یہ تھیں کہ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھینگے اور سب مل کر ایک قوم سمجھی جائیگی۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دیگا۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ خون بہا اور فدیہ کا سابقہ طریقہ قائم رہیگا۔ اگر مدینہ پر کسی نے حملہ کیا تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔ جُرم پر کسی کی رعائت نہ کیجائیگی۔ تمام گذشتہ جھگڑے ختم شُدہ متصوّر ہونگے۔

حضرت مسیحؑ نے انجیل کے باب یوحنا آیت ۸ میں پیشینگوئی کی تھی کہ جب فارقلیط یعنے احمدؐ آئیگا تو وہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر متنبہ کرے گا۔ راستبازی سکھائے گا اور دُنیا کو عدالت سے بھر دیگا۔

اس سچّی پیشین گوئی کے دو حصّے مکّہ میں پورے ہو چکے تھے۔ اب مدینہ میں وہ وقت آگیا کہ اس کا تیسرا حصّہ بھی پورا ہوا اور دُنیا فتنہ و فساد سے پاک صاف ہو کر نُور عدل اور انصاف سے منوّر ہو جاوے ؞

باب (۹)

جنگ بدر ۲ھ ہجری

ہجرت کے دوسرے سال میں مدینہ میں تین طرح کے لوگ موجود تھے ایک تو وہ انصار تھے جو سچے دل سے اسلام کے شیدائی تھے۔ دوسرے وہ انصار یا یہود تھے جو بظاہر تو مسلمان تھے مگر دل میں منافق تھے اور در اصل مسلمانوں کو دیکھ کر جلتے تھے یہ لوگ بڑے خطرناک تھے انہیں مار آستین کہنا چاہئے تیسرے یہود تھے جو خصائل اور مذہب میں انصار سے بالکل مختلف تھے۔

ان ایام میں رئیس الانصار عبداللہ بن اُبیّ تھا ہجرت سے پہلے انصار اسکو تاج پہنانا چاہتے تھے اور رسم تاج پوشی کے لئے تاج بھی تیار کر لیا تھا جب رسول مقبولؐ مدینہ میں جلوہ افروز ہوئے تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور عبداللہ بن ابی جل بھن کر کوئلہ ہو گیا۔

ایک دن یہ شخص چند مسلمانوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ اس طرف سے سوار ہو کر گذرے۔ دراز گوش کے چلنے سے گرد اُڑی تو عبداللہ نے مُنہ پر رومال ڈال لیا اور تلخ ہو کر کہا کہ گرد نہ اُڑاؤ۔ آنحضرتؐ نے حاضرین سے سلام علیک کی اور چند آیات قرآن مجید سے تلاوت فرمائیں۔ عبداللہ نے حقارت سے کہا کہ اے شخص مجھے یہ بات پسند نہیں ہے اگر تیری بات سچی بھی ہے تو بھی ہماری مجلس میں آکر ہمیں دق نہ کیا کر جو تیرے پاس آئے اُسے سُنایا کر۔ مسلمان اس گستاخی سے بھڑک اُٹھے اور قریب تھا کہ کُشت خون ہو جائے مگر آنحضرتؐ نے اُن کو ٹھنڈا کیا۔ گو معاملہ رفع دفع ہو گیا مگر عبداللہ کے دل کا کینہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔

کچھ تو اِن منافقوں کی ریشہ دوانی نے اور کچھ یہود کی عداوت نے کئی قسم کی

تبدیلیٔ قبلہ

مشکلات برپا کردیں۔ یہود اسلیئے برہم ہوگئے کہ حضرت نے فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (بقرہ)

اسوقت بیت المقدس قبلہ تھا حضرت نے قریباً سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی۔ اب بیت المقدس کی جگہ کعبہ قبلہ ہوگیا جس سے یہود کے مذہبی اعزاز کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس موقعہ پر منافقین اور یہود میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں مگر آیات قرآن نے جو اسوقت اُتریں معاملہ کو صاف کر دیا کہ قبلہ کے تعین کی ضرورت صرف اختصاص شعار ہے ورنہ خدا کی عبادت کے لئے ہر جگہ یکساں ہے وہ ہر جگہ موجود ہے۔ تحویل قبلہ نے منافقین کی منافقت کو بھی طشت ازبام کر دیا۔ اُنہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اب جبکہ قبلہ بیت المقدس کی جگہ کعبہ سے بدل گیا تو مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں۔

ایسے موقعہ پر جبکہ منافق ایک طرف ناراض تھے اور دوسری طرف یہود کا کاسۂ برہمی لبریز تھا۔ قریش نے جو مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے سوچ رہے تھے موقع کو غنیمت سمجھا اور یہود اور انصار کو برانگیختہ اور دھمکانا شروع کیا۔

انہیں ایام میں عبداللہ بن اُبی کے نام قریش کا ایک خط اس مضمون کا آیا تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے یا اُسے قتل کرڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم تم پر حملہ کرکے تم کو برباد کردینگے اور تمہاری عورتوں کو اپنے قابو میں لے آئینگے۔

انہیں ایام میں سعدؓ بن معاذ انصاری مکہ معظمہ گئے اور امیہ بن خلف کے مہمان ہوئے جو ان کا قدیمی دوست تھا۔ تبدیل مذہب سے بھی دوستی میں فرق نہ آیا تھا۔ طواف کعبہ کے وقت ابوجہل ان کو مل گیا اور اُمیہ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں جب اُسکو معلوم ہوا کہ آپ سعد ہیں تو خشمناک ہوکر کہنے لگا کہ اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا زندہ واپس جانا ناممکن تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر تم حج سے ہم کو روکو گے تو ہم تم کو شام کی طرف تجارت کے لئے مدینہ کے رستہ نہیں جانے دینگے۔

ایسی حالت میں جبکہ اس قسم کی مشکلات درپیش تھیں متعصب یہود کی بن آئی۔ اُنہوں نے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا۔ قرآن شریف کی آیات کو مجمع عام میں پڑھا کرتے

Marfat.com

اور اُن کی ہنسی اُڑاتے تھے۔ شعرا کو ورغلاتے اور اُن کو لالچ دے کر اُن سے ہجو کہلاتے اور سربازار پڑھواتے تھے۔ پھر دل آزار ہجو عورتوں اور بچوں کو یاد کرا کے مُسلمانوں کے دل دُکھاتے تھے۔ ان حرکات سے بھی اُن کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہُوا۔ اُنہوں نے قریش کو پیغام بھیجا کہ یہ معاہدہ جو ہم نے کیا ہے حرف غلط ہے تم آجاؤ اور انصار کو برباد کرو ہم تمہاری مدد کرینگے۔ ابوجہل اسی وقت کے تاڑ میں تھا فوراً اعلان کے ساتھ کہلا بھیجا کہ مجھے پہنچا سمجھو بہت جلد حملہ آور ہوتا ہوں۔ ایسے نازک وقت میں جب غریب الوطن مُسلمانوں پر مظالم حد سے بڑھ گئے تو درگاہ احکم الحاکمین سے حکم صادر ہُوا:۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ط وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ٥

"جن سے لڑائی کی جاتی ہے ان کو ہی لڑنے کی اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور خدا ان کی مدد پر بیشک قادر ہے۔"

دوسری آیت جو اس بارہ میں نازل ہوئی وہ یہ ہے:۔

قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ

خدا کی راہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

اب جب خدا کی طرف سے حفاظت خود اختیاری کا حکم آگیا تو آپ نے ۲ طرح کا بندوبست کیا۔ ایک انتظام یہ تھا کہ قریش کو مالی زک پہنچے۔ تجارت شام پر ان کو بہت غرور تھا اسلئے اُن کی شامی تجارت کو روکا گیا۔ دُوسرا انتظام یہ کیا کہ مدینہ کے قرب وجوار کے قبیلوں سے رشتہ اتحاد قائم کرلیا۔

اس قسم کی مُہم کو جس کا تجارت بند کرنا مقصود تھا یا جو تفتیش اور مدافعت کے لئے ہوتی تھی "سریہ" کہتے تھے۔ یہ تین مُہم مشہور ہیں یعنے

(۱) سریہ حمزہ۔ اس میں آنحضرتؐ کے دلاور چچا حمزہؓ تیس ۳۰ جان بازوں کے ساتھ سفید جھنڈا لیکر گئے مگر مجدی بن عمرو نے صُلح کرادی۔

(۲) سریہ عبیدہ بن حارث۔ عبیدہ ساٹھ ہمراہی لیکر گئے مگر قریش فرار ہو گئے۔

(۳) سریہ سعد بن وقاص۔ سعد بن وقاص تیس ۳۰ آدمی لیکر گئے مگر دیر سے پہنچے۔ قافلہ

Marfat.com

ایک دن پہلے سے نکل گیا تھا۔

ان میں سے کسی مُہم پر خون ریزی نہیں ہوئی۔

صفر ۲ سنہ ہجری میں آپؐ ساٹھ اصحاب ہمراہ لیکر وَدّان تک گئے جہاں آپکی والدہ ماجدہ کا مزار ہے یہاں آپنے چند دن فروکش ہو کر بنی ضمرہ سے معاہدہ کیا۔

غزوۂ سفوان

دوسرے مہینہ آپ بواط تک تشریف لے گئے مطلب یہ تھا کہ قریش کے منصوبوں سے آگہی حاصل ہو۔ واپسی پر ابھی دم نہ لیا تھا کہ کرز بن جابر الفہری رہزن بن کر آیا اور اہل مدینہ کے مویشی جو باہر چراگاہ میں چر رہے تھے لوٹ لے گیا۔ آنحضرتؐ نے سفوان تک اُس کا تعاقب کیا مگر وہ بانیٔ فساد ہاتھ نہ آیا اس مہم کو غزوۂ سفوان یا بدر اولے کہتے ہیں۔

غزوۂ ذی العشیرہ

اسی سال جمادی الآخر کے مہینے میں آپؐ ذی العشیرہ تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے تشریف لے گئے اور بنی مُدلج سے معاہدہ کر کے مدینہ کو مراجعت فرمائی اس مہم کو غزوۂ ذی العشیرہ کہتے ہیں اس میں آپؐ کے ساتھ دو سو مہاجرین ہمرکاب تھے۔

سریہ عبداللہ بن جحش

چند دن کے بعد ماہ رجب کے مہینے میں آپنے عبداللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ہمراہ بطن نخلہ کی طرف روانہ کیا۔ روانگی کے وقت آپنے عبداللہ کو ایک خط دیا کہ اس کو دو دن کے بعد کھولنا۔ عبداللہ نے حسب الحکم جب خط کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ نخلہ میں ٹھہرو اور قریش کے ارادوں کا کھوج نکالو۔ اتفاقاً قریش کے چند آدمی جو شام سے مال تجارت لیکر مکے واپس آرہے تھے ان سے دوچار ہوئے عبداللہ نے ان پر حملہ کیا۔ اس مقابلہ میں قافلہ سالار عمرو بن الحضرمی عبداللہ کے تیر سے ہلاک ہوا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے۔ عبداللہ مال واسباب لوٹ کر مدینہ میں واپس آیا اور مال واسباب اور قیدی آپؐ کے روبرو پیش کئے۔ آپؐ بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم حرام لڑے اس مہینہ میں تم کو لڑنے کا حکم نہ تھا۔

آپنے عمرو بن الحضرمی کا خون بہا ادا کیا۔ قیدیوں کو رہا کر دیا اور مال غنیمت لینے سے انکار کیا۔

Marfat.com

عمرو بن الحضرمی کا قتل طبری کے قول کے بموجب غزوۂ بدر کا سبب بن گیا۔ ہمارے خیال میں عبداللہ بن جحش قابل مُعافی تھا جب اُسنے قافلہ لوٹا اسوقت اپنے مویشی لُٹ جانیکا اُسے سخت غصہ تھا مزید براں اہل مکہ جب برسر پرخاش تھے اور اُن کے ظلم اور ستم حد سے گذر چکے تھے تو اگر اُس نے دشمن کا ایک قافلہ تباہ کر دیا تو کیا بیجا کیا۔ ہاں اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے رسُول پاکؐ کی اجازت پہلے حاصل نہ کرلی۔

جب حضرمی کے قتل کی خبر مکہ میں پہنچی تو قریش آگ بگولہ ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ابکے جو کاروان شام کی طرف روانہ ہُوا اس میں بہت سا راس المال تھا۔ قریش میں سے کوئی ہی ایسا رہ گیا ہوگا کہ جسنے کچھ نہ کچھ حصہ نہ لیا ہو۔ اتفاق سے اسوقت یہ غلط افواہ اُڑ گئی کہ مُسلمان اس قافلے کو لُوٹنے آرہے ہیں۔ یہ غلط خبر باروت کے لئے چنگاری بن گئی۔ قریش غضب مجسم بنگئے اور گرجتے ہوئے بادل کی طرح زور شور سے اُٹھے۔

رسُول پاکؐ بھی غافل نہ تھے۔ آپؐ نے صحابہ کو جمع فرمایا۔ ابوبکرؓ اور دیگر مہاجرین نے اظہار جان نثاری کیا۔ جب آپؐ نے انصار کی طرف دیکھا تو سعد بن عبادۃ اپنی جگہ سے اُٹھا اور کہنے لگا یا رسُول خدا اگر آپؐ فرمائیں تو ہم سمندر میں کُود پڑیں۔

مقداد نے کہا کہ ہم موسیٰؑ کی قوم نہیں ہیں کہ کہیں کہ موسیٰؑ تم اور تمہارا خدا لڑے ہم آپ کے چاروں طرف کھڑے ہو کر اپنی جانیں نثار کرینگے یہ سُن کر پیغمبرؐ صاحب کا چہرہ مُبارک بشاش ہو گیا۔

غزوۂ بدر

ماہ رمضان کی تیرا۱۳ں تاریخ تھی جب آپؐ تین سو تیراں جان نثاروں کی جمعیت لیکر شہر سے باہر نکلے۔ اُن میں صرف ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر جاکر آپؐ نے حکم دیا کہ کم سن بچے واپس جائیں۔ عمیر بن ابی وقاص جو کمسن تھے یہ حکم سُنکر رونے لگے۔ حضرتؐ نے یہ جرأت دیکھ کر عمیر کو ساتھ آنے کی اجازت دی۔ سعد اُس کے بڑے بھائی نے عمیر کی کمر سے شمشیر آویزاں کی۔ اور سب بدر کی طرف بڑھے۔

بدر ایک گانوں مکہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ہے ان ایام میں ہر سال یہاں میلہ لگا کرتا تھا۔ ۱۷ رمضان کو آپؐ بدر کے قریب پہنچے بسبستہ اور عدی خبر رسانوں نے

جن کو آگے بھیجا گیا تھا خبر دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آپہنچے۔ رسولِ خدا نے یہ سُن کر وہیں قیام فرمایا۔

قریش بڑے تزک اور احتشام سے آئے تھے۔ اُن کی فوج میں ایکہزار خونخوار جنگ جو جوان تھے۔ مکہ کے تمام تجربہ کار جنگ آزمودہ سردار شامل تھے۔ ابو لہب خود نہ آسکا اُسنے اپنا قایم مقام بھیجدیا تھا باقی سب سردار موجود تھے۔ عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار تھا۔ سو سوار اور اکثر پیادے زرہ پوش تھے۔ سات سو اونٹ اور سو گھوڑے ساتھ تھے۔ ادھر لشکرِ اسلام میں صرف تین گھوڑے ستر اونٹ اور چھ زرہیں تھیں۔ بدر کے قریب ابو جہل کو ابوسفیان نے پیغام بھیجا کہ قافلہ شام سمندر کے کنارے کنارے بخیر و عافیت مکہ پہنچ گیا ہے۔ یہ سُن کر قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا کہ اب لڑنا بیفائدہ ہے مگر ابو جہل نے نہ مانا اور کہا کہ ہم اسلام کی بیخکنی کے لئے گھر سے نکلے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دھاک ہر جگہ بیٹھ جائے۔ ابو جہل کا یہ ارادہ دیکھکر ابوسفیان بھی لشکرِ کفّار میں آشامل ہُوا۔

مسلمان کئی دن سے گھر سے نکلے ہوئے تھے۔ منزلوں کے مارے تھکے ماندے اور گرد آلودہ ہو رہے تھے۔ راستے میں تشنگی سے سخت تکلیف اُٹھا چکے تھے۔ ان کو امید تھی کہ بدر میں جاکر آبِ شیریں ملیگا مگر یہاں اور ہی سامان دیکھا۔ قریش ان سے پہلے یہاں آچکے تھے اور پانی پر قابض تھے۔ اس مصیبت میں بعض مسلمانوں کو یہ وہم پیدا ہُوا کہ اس ریگستان سے جہاں زانوں تک انسان اور حیوان کے پانوں دھسے جاتے ہیں سلامت نکلنا ناممکن ہے۔ جونہیں یہ وسوسہ بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہُوا۔ ابرِ رحمت آسمان پر چھاکر موسلادھار ابر برسا۔ مُسلمانوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ نہا دھو کر پاک صاف ہو گئے اور اب اُن کے حوصلے جو پست ہو چلے تھے از سرِ نو تازہ ہو گئے اور ان کو فتح کی بشارت کا کامل یقین ہو گیا اس قُدرتی احسان کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔

"وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ"

"اور جبکہ خدانے آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو پاک کرے،،

حکیم بن حزام نے چاہا کہ کسی طرح خون کے نالے نہ بہیں انہوں نے عتبہ کو صلاح دی

Marfat.com

کہ حضرمی کا خون بہا لیکر گھروں کو لوٹ چلو وہ بھی رضامند ہو گئے مگر ابوجہل نے کہا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ عتبہ کا بیٹا مسلمان ہے اور لشکر مخالف میں موجود ہے اسلئے وہ لڑائی سے گریز کرتا ہے۔ ساتھ ہی ابوجہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو ورغلایا اور وہ دیوانوں کی طرح کپڑے پھاڑنے لگا اور سر پر خاک ڈالنے لگا جس سے تمام فوج آمادۂ جنگ ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ عتبہ کا سر اسقدر بڑا تھا کہ اس کو کوئی خود پورا نہ آتا تھا ناچار اُس نے سر سے کپڑا لپیٹ لیا۔

رسُول خدا کے لئے ایک طرف ایک چھوٹا سا چھپر کھڑا کرا یا گیا تھا اس کے نیچے آپؐ استادہ تھے کسی کسی وقت سجدے میں گرتے تھے اور درگاہ خدا میں خضوع و خشوع کے ساتھ دونوں ہاتھ پھیلا کر دُعا کر رہے تھے کہ بارخدایا تو نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ آج ایفا کر۔ اگر آج یہ چند نفوس مٹ گئے تو پھر قیامت تک تجھے کوئی نہ پوچھے گا۔ آخر آپؐ کی دُعا عرش سے امداد غیبی لیکر واپس آئی۔ اور آپؐ کے دہن مُبارک سے روحانی تسکین کے ساتھ "فوج کو شکست دی جاویگی اور وہ پُشت پھیر دینگے" کے الفاظ مُسلمانوں نے سُنے۔

یہ معرکہ ایثار کے لئے جائے امتحان تھا۔ باپ اور بیٹوں کا مقابلہ تھا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عتبہ کو یہ سخت امتحان دینا پڑا۔

رسُول پاکؐ کا حکم تھا کہ خبردار حریف پر پیش دستی نہ ہو اس حکم کی مُسلمانوں نے بسر و چشم تعمیل کی۔ سب سے پہلے عامر حضرمی میدان میں نکلا۔ اُدھر سے مہجع غلام حضرتؓ مقابلہ کے لئے گیا اور شہید ہُوا۔ پھر عتبہ۔ اُس کا بھائی شیبہ اور اُس کا پسر ولید میدان میں آئے۔ عتبہ چونکہ سپہ سالار تھا اُس کے سینے پر شتر مُرغ کے پر آویزاں تھے۔ انکے مقابلہ کے لئے عوف۔ معاذ اور عبداللہ نکلے۔ عتبہ نے ان کا حسب نسب دریافت کر کے کہا کہ تم لوٹ جاؤ اور پکار کر کہا کہ محمدؐ یہ لوگ ہمارے رُتبہ کے نہیں ہیں۔ یہ سُن کر رسُولؐ خدا نے حضرت علیؓ۔ حمزہؓ اور عبیدہؓ کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت حمزہؓ

Marfat.com

عتبہ کے حضرت علیؓ۔ ولید کے اور عبیدہ۔ شیبہ کے روبرو ہوئے۔ حضرت علی شیرِخدا نے عتبہ کو دم لینے کی فرصت نہ دی۔ ولید حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے قتل ہُوا مگر شیبہ نے عبیدہ کو زخمی کر دیا اس پر حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کا مقابلہ کیا اور اُس کو بھی عتبہ کے پاس پہنچا دیا۔ پھر عبیدہ کو کندھے پر سوار کر کے رسُول مقبولؐ کے پاس لے آئے۔ حضرت علیؓ کی عُمر اسوقت اکیسؓ سال کی تھی عبیدہ نے رسُولؐ کو دیکھ کر کہا یا حضرت میں دولت شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے تسلّی فرمائی اور کہا کہ نہیں تم نے شہادت پائی۔

عتبہ اُس کے بھائی اور پسر کے قتل کے بعد سعید بن العاص دریائے آہن میں غرق میدان میں آیا اور لاف و گزاف بکنے لگا ادھر سے حضرت زبیر مردانہ وار اُسکے روبرو ہوئے۔ سعید کی صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں اسلئے آپنے اس زور سے اُس کی آنکھ میں برچھی ماری کہ وہ زمین پر بیجان ہو کر گر گیا۔ یہ برچھی مقتول کے جسم میں آنکھ کے رستے اسقدر دُور تک گئی تھی کہ حضرت زبیرؓ نے اپنا پاؤں لاش پر رکھکر بمشکل اُسے نکالا اور جب نکلی تو خم ہو گئی تھی۔ یہ برچھی بعد ازاں یادگار بن گئی حضرت زبیرؓ سے رسُولؐ پاک نے لیلی اور پھر باری باری چاروں خلفاء کے پاس منتقل ہوئی۔

اس جنگ میں حضرت زبیرؓ کو کئی زخم آئے ایک زخم جو شانہ پر تھا اسقدر عمیق تھا کہ اچھّا ہونے پر اس میں اُنگلی چلی جاتی تھی آپ اس دلاوری سے لڑے تھے کہ آپ کی شمشیر میں جس کے قبضہ پر چاندی کا کام تھا دندانے پڑ گئے۔ اس جوہر دار تلوار نے ایک دن تین ہزار درہم قیمت پائی۔

قریش نے جب دیکھا کہ اُن کے نامی سردار اس طرح قتل ہو گئے تو ہلّہ بول دیا۔ کُفّار کو یقین تھا کہ کثرت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو تکا بوٹی کر ڈالینگے مگر ان کو یہ خبر نہ تھی کہ خداوند تعالےٰ ہر شے پر قادر ہے وہ چاہے تو چیونٹی سے شیر ژیاں کو اور پشہ سے فیل دماں کو ہلاک کر سکتا ہے۔ کُفّار جوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور فخر رُسل سربسجود دُعا مانگ رہے تھے۔

اس جنگ میں عفرا کے دو بیٹے معوذ اور معاذ بھی لڑ رہے تھے اِن دونوں نے

دل میں عہد کر لیا کہ یا ابو جہل کو قتل کرینگے یا خود قتل ہو جائینگے۔ دل میں یہ عہد کر کے یہ دونوں جوان حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے پاس گئے اور باری باری دونوں نے اُن سے کان میں پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے حضرت عبد الرحمٰن نے اشارہ سے بتا دیا کہ وہ ہے۔ یہ سُن کر یہ دونوں شعلۂ جوالہ کی طرح وہاں پہنچے کہ جہاں ابو جہل لڑ رہا تھا اور طرفۃ العین میں وہ خاک پر لوٹنے لگا۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ کہیں قریب تھا اُسنے معاذ کے پس پُشت کھڑے ہو کر بیخبری کے عالم میں تلوار کا ایسا وار کیا کہ معاذ کا بایاں شانہ کٹ گیا اور صرف ایک تسمہ لگا رہا۔ اللہ رے جوانمردی بہادر معاذ نے وہ ہاتھ پانوں کے نیچے دبا کر تسمہ بھی الگ کر دیا اور اسی طرح لڑتا رہا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اُمیّہ بن خلف حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا بڑا دوست تھا۔ یہ وہی اُمیّہ تھا جو حضرت بلالؓ پر طرح طرح کے ظلم و ستم کیا کرتا تھا اور اگر حضرت ابو بکرؓ امداد نہ کرتے تو اُن کا جانبر ہونا محال تھا حضرت عبد الرحمٰن نے اُمیّہ کو کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ اور آپ اس پر چھا گئے مگر لوگوں نے ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈالکر اس کو جہنّم واصل کر دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن کی بھی ایک ٹانگ زخمی ہوئی۔ اسی جد و جہد میں امیّہ کا بیٹا علی بھی قتل ہُوا۔ کہتے ہیں کہ امیّہ بن خلف کی پہلے ٹانگوں کے نیچے سے ناک کاٹ ڈالی اور پھر خبیب بن یساف اور حضرت بلالؓ دونوں نے سر اُڑا دیا مگر کمبخت نے مرتے مرتے ایک وار تلوار کا خبیب پر ایسا کیا کہ ان کا ہاتھ شانے سے علیحدہ ہو گیا۔ خدا کی شان یہ وہی شخص تھا جو حضرت بلالؓ کا آقا بنا ہُوا تھا آج اُنہیں کے ہاتھ سے اس طرح ذلیل ہُوا۔

یہ وہ وقت تھا کہ رسولؐ خدا کی دُعا قبول ہوئی "حقا جنود الٰہی ہوا کے تُند و تیز گھوڑوں پر سوار نازل ہوئے گرد و غبار بلند ہُوا۔ کافروں کے مُنہ پر تھپیڑے پڑنے لگے ان کی گردنیں مُڑ گئیں جوڑ جوڑ ہل گئے۔ لشکر کُفّار میں ابتری پڑ گئی چیدہ چیدہ سردار سب قتل ہو گئے اب اُن کے ہوش و حواس درست نہ تھے۔ بے تحاشا نوک دم بھاگے"۔

اس لڑائی میں قریش کی تمام انانیت ناک کے رستے نکل گئی ان کے ستر سردار مارے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے مسلمانوں میں سے صرف چھ مہاجر اور آٹھ انصار نے شہادت پائی۔ جب بدر کی لڑائی ختم ہوئی تو حضرت رسول کریمؐ نے حکم دیا کہ چونکہ کُشتگان جنگ کی لاشیں زیادہ ہیں ایک گڑھا کھود کر اس میں مُردے ڈالیں جائیں جب اُمیہ بن خلف کی باری آئی تو اس کا ہلانا مشکل ہو گیا۔ یہ بجسیم وشحیم آدمی تھا۔ مرتے ہی اس کا بدن پھول گیا اور ذرا سی حرکت سے گوشت پھٹنے لگا آخر رسول خداؐ نے حکم دیا کہ اسے یوں پڑا رہنے دو۔ مردود کا مُردہ بھی خوار ہوا۔

جب کُفار کے مُردے غار میں ڈالے جا چکے تو رسولِ خداؐ غار کے قریب آئے اور ایک ایک کا نام پکار کر کہنے لگے کہ اے عتبہ اور اے شیبہ اور اے اُمیہ اور اے ابوجہل تم نے دیکھ لیا کہ اللہ نے جو تمہارے متعلق فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ اور جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ بھی پورا ہوا۔ صحابہ نے کہا کہ یا حضرتؐ کیا یہ مُردے سُنتے ہیں حضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں تم سے بہتر سُنتے ہیں۔

حضرت کا یہ فرمانا مصلحت وقت تھا وہ اوروں کو عبرت دلاتے تھے ورنہ قرآن میں صاف ہے مُردے کسی کی بات نہیں سُن سکتے۔

اسوقت عرب میں دستور تھا کہ قیدی نہایت بیدردی سے تہ تیغ کئے جاتے تھے۔ رسول کریمؐ نے اس دستور کو بدل دیا اور حکم دیا کہ خبردار ان بیکسوں کو اب کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ مہاجرین اور انصار نے اس حکم کی جانؔ دل سے تعمیل کی پیغمبر صاحبؐ کے اس سلوک سے متعصب غیر مذہب کے مصنف بھی حیران ہیں۔ آپ نے اسیران جنگ کو دو دو چار چار صحابہ میں تقسیم کر دیا صحابہ آپ کھجوروں پر گذارہ کرتے تھے اور روٹی ان کو کھلاتے تھے۔ آپ پیدل چلتے تھے اور ان کو سوار کر دیتے تھے۔

رسولؐ خدا نے فتح ونصرت کے بعد تین دن بدر میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ تشریف لائے۔ یہاں آکر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیرانِ جنگ سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا سب کو یک قلم قتل کیا جائے اور مُسلمان اپنے ہاتھ سے اپنے عزیز

Marfat.com

قیدیوں کو قتل کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ نہیں ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے ایک تو یہ ممنون احسان ہو کر دشمنی سے باز آئینگے دوسرا جو مال آئیگا اُس سے محتاجوں کی تنگی تُرشی دُور ہو جائیگی۔ پیغمبرؐ صاحب نے حضرت ابو بکرؓ سے اتفاق کیا۔ جب اسیران جنگ پیش ہو رہے تھے تو جناب سودہؓ کی نگاہ اپنے عزیز سہیل بن عمر پر پڑی اور بیساختہ بول اُٹھیں کہ عورتوں کی طرح بیڑیاں پہننے سے تو یہ بہتر تھا کہ لڑ کر مر جاتا۔

اسیران جنگ میں عقبہ۔ نضر بن حارث۔ حضرت عباس عقیل اور ابوالعاص شوہر جناب زینبؓ یعنے داماد رسُول مقبولؐ بھی تھے ان میں سے عقبہ اور نضر قتل کر دیئے گئے۔

پیغمبرؐ صاحب نے حکم دیا کہ اسیرانِ جنگ چار چار ہزار درہم فدیہ ادا کریں بعض ان میں ایسے بھی تھے جن کو اسقدر فدیہ ادا کرنے کی وسعت نہ تھی ان کو یُوں ہی چھوڑ دیا گیا

ابوالعاص کے پاس بھی رقم فدیہ نہ تھی اُنہوں نے حضرت زینبؓ کو مکہ سے کہلا بھیجا وہاں سے وہی ہار آیا جس کا ذکر ہم حضرت خدیجہؓ کے وفات کے حال میں کر چکے ہیں۔ رسُول پاکؐ نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ اور اُن کا وقت یاد آگیا آپؐ بے اختیار رو پڑے۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو بیٹی کو اُسکی ماں کی یادگار واپس کر دو سب نے بخوشی تمام وہ ہار واپس کر دیا۔ ابوالعاص جب رہا ہو کر مکّہ گئے تو حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجدیا۔ چند سال کے بعد یہ بڑے طمطراق سے شام کی طرف تجارت کے لئے گئے واپسی پر مسلمانوں نے گرفتار کر لیا یہ چھُپ کر مدینے آئے اور حضرت زینبؓ کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ حضرتؐ نے داماد کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو اس کا مال اس کو واپس کر دو سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور کوڑی کوڑی واپس کر دی یہ مرحمت ایسی تھی کہ ابوالعاص مسلمان ہو گئے۔

حضرت عباسؓ کے پاس وقت گرفتاری کپڑے نہ تھے۔ ان کا قد اسقدر بلند و بالا تھا کہ کسی کا پیرہن ان کو درست نہ آتا تھا۔ عبداللہ بن ابی منافق حضرت عباسؓ کا ہم قد تھا اُسنے اپنا کُرتہ منگا دیا۔ عبداللہ بن ابی نے وقت مرگ رسُول اللہؐ سے اُن کا کُرتہ مانگا اور درخواست کی اس میں دفن کیا جائے۔ رسُول اللہؐ نے اسوقت اسکی درخواست

منظور کی کہتے ہیں وہ اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

اسیرانِ جنگ میں سہیل بن عمر حضرت سودہؓ کا عزیز زبان آور انسان تھا اور اُسے اپنی فصاحت پر بہت ناز تھا ہمیشہ رسُول پاکؐ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا حضرت عمرؓ کی یہ رائے تھی کہ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں تاکہ اس کو طاقت تقریر نہ رہے مگر رسُولؐ پاک نے کہا کہ میں کسی کو بگاڑنا نہیں چاہتا سُبحان اللہ ؎

خدائے راست مسلم بزرگی والطاف

کہ جُرم بیند وناں برقرار مے دارد

حضرت عباسؓ کی رہائی کے وقت صحابہ نے ان کا فدیہ معاف کرنا چاہا مگر آپ نے اس رعایت کو منظور نہ کیا لیکن جب تک وہ رہا نہ ہوئے آپؐ کو قرار نہ آیا مال غنیمت اور فدیہ کی تقسیم کے وقت آیت نازل ہوئی۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (انفال)

اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا

رسُولؐ پاک یہ عتاب ربانی سُن کر رو پڑے اور خدائے پاک نے جو غفور اور رحیم ہے مال غنیمت کو حلال کر دیا اور فرمایا۔

"فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا"

"اب کھاؤ جو تم نے لوٹا ہے کہ حلال طیب ہے"

غزوہ بدر کا مال غنیمت اس طرح پر تقسیم ہُوا کہ کُل کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہُوا جس کا مصرف یتیموں اور غریبوں کی امداد اور دیگر رفاہ عام کام تھے باقی چار حصے مجاہدین کو دیئے گئے اور یہ قاعدہ مستقل بن گیا۔

تاریخ اسلام میں غزوہ بدر یادگار ہے۔ اس کے نتیجہ پر اسلام کی فتح و شکست کا مدار تھا۔ ایک طرف قریش اپنی شان و شوکت پر نازاں۔ دوسری طرف مُسلمان غریب اور بے سروسامان تھے۔ پروردگار نے اسلام کی عزت رکھ لی۔ قرآن نے اس کو یوم الفرقان کہا ہے۔

Marfat.com

بدر کے غازیوں کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کے وظائف سب سے زیادہ تھے اور جس غازی کے نام کے ساتھ بدری کا امتیاز تھا وہ نہائیت ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ اس میں ہرگز جائے کلام نہیں ہے کہ معرکہ بدر اسلامی ترقی کے لئے بام رفعت کا زدبان تھا کیونکہ اس میں وہ تمام سردار جو اسلام کے لئے سد فولاد سے کم نہ تھے فنا ہو گئے۔ بدر کے ہیرو زمین حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ کا نام آب زر سے لکھنا چاہیئے۔

اس فتح مبین سے مسلمان شاداں و فرحاں تھے لیکن جب مہاجرین اور انصار مظفر و منصور مدینہ میں واپس آئے تو آنحضرتؐ کی دختر حضرت رقیہؓ کا جنازہ جا رہا تھا۔ یہ عرصہ سے بیمار تھیں ان کے شوہر حضرت عثمانؓ کو ان کی وفات سے سخت صدمہ ہوا اسوقت مدینہ میں یہود کے تین مشہور قبیلے آباد تھے۔

(۱) قینقاع (۲) نضیر (۳) قریظہ۔

بنی قینقاع

ان میں سب سے زیادہ صاحب اقدار قینقاع تھے۔ یہ لوگ نہائیت بے رحم۔ سنگدل اور غائیت درجہ کے سود خوار تھے۔ لوگوں کی مستورات اور بچے تک رہن رکھ لیتے تھے۔ جب رسول پاکؐ جنگ بدر سے واپس تشریف لائے تو یہ لوگ آتش حسد سے جل گئے اور اسقدر گستاخ ہوگئے کہ اگر رسول کریمؐ کبھی راہ میں ملجاتے تھے تو بجائے سلام علیکم کے السام علیک کہا کرتے تھے جس کے یہ معنے ہیں کہ تجھ کو موت آئے۔ ایک دفعہ حضرت عایشہ صدیقہؓ نے کسی کو یہ کہتا سُن لیا اور خفا ہو کر بولیں کہ کمبختو موت تم کو آئے حضرتؐ نے کہا جانے دو کچھ نہ کہو میں نے علیک کہدیا یہ ہی کافی ہے۔

قبیلہ قینقاع کے ایک یہودی نے رسولؐ خدا کی غیبت میں ایک مسلمان کو اسوجہ سے قتل کر ڈالا تھا کہ اُسنے ایک یہودی کو جنے سرِ بازار ایک مُسلمان عورتؐ کی آبرو ریزی کی تھی طیش میں آکر ہلاک کر دیا تھا۔ اسوجہ سے مسلمانوں اور یہودیوں میں نزاع قایم ہوگئی۔ حضرتؐ نے بدر سے واپس آکر یہودیوں سے باز پُرس کی بجائے اس کے کہ یہودی اپنے کئے پر نادم ہوتے نہائیت گستاخ ہو کر بولے کہ بدر کی کامیابی نے تمکو مغرور کر دیا ہے ہم کسی سے دبنے والے نہیں ہیں یہ کہکر انہوں نے سابقہ عہد نامہ

واپس کردیا حضرتؐ نے یہ حال دیکھ کر شوال ۲ھ ہجری میں ان کے محلہ کا محاصرہ کرلیا اب بنی قینقاع کی آنکھیں کھلیں۔ آخر عبداللہ بن ابی منافق نے بیچ میں پڑ کر اس طرح صُلح کرادی کہ بنی قینقاع اپنے اہل عیال اور مال اسباب لیکر مدینہ سے نکل جائیں صرف انکے ہتھیار اور زمینیں ضبط ہوجائیں۔

اسی سال روزے فرض ہوئے اور ماہ رمضان مُبارک مہینہ ہوگیا اور اسی سال حضرتؐ نے نمازِ عید باجماعت عیدگاہ میں صحابہ کے ساتھ پڑھی۔

جناب فاطمہؓ کی شادی

حضرت فاطمہؓ خاتون جنت رسُولِ پاکؐ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اب ان کی عُمر اٹھارہ برس کی ہوچکی تھی۔ کئی جگہ سے پیغام آنے لگے۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ نے پیغام دیا تو آپؐ نے فرمایا جیسا خدا کا حکم ہوگا۔ پھر حضرت عمرؓ نے درخواست کی ان کو بھی یہی جواب ملا آخر حضرت علیؓ نے جب رشتہ مانگا تو آپؐ نے فرمایا جزاک اللہ اور جب حضرت فاطمہؓ سے استفسار کیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ رسُول خداؐ نے یہ شادی نہائیت سادگی سے کی اور اپنی پیاری بیٹی کو جو جہیز دیا وہ یہ تھا۔

دو ازار۔ ایک چکی۔ دو مٹی کے گھڑے۔ ایک بان کی چارپائی۔ چمڑے کا گدا جسمیں اندر روئی کی جگہ کھجور کے پتے تھے اور ایک مشک۔

حضرت علیؓ نے اپنی زرہ بیچ کر دوستوں کی دعوت کی۔ شادی کے بعد حضرت فاطمہؓ اپنے مکان میں چلی گئیں جو حارثہ نے ان کو دیا تھا۔ پھر رسُول پاکؐ خود اُن کے پاس گئے پہلے دروازہ پر کھڑے ہوکر اجازت مانگی اور اندر جاکر ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈال کر پہلے حضرت علیؓ کے سینے اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا وہ شرماتی ہوئی آئیں پھر اُن پر پانی ڈالا اور کہا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل تر انسان سے تیرا نکاح کیا ہے۔ یہ نکاح ذوالحجہ ۲ھ ہجری میں ہُوا۔

غزوۃ السویق

اسی مہینہ قریش مکہ نے پھر شرارت کی۔ بدر کی لڑائی میں ابوسفیان زخمی ہُوا تھا مگر جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔ ابوجہل وغیرہ سرداروں کے بعد یہ سردار ہُوا اس نے شہر میں منادی کردی کہ مقتولوں کا کوئی ماتم نہ کرے رونے سے دل کا بخار نکل جائیگا او

انتقام کی آگ بجھ جائیگی یہ سخت حکم دے کر اُسنے قسم کھائی کہ جب تک مُسلمانوں سے بدلہ نہ لیلوں زیب و زینت عیش و عشرت تو کیا نہانا تک حرام ہے۔ بعدازاں تیسرے مہینے ہی دو سو سوار لیکر آگیا۔ باغ اور بھوسے کے انبار جلادیئے ایک انصار اور اُسکے حلیف کو قتل کر دیا یہ سُن کر سرور کائینات صلعم دو سو مہاجرین اور انصار لیکر مدینہ سے نکلے مگر وہ بے تحاشا اپنے ہمراہیوں کو لیکر بھاگا اور راستے میں بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے بورے پھینکتا گیا۔ اس واقعہ کا نام غزوۃ السویق یعنے ستو کی لڑائی مشہور ہُوا۔

عمیر

عمیر بن وہب قریش مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اسنے اپنی تلوار زہر میں بجھائی اور رسُول پاک کے شہید کرنے کا ارادہ کرکے مدینہ میں آیا حضرت عمرؓ کو خبر ہوگئی اُسکو گلے سے پکڑ کر کشاں کشاں پیغمبر صاحب کی خدمت میں لائے پیغمبر صاحب نے کہا کہ اسکو چھوڑ دو پھر اس کو پاس بٹھا کر پوچھا کہ کیسے آئے ہو اُسنے جواب دیا کہ بیٹے کو چھُڑانے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ تلوار لیکر اُسنے کہا کہ بدر میں بھی تو تلواریں ساتھ تھیں آخر کس کام آئیں۔ آپ نے کہا کہ بجا ہے لیکن حجر میں بیٹھ کر صفوان سے کس کے قتل کی سازش کی ہے وہ حیران رہ گیا سوائے صفوان کے اور کوئی اس سازش سے آگاہ نہ تھا۔ بطیب خاطر مُسلمان ہُوا۔ وہی شخص جو مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا مُسلمانوں کا فریفتہ ہوگیا اور مکہ میں جاکر اشاعت اسلام میں دل اور جان سے مصروف ہُوا۔

رسُول خدا یہودیوں کی عزت کیا کرتے تھے اہل عرب بالوں میں مانگ نکالتے تھے یہودی بالوں کو یوں ہی رکھتے تھے آپ بھی مانگ نہیں نکالتے تھے۔ یہودی عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے آپ نے بھی یہ ہی حکم دیدیا جب کبھی یہودی کا جنازہ گذرتا تھا تو آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے مگر یہودیوں نے دل سے جو شور بخت تھے کینہ نہ جاتا تھا نہ گیا محض بوجہ حسد اور بُغض برسر پیکار ہو گئے۔

غزوۂ قرقرۃ الکدر

واقع قینقاع کے بعد یہودیوں نے یہ شرارت کی کہ تاخت و تاراج کی نیت سے ایک جماعت کثیر جمع کر لی۔ رسُول پاک مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر مقام قرقرۃ الکدر پر پہنچے اور تین دن تک قیام کیا مگر یہودیوں پر خود بخود ایسا رعب چھایا کہ منتشر ہو گئے

Marfat.com

یہ واقعہ ۲ھ ہجری میں ہُوا۔ پھر ربیع الاوّل ۳ھ میں یہودیوں نے حوالی مدینہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا اور دعثور بن حارث کو اپنا سردار بنایا۔ رسُولِ خدا بارہ ربیع الاوّل کو ساڑھے چار سو مسلمان لیکر روانہ ہوئے لیکن قبل اس کے کہ لڑائی شروع ہو یہودی فرار ہوکر بکھر گئے۔ اُس دن بارش بہت ہوئی رسُولِ پاک نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوکر اپنے کپڑے سوکھنے کے لئے پھیلا دیئے اور پھر لیٹ کر سو گئے۔

دعثور — دعثور جو پہاڑ پر سے یہ حال دیکھ رہا تھا شمشیر بکف آپ کے سرہانے آکھڑا ہوا۔ اتفاقیہ آپ کی آنکھ کھُل گئی دیکھا تو یہودی شمشیر عریاں لئے کھڑا ہے۔ دعثور نے چلّا کر کہا کہ اب بتا کون ہے کہ تجھے میری خون آشام تلوار سے پناہ دے آپ نے بیخوف و خطر کہا میرا بچانیوالا اللہ ہے یہ کہا اور آپ نے بڑھ کر اُس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور فرمایا "اب تو بتا کہ تجھے بچانیوالا کون ہے" اُسنے گھبرا کر کہا "کوئی نہیں" آپنے تلوار اُس کے روبرو پھینکدی اور فرمایا کہ مجھ سے رحم کی عادت سیکھ۔ اتنا کہنا تھا کہ دعثور گرویدہ ہوگیا اور بصدق دل سے مُسلمان ہُوا۔

کعب بن اشرف — گیارہ دن کے بعد آپ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے۔ کعب بن اشرف یہودی ایک مشہور شاعر تھا اس کو مسلمانوں سے سخت حسد اور کینہ تھا اسنے کشتگان بدر کے پُر درد مرثئے کہے پھر مکے میں گیا اور وہاں جاکر ابوسفیان کے ہمراہ حرم میں آیا اور پردہ تھام کر قسم کھائی کہ مقتولان بدر کا انتقام لینگے وہاں سے واپس آکر اسنے رسُولِ خدا کی ہجو میں اشعار لکھے۔ اُس زمانہ کی شاعری میں جادُو کا اثر تھا۔ آتش بیان اور برق زبان شاعروں کے اشعار بجائے خود تارپیڈو سے کم نہ تھے۔

اس کمبخت نے یہ صلاح کی کہ پیغمبر خدا کو دعوت کے بہانہ سے بُلایا جائے اور قتل کردیا جائے۔ صحابہ اس کے ظلم سے پہلے ہی سے بیزار تھے اُنہوں نے رسُولِ خدا سے کہا کہ ہمیں اس سے گفتگو کرنے کی اجازت دی جائے آپنے اجازت دی۔ محمد بن مسلمہ انصاری چار آدمی لیکر اس کے گھر گیا اور اس کو باہر بُلایا اور بال سُونگھنے کے بہانے سے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور قتل کر ڈالا۔ ایک روائت یہ ہے کہ اس سے کہا کہ قرضہ کی ضرورت ہے اُسنے کہا کہ بیوی رہن رکھو اس پر اس کو قتل کردیا۔ رسُولِ خدا کو بعدہٗ خبر ہوئی

کہ وہ قتل کر دیا گیا ہے۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ رسول خدا نے بمصداق ”لڑائی میں دھوکہ دینا جائز ہے“ قتل کی اجازت دیدی تھی مگر جہانتک ہم نے تحقیق کیا ہے ہمیں یہی ثابت ہوا ہے کہ رسولؐ پاک سے صرف کعب سے گفتگو کرنے کی اجازت حاصل کیگئی تھی۔

حضرت عثمانؓ کو اپنی بیوی رقیہؓ دختر رسولؐ خدا کے مرنے کا سخت قلق تھا اور اکثر مغموم رہا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حفصہؓ کا نکاح اُن سے کرنا چاہا مگر حضرت ابو بکرؓ نے شاید اسوجہ سے کہ اُن کا مزاج کسی قدر گرم واقع ہوا تھا شکریہ سے انکار کر دیا۔ اُن کا پہلا نکاح خنیس بن حذافتہ اسہمی سے ہوا۔ خنیس جنگ بدر میں شریک تھے پھر چند روز بعد مدینہ میں انتقال کر گئے اور حفصہؓ بیوہ ہوگئیں۔ اس انکار سے حضرت عمرؓ رنجیدہ ہوئے۔ جب یہ خبر رسولؐ خدا کے کانوں تک پہنچی تو اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا ناراض نہ ہو خدا تمہاری لڑکی کو اس سے اچھا شوہر اور عثمانؓ کو اس اچھی بی بی دیگا۔ چنانچہ آپ نے چند روز کے بعد خود حفصہؓ سے نکاح کر لیا اور اپنی لڑکی اُمّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا اس سے حضرت عمرؓ اور عثمانؓ دونوں خوش ہوگئے۔ اس شادی سے حضرت عثمانؓ ذوالنورین بنگئے۔ جناب حفصہؓ سے نکاح

جناب حفصہؓ لکھی پڑھی تھیں ابو بکرؓ نے اپنی خلافت میں جو اوّل بار قرآن جمع کرایا قرآن کا وہ پہلا نسخہ جناب حفصہؓ کی امانت تھا۔

آپ امہات المومنین میں سب سے زیادہ عابدہ زاہدہ تھیں۔ پیغمبرؐ صاحب کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہوگئیں اور لوگوں سے ملنا جوڑنا چھوڑ دیا۔ آپکی حضرت عائشہؓ سے بہت محبت تھی جب حضرت عائشہؓ حضرت علی کرم سے ناراض ہوگئی تھیں تو حضرت حفصہؓ بھی حضرت عائشہؓ کی طرفدار تھیں۔ حضرت حفصہؓ جناب رسولؐ سے عمر میں ۳۵ سال چھوٹی تھیں آپنے ۵۹ سال کی عمر میں جمادی الاوّل ۴۱ سنہ ہجری میں انتقال فرمایا۔

اسی سال ماہ رمضان مبارک کی پندرھویں تاریخ جناب حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے امام حسنؑ پیدا ہوئے۔ ولادت امام حسنؑ

باب (۸)

غزوۂ احد ۳ھ

غزوۂ احد کا مفصل ذکر قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں موجود ہے۔ جنگ بدر کے بعد قریش مکّہ جوش انتقام میں ماہی بے آب کی طرح بیتاب تھے۔ جب فدیہ ادا ہو چکا اور اسیران جنگ رہا ہو کر مکے میں واپس آئے تو سرداران قریش نے عمرو بن العاص اور ابو غری شعرا کو قبائل عرب کے پاس اسلام کی مذمت کے لئے بھیجا۔ ان میں ابو غری وہی تھا جس کو رسولؐ پاک نے بدر میں شاعر سمجھ کر آزاد کر دیا تھا۔ جناب رسولؐ کے رحم کا اس کمبخت نے اچھا حق ادا کیا۔ سچ ہے ؎

زمین شور سنبل بر نیارد | درو تخم عمل ضائع مگردان
نکوئی با بداں کردن چنان است | کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

ان شعرا نے اپنی آتش بیانی سے آگ کے شعلے بلند کر دیئے تین ہزار رومیوں کا لشکر جرار مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ ان میں سات سو جوان زرہ پوش تھے ابو سفیان جس کو ابو جہل کا ہم خیال اور ہمزاد کہنا چاہئیے اس فوج نحوست موج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ ابو سفیان کی عورت ہندہ جو عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں تھی اپنے خاوند سے بڑھکر مسلمانوں کی دشمن تھی وہ اپنے باپ۔ چچا اور بھائی کے انتقام کے لئے بیقرار تھی اُسنے ام حکیم ابو جہل کی بہو فاطمہ۔ ریطہ۔ حناس۔ برزۃ وغیرہ عورتوں کو ہمراہ لیا تاکہ میدان جنگ میں نوحے پڑھیں اور اپنی فوج کو جوش دلائیں۔ ان میں فاطمہ حضرت خالد کی بہن تھیں۔ برزۃ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی تھی۔ ریطہ عمرو بن العاص کی اہلیہ تھی۔ اور حناس حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ تھیں۔

ہندہ نے جو خشم مجسم ہو رہی تھی وحشی نامی حبشی غلام کو جو حربہ اندازی میں کامل تھا

Marfat.com

حضرت حمزہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔

اسی پر اکتفا نہ کر کے قریش نے اپنے بڑے بُت ہبل کو بھی اونٹ پر رکھ لیا تاکہ مذہبی خیال خروشِ انتقام کو دوبالا کر دے جب یہ طوفان حشر خیز مکّہ سے اُٹھا تو حضرت عباس نے جو مسلمان ہو چکے تھے فوراً ایک قاصد رسُولؐ خدا کے پاس بھیجا اور اسکو تاکید کی کہ تین دن کے اندر مدینہ میں جا کر اصلیت سے آگاہ کر دے۔ جب یہ خبر وحشت اثر آپ کو پہنچی تو آپنے فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور صحابہ کو بُلا کر مشورہ کیا۔ جناب رسولؐ اور عمر رسیدہ صحابہ کی یہ رائے تھی کہ دلیری سے محصور ہو جائیں اور شہر کی حفاظت کریں مگر حضرت حمزہؓ۔ سعد بن عبادہ اور نوجوان انصار کی یہ رائے تھی کہ نہیں میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے اور بُزدل نہیں بننا چاہیئے۔ ان لوگوں نے پُر زور تقریریں کیں آخر رسُولؐ خدا نے ان کا کہنا اپنی مرضی کے برخلاف مان لیا۔ پھر آپ اندر گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اسوقت نوجوان نادم ہوئے اور کہا کہ ہم اپنی رائے سے باز آتے ہیں مگر آپنے فرمایا کہ پیغمبرؐ کے لئے موزون نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اُتار دے۔ جب مونس اور انس نے جن کو خبر لانے کے لئے بھیجا تھا واپس آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر قریب آگیا اور اُن کے گھوڑوں نے اپنے سُمّوں سے چراگاہ کو پامال کر دیا تو آپنے ۱۰ شوال کو بعد نماز جمعہ شہر سے کُوچ کیا۔ تھوڑی دُور گئے تھے کہ عبداللہ بن ابی منافق نے حسب معمول عین موقعہ پر دغا دی۔ اپنے تین سو رفیقوں کو ساتھ لیکر واپس چلا آیا بہانہ یہ کیا کہ جب میری رائے نہیں مانتے تو مَیں بھی ساتھ نہیں جاتا۔ رسُولؐ خدا کے ساتھ اب صرف سات سو جان نثار رہگئے جنہوں نے تین ہزار کافروں کے مقابلہ میں کوہ احد پر ڈیرے ڈالدیئے اس موقعہ پر بھی رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ کمسن لڑکے واپس ہو جائیں۔ جب لڑکوں کی پرتال ہو رہی تھی رافع بن خدیج جو کمسن تھے انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تاکہ ان کا قد بلند نظر آئے یہ حکمت ان کی کارگر ہوئی۔ اسوقت سمرۃ ایک نوجوان نے جوان کا ہم سن تھا کہا کہ مَیں رافع سے طاقتور ہوں بیشک کُشتی لڑا لو اگر اس کو اجازت دی گئی ہے تو مجھے

بھی محروم نہ رکھا جائے۔ ان دونوں کی کشتی ہوئی سمرۃ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور اس کو بھی اجازت مل گئی۔ پیغمبر صاحب نے ایک تجربہ کار جرنیل کی طرح لشکر اسلام کو اس طرح آراستہ کیا کہ کوہ اُحد پُشت پر تھا اور جبل عنین جانب چپ تھا۔ چونکہ جبل عنین ایک درہ تھا رسول خدا نے اس خیال سے کہ مبادا دشمن عقب سے لشکر پر حملہ نہ کردے عبداللہ ابن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ درہ کی حفاظت پر مقرر کیا اور تاکید کی کہ اگر فتح بھی ہو جائے تو بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔

سب سے پہلے قریش کی طرف سے ابو عامر اپنی جماعت کو لیکر میدان میں آیا۔ یہ مدینے کا رہنے والا تھا پہلے مسلمان ہُوا پھر مُرتد ہو کر مکہ چلا گیا۔ میدان میں آکر ابو عامر بدیں اُمید کہ اہل مدینہ اُس کی عزت کرتے ہیں چلایا کہ اے مدینہ والو محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دو اور مجھ سے ملجاؤ مگر وفا پیشہ عقیدتمند مُسلمانوں نے جواب میں بُرا بھلا کہا اور حملہ پر آمادہ ہو گئے۔ ابو عامر اور اُس کے قریشی غلاموں نے تیر و تفنگ سینا نے اور تیروں اور پتھروں کا مینہ برسنے لگا مگر مسلمانوں نے طرفتہ العین میں اُس کے دانت کھٹے کر دئے اور ابو عامر کا گروہ بھاگ نکلا۔

قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا کہ تم میں سے کون ہے کہ مجھے جہنّم واصل کرے یا میرے ہاتھ سے جنت میں جائے۔ یہ سُن کر شیر خدا علی مرتضیٰ صف سے نکلے اور ایک ہی وار میں طلحہ کو درۂ جہنّم میں پہنچا دیا۔ طلحہ کے قتل ہوتے ہی اُس کے بیٹے عثمان نے علم ہاتھ میں لیلیا اور آگے بڑھا اُس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھ رہی تھیں اور علم بردار کی شان و شوکت کا اظہار کرتی جاتی تھیں کہ حضرت حمزہؓ کی تیغ آبدار اُس کے سر اور جسم کو کاٹتی ہوئی کمر تک اُتر آئی۔ اب عام جنگ شروع ہو گئی عورتیں دف بجانے لگیں۔ ہندہ سب سے آگے تھی اور رجز خوانی کر رہی تھی۔ اس گھمسان کی لڑائی میں رسُولِ خدا نے اپنی تلوار بلند کر کے فرمایا کہ کون ہے جو یہ تلوار مجھسے لے اور اسکا حق ادا کرے۔ یہ حکم سُن کر بہت سے ہاتھ آگے بڑھے مگر یہ شرف ابو دجانہ کی قسمت میں لکھا ہُوا تھا وہ شمشیر رسُولؐ لیکر سر پر سُرخ رومال باندھ کر صف اعدا میں شیر غراں کی طرح گھُس گئے اور مردانگی کے وہ جوہر دکھائے کہ کُفّار کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور کسی کو مقابلہ

کی طاقت نہ رہی آپ صفوں کو چیرتے ہوئے پہاڑ کے پاس پہنچ گئے وہاں ہندہ دف بجا رہی تھی آپ نے لپک کر شمشیر ہندہ کے سر پر رکھدی اور ساتھ ہی کہا کہ مناسب نہیں کہ رسُول خداؐ کی تلوار عورت کے خون سے رنگین ہو یہ کہا اور پلٹ پڑے۔ ایک طرف حضرت علیؓ نے قیامت برپا کر رکھی تھی ایک طرف حضرت حمزہؓ دودستی تلوار جھاڑ رہے تھے اور ایک طرف ابو دجانہ سر پر رومال باندھے صفیں اُلٹ پلٹ کر رہے تھے کہ سباع غبشانی حضرت حمزہؓ کے روبرو آگیا اور فی النار ہُوا۔ یہاں وہی وحشی غلام ایک طرف چھپا کھڑا تھا اس سے جبیر بن مطعم اور ہندنے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کردیگا تو فوراً آزاد کیا جائیگا۔ اس حبشی نے کمینگاہ سے نکل کر اس طرح تاک کر آپ پر برچھی پھینکی کہ ناف کے پار ہوگئی آپ لوٹے کہ حبشی کو قتل کریں کہ وہ بھاگا اور آپ وہیں زمین پر گر کر بیہوش ہوگئے اور روح مبارک پرواز کر گئی۔ حبشی اب قریب آیا اور کلیجہ چاک کر کے جگر نکالکر ہند کے پاس لیگیا اُسنے جگر دانتوں سے چبایا اور پھینک دیا اور اپنا سارا زیور اُتار کر حبشی کو انعام کے طور پر دیدیا۔

ابودجانہ۔ حضرت علیؓ اور حمزہؓ کے شجاعانہ حملوں سے کُفار کے پانوں اُکھڑ گئے وہ اپنا تمام مال واسباب چھوڑ کر بھاگے مسلمانوں نے تھوڑی دُور تک اُن کا تعاقب کیا اور پھر بیفکری کے ساتھ مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہوگئے۔ درعنین کے پچاس تیرانداز بھی حکم رسُولؐ بھول گئے وہ کُفار کو بھاگتا اور مسلمانوں کو ان کا مال لُوٹتے دیکھ کر اپنی جگہ سے چلے آئے۔ عبداللہ بن جبیر نے ہرچند روکا مگر سوائے معدودے چند کے اُس کا کہنا کسی نے نہ سُنا۔ دشمن نے اِس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ عکرمہ بن ابوجہل بہت سے آدمی ہمراہ لیکر درہ میں گھُس آیا اور رہے سہے محافظان درہ کو شہید کر کے مُسلمانوں پر پُشت کی طرف سے ٹُوٹ پڑا۔ لشکر کُفار یہ حال دیکھکر پھر پلٹ پڑا۔ اہل اسلام جابجا پھیلے ہوئے تھے اور مال غنیمت لُوٹ رہے تھے اب دونوں طرف سے بُری طرح گھر گئے اور ایسے گھبرائے کہ آپس میں ہی گتھ گئے دوست دشمن کی تمیز نہ رہی مصعب بن عمیر کو جو رسُولؐ خدا سے صورت میں مشابہ تھا اور علم بردار تھا ابن قمیئہ نے شہید کر دیا۔ پہلے

ان کا ایک ہاتھ قلم کیا اُنہوں نے دوسرے ہاتھ سے علم تھام لیا۔ پھر اُسکا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور علم بردار اسلام کو گرادیا۔

حضرت اسید بن حضیر اور ابو بردہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے زخمی ہوئے اور یمان حضرت حذیفہ انصاری کے والد شہید ہوئے۔ جب یمان پر تلواریں برس رہی تھیں تو حضرت حذیفہ بہت چلائے مگر اسوقت گھبراہٹ میں اُن کی کون سُنتا تھا۔ آخر یہ کہکر کہ مُسلمانوں خدا تمہارا گناہ بخشے خاموش ہوگئے مصعب بن عمیر کے شہید ہونے پر غُل مچ گیا کہ رسُول پاک شہید ہوگئے مگر حضرت علیؓ سایہ کی طرح رسُولؐ پاک کے ساتھ ساتھ تھے آپنے نہائیت مردانگی سے کافروں کی صفوں میں گھُس کر تین سخت حملے پے درپے کئے اور رسُول کریمؐ کے پاس کسی کو پھٹکنے نہ دیا۔ کُفّار کا ہجوم لحظہ بلحظہ بڑہتا گیا اب صرف تیس صحابی آپکے قریب رہ گئے تھے جو آپؐ کی حفاظت میں ہمہ تن مشغول تھے ان جان بازوں میں نسیبہ بنت کعب بھی تھیں اُنہوں نے جب کافروں کا ہجوم دیکھا تو اپنی مشک جس سے مسلمانوں کو پانی پلارہی تھیں پھینکدی اور ڈھال تلوار لیکر حملہ آوروں کو روکنے لگیں آپ زخمی ہوگئیں مگر رفاقت کو نہ چھوڑا۔ غرض صحابی کم ہوتے ہوتے صرف چودہ رہگئے یہ سب بھی مجروح ہوگئے اور کُفّار بالکل قریب آگئے۔ مالک بن زبیر نے تاک کر ایک تیر رسُولؐ پاک پر چلایا مگر طلحہ نے اسے اپنے ہاتھ پر روکا اور وہ تیر اُنگلی میں چھید کر رہ گیا۔ ابن قمیہ نے ایک تپھّر اس زور سے آپ پر پھینکا کہ پیشانی مبارک پر لگ کر ٹوٹ گیا خود کے حلقے کاسۂ سر میں گھُس گئے اور روئے مبارک خون آلود ہوگیا۔ عبداللہ ابن شباب نے ایک تپھّر سے آپؐ کی کہنی زخمی کردی۔ عتبہ بن ابی وقاص نے ایک تپھّر سے آپکے چار دانت شہید کردیئے اور دہن مبارک لہولہان ہوگیا۔ رسولؐ پاک اپنی چادر سے خون پونچتے جاتے تھے اور فرمارہے تھے کہ اے خدا میری قوم کو بخشدے وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کررہے ہیں۔ ابن قمیہ نے بڑھ کر آپکے تلوار سے وار کیا۔ حضرت طلحہ جو زخموں سے چور تھے پھر سینہ سپر ہوگئے اور اُن کا ہاتھ کٹ کر بیکار

Marfat.com

ہو گیا۔ اسنے دوبارہ وار کیا مگر آپ کو اسلئے کہ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے زخم نہ پہنچا مگر زرہوں کے بھاری بوجھ اور ضرب شمشیر کی طاقت اور خون بہہ جانے کے باعث نقاہت سے آپ چکرا کر پُشت زین سے ایک گڑھے میں گر گئے۔ ابن قمیہ پُکارا کہ رسولؐ کو قتل کر دیا۔ اس وحشتناک آواز سے مسلمان اور بھی بدحواس ہو گئے ایک گروہ پہاڑ میں جا چھپا۔ ایک گروہ حملہ کر کے شہید ہُوا اور تیسرا گروہ مفرور ہو کر مدینہ میں پناہ گزین ہُوا۔ جسوقت یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو زنان بنی ہاشم روتی پیٹتی میدان اُحد میں آئیں۔ حضرت انس نے آہ کی اور تلوار لیکر سیدھے میدان جنگ میں آئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے آپ کو اسی زخم آئے اُن کی لاش قابل شناخت نہ تھی آپکی بہن نے اُنگلی کے تِل سے پہچانا۔ حضرت حنظلہ بن ابو عامر کا اُسی دن نکاح ہُوا تھا۔ خبر شہادت سُنتے ہی بیتاب ہو کر میدان جنگ میں آئے اور کافروں کو مارتے ہوئے ابوسفیان کے قریب پہنچ گئے اور قریب تھا کہ اسے قتل کریں کہ اُس کے رفیقوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور زخموں سے چُور چُور کر کے شہید کر ڈالا۔

حضرت رسولؐ کو طلحہؓ اور حضرت علیؑ نے گڑھے سے نکالا حضرت ابو عبیدہ نے خود کے حلقے جو پیشانی مبارک میں گھُس گئے تھے دانتوں سے کھینچ کر نکالے جس سے ان کے دونوں دانت ٹوٹ گئے اور ان کا لقب اثرم پڑ گیا۔ حضرت کے زخموں سے خون بند نہ ہوتا تھا حضرت علیؑ پانی لائے۔ جناب سیدہ فاطمہؑ روتی جاتی تھیں اور زخم دھو رہی تھیں آخر آپنے چٹائی کا ٹکڑہ جلایا اور زخم پر ڈالا تو خون فوراً بند ہو گیا۔

اسوقت آپؐ اپنے پسماندہ جان نثاروں کو ہمراہ لیکر جبل اُحد کی ایک محفوظ گھاٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے دوسری طرف سے پہاڑ پر چڑھنا چاہا مگر حضرت عمرؓ چند مسلمانوں کے ساتھ سدّراہ ہوئے۔ کُفار نے جب میدان خالی دیکھا تو گانے بجانے لگے۔ ہندہ اور اُس کی سہیلیاں شہیدوں کے پاس مقتل میں آئیں اور نہائیت سفّاکی کے ساتھ بجز حنظلہ بن ابو عامر سب کے ناک اور کان کاٹ دیئے اور ان کے ہار بنائے۔ ہندہ کا نام حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے کی علت میں جگر خوار

Marfat.com

مشہور ہو گیا۔

ابو سفیان نے اسی قدر کامیابی کو غنیمت جانا اور کوچ کا حکم دیدیا۔ جب حضرت رسولؐ خدا کو معلوم ہُوا کہ کُفار چلے گئے تو رفقائے کو جو شہید ہوئے تھے دفن کرنے کے لئے آپؐ پہاڑ سے نیچے اُتر آئے اور اُن کا یہ حال دیکھ کر غم اور غصہ سے بیتاب ہو گئے آپنے چاہا کہ کُفار کی لاشوں سے بھی یہ ہی سلوک کیا جائے مگر معاً وحی نازل ہوئی اور آپنے صبر کیا۔

جاں نثاران رسولؐ میدان جنگ کو میلہ سمجھتے تھے۔ کیا مجال جو خوف قریب آئے۔ کہتے ہیں کہ جسوقت خون کے نالے بہہ رہے تھے ایک بہادر مُسلمان کھڑا ہُوا بے پرواہی کے ساتھ کھجوریں کھا رہا تھا۔ فارغ ہو کر رسُولؐ پاک کے رُوبرو گیا اور کہنے لگا "یا رسُولؐ خدا اگر میں مارا گیا تو کہاں جاؤں گا" آپؐنے فرمایا "بہشت میں" یہ سُن کر وہ بیخود ہو گیا اور تلوار سوت کر کُفار پر ٹوٹ پڑا اور شہید ہُوا۔

جسوقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی حضرت عائیشہؓ۔ ام سلیم۔ نسیبہ بن کعب پائنچے چڑھائے مشکیں اُٹھائے اِدھر اُدھر پھر رہی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں جب مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں۔

جناب صفیہ حضرت حمزہؓ کی بہن شکست کی خبر سُن کر مدینہ سے نکلیں۔ حضرت نے اُن کے صاحبزادے زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ شہید کی لاش اُن کو نہ دیکھنے دینا۔ جب جناب صفیہ نے یہ حکم سُنا تو کہا کہ میں سب کچھ سُن چکی ہوں۔ خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قُربانی نہیں ہے۔ حضرت نے لاش دیکھنے کی اجازت دی۔ بہن بھائی کی لاش پر آئی۔ بھائی کے ٹکڑے دیکھے۔ دل بھر آیا۔ خون نے جوش مارا۔ جہان آنکھوں میں تاریک ہو گیا مگر سوائے صبر کے کیا چارہ تھا۔

ایک اور دلیر عورت کا باپ۔ بھائی۔ خاوند یکے بعد دیگرے مارے گئے۔ جب سب قتل ہو چکے تو یہ رسُولؐ پاک کے روبرو آئی اور ان کو دیکھ کر کہنے لگی آپ کے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

Marfat.com

مولانا شبلی نے اس واقعہ کو اس طرح پر لباس نظم پہنایا ہے ؎

کافروں نے یہ کیا جنگ اُحد میں مشہور
کہ پیمبرؐ بھی ہوئے کُشتۂ شمشیر دو دم
ہو کے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ تھا۔ ماتم کدۂ حسرت و غم
ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جواں و خدم و فیل و حشم
وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینان عفاف
جن میں تھیں سیدۂ پاک بھی بادیدۂ نم

ایک خاتون کہ انصارِ نکو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھی ہوش و حواس اُنکے بہم
موقع جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم
ترے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
ترے والد بھی ہوئے کُشتۂ شمشیر ستم
سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہُوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہُوا ٹوٹ پڑا کوہ الم

اس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا
یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم
سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ
گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم
بڑھ کے اُسنے رُخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو اب ہیچ ہے۔ سب رنج والم
میں بھی اور باپ بھی۔ شوہر و برادر بھی فدا
اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

مسلمانوں کے ستر آدمی اس معرکہ میں شہید ہوئے زیادہ تر ان میں انصار تھے دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ اُسوقت نماز جنازہ بھی نہ پڑھی گئی۔

جب شہیدوں کو اس بے سر و سامانی کے ساتھ پیوند زمین کر چکے تو حضرتؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ جو لوگ جنگ اُحد میں شریک تھے پھر تیار ہو جائیں اور قریش کا تعاقب کریں۔ ہر چند کہ صحابہ زخموں سے چور تھے۔ ہر چند ان کے دل عزیزوں کے قتل ہو جانے سے ناسور تھے مگر سب کے سب نشۂ محبت اسلام پر مغرور تھے فوراً راہ اسلام میں جان دینے کو تیار ہو گئے۔ یہ ستر آدمی تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ اور زبیرؓ بھی تھے اپنے پیغمبرؐ کے ہمرکاب روانہ ہوئے۔ مدینہ سے آٹھ میل پر مقام حمراء الاسد

میں قیام کیا۔ ابوسفیان جو واپس ہو کر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا یہ سن کر حیران رہ گیا اور خائف ہو کر مکہ کی طرف چلدیا۔ اس موقعہ پر وہی احسان فراموش ابوغزی شاعر اور معاویہ بن المغیرہ گرفتار ہوئے ابوغزی تو سزائے اعمال کو پہنچا اور معاویہ حضرت عثمانؓ کی سفارش پر بدیں شرط رہا گیا کہ تین دن کے اندر مدینہ سے نکلجاوے ورنہ قتل کیا جائیگا کمبخت کی موت آچکی تھی راہ بدل کر مدینہ میں چھپ رہا اور قتل ہوا۔

جب رسولؐ خدا واپس ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ دار المحن بن رہا تھا۔ گھر گھر سے نالہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں اور لوگ اپنے اقارب کا ماتم کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا افسوس حمزہؓ کا کوئی رونے والا نہیں۔ انصار نے جب یہ رقت خیز کلمہ سنا تو بیتاب ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں پردہ نشینان انصار کی بھیڑ در رسولؐ پر لگ گئی اور گھر گھر حمزہؓ کا ماتم ہونے لگا۔ رسولؐ خدا نے اُن کے حق میں دعا کی اور کہا کہ تمہاری مہربانی کا شکریہ ہے لیکن مُردوں پر نوحہ کرنا ناجائز ہے۔

مشرک سے نکاح حرام ہو گیا

اسی سال وراثت کا قانون نازل ہوا۔ اسوقت تک وراثت میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ان کے حقوق کی تفصیل کی گئی اسوقت تک مسلمان مشرکہ سے نکاح کرسکتے تھے اسی سال میں اس کی بھی تحریم نازل ہوئی +

باب (۹)

سنہ ۴ھ

جناب زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح

سال ۴ھ ہجری میں جناب رسولؐ نے بی بی زینب سے نکاح کیا۔ ان کے والد خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال تھے۔ ان کی والدہ ھند بن عوف تھیں۔ اپنے مورث ہلال کی شہرت کی وجہ سے آپ ہلالیہ کہلاتی تھیں۔ آپ مساکین

Marfat.com

کی بہت پرداخت کرتی تھیں اسلئے اُمّ المساکین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ آپ سولخدا سے عمر میں ۳۰ سال چھوٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح پیغمبرؐ صاحب کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ اسلام ہجرت۔ بیوگی۔ مساکین سے ہمدردی اور قرابت کی وجہ سے رسُولؐ خدا نے آپؓ سے نکاح کر لیا۔ صرف تین مہینے آپکی منکوحہ رہیں اور پھر انتقال فرمایا۔ آپ قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کے جنازے کی نماز خود پیغمبرؐ صاحب نے پڑھائی اور ان کو خود قبر میں اُتارا۔

اُمّ سلمہؓ سے نکاح

شوال ۴ھ میں آپؐ نے اُمّ سلمہؓ سے نکاح فرمایا۔ ان کا نام ہند کنیت اُمّ سلمہ باپ کا نام ابو امیہؓ اور ماں کا عاتکہ تھا۔ ابو امیہؓ عرب کا ایک بڑا تاجر اور مشہور بہادر اور قریش کا معزز سردار تھا جب پیغمبرؐ صاحب کی عمر ۱۳ سال کی تھی تو آپ پیدا ہوئیں۔ ان کی پہلی شادی عبدالاسد مخزومی کے فرزند ابوسلمہ کے ساتھ ہوئی جو ان کا چچازاد بھائی تھا دونوں میاں بیوی کئی سال حبش میں رہے ان کا پہلا بیٹا سلمہ بھی وہیں پیدا ہوا۔ ابوسلمہ سے انکے ہاں ان کی زندگی میں دو بیٹے سلمہ اور عمر اور ایک بیٹی درّہ تین اولادیں پیدا ہو چکی تھیں جب ابوسلمہ معرکہ بدر میں شہید ہوئے تو آپ حاملہ تھیں اُن کی شہادت کے بعد زینب پیدا ہوئیں جو آخر کار پیغمبرؐ خدا کی ربیبہ کہلائیں۔ آپ کو اپنے پہلے شوہر ابوسلمہ کی مفارقت کا بہت صدمہ ہُوا اور مدت تک روتی رہیں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ پھر پیغمبرؐ صاحب نے حضرت عمرؓ کو آپکے پاس پیغام نکاح دیکر بھیجا آپ نے کہا کہ عمرؓ تم پیغمبرؐ صاحب سے کہو کہ میں غیور عورت ہوں۔ میری طبیعت غیر تمند ہے۔ میرے کئی بچے ہیں جن کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ جب پیغمبرؐ صاحب نے یہ جواب سُنا تو کہا کہ ان سے کہدو کہ میں خدا سے دُعا کروں گا کہ وہ تمہاری ناواجب غیرت کو تمہاری طبیعت سے نکالدے اور تمہارے بچوں کی کفالت میرے ذمہ ہے۔ یہ سُنکر آپ راضی ہوگئیں اور نکاح ہوگیا۔

حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کی شہادت کے وقت آپ زندہ تھیں۔ ترمذی نے لکھا ہے کہ ایک دن آپ نے خواب میں پیغمبرؐ خدا کو دیکھا کہ نہایت وحشتناک حالت میں تھے

Marfat.com

اور چہرہ خاک آلودہ تھا آپ نے کہا کہ اُم سلمہ ہیں مقتل حسین سے آرہا ہوں۔ اس واقعہ کے چند روز بعد واقعی شہادت حسینؑ کی خبر مدینہ میں آئی۔

بی بی اُمّ سلمہ نے ۳۰ سال کی عمر میں وفات پائی حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔

سریۃ الرجیع صفر سنہ ۴ھ

جب لشکر قریش مکّہ میں واپس آیا تو سفیان بن خالد اپنی جماعت کے ہمراہ اُحد کی فتح پر مبارک دینے آیا مکّہ میں آکر اُس نے سُنا کہ سلافہ بنت سعد نے اشتہار دیا ہے کہ جو شخص اُس کے بیٹے کے قاتل عاصم بن ثابت کو زندہ یا مُردہ لائیگا اس کو ایک سو عُمدہ اونٹ انعام دیا جائیگا یہ سُن کر ملعون کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ اُس نے سات بدمعاش اس کام پر مامور کئے جو حضرت رسُولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر منافقانہ مُسلمان ہوئے ان کی چکنی چپڑی باتوں سے دھوکے میں آگیا اور اشاعت اسلام کے لئے ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا جب حضرت کے پاس اجازت کے لئے گیا تو آپ نے چھ صحابیوں کو عاصمؓ کے ہمراہ کر دیا۔ جسوقت یہ جماعت حجاز کے کنارہ ایک چشمہ کے قریب جس کو رجیع کہتے تھے پہنچی تو ان بدمعاشوں میں سے ایک غدار چُپکے سے سفیان کے پاس پہنچا اور وہ دو سو تیر انداز لیکر یکایک آگیا اور ان صحابیوں کو گھیر لیا۔ ان لوگوں نے چاہا کہ سب کو زندہ پکڑ لیں مگر ان بہادروں کا گرفتار ہونا آسان نہ تھا وہ جان توڑ کر لڑے اور شہید ہوئے۔ مرتے وقت عاصم نے کہا کہ اے خدا میری خبر پیغمبرؐ کو پہنچا دے۔ عاصمؓ کے ہمراہیوں میں سے خبیب اور زید غداروں کے دھوکے میں آگئے اور ٹیلے سے نیچے اُتر آئے کافر اسوقت کے منتظر تھے فوراً مشکیں کس لیں اور مکّہ میں لیجا کر بیچ ڈالا۔ خبیب کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا حارث خبیب کے ہاتھ سے اُحد میں قتل ہُوا تھا۔ زید کو صفوان بن اُمیّہ نے خریدا۔ قاتلوں نے ان دونوں بزرگونکو سخت عذاب دیا۔ دونوں صلیب سے لٹکائے گئے۔ چالیس جلاد نیزے لیکر صلیب کے گرد حلقہ زن ہوئے اور چرکے دینے لگے۔ ابوسفیان بھی تماشہ دیکھنے آیا جب یہ بزرگ زخموں سے تڑپ رہے تھے تو ابوسفیان نے کہا "کیوں اگر اسوقت تمہاری جگہ تمہارا پیغمبر ہوتا تو کیا اچھا تھا"۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہماری جان جائے مگر یہ گوارا نہیں کہ رسُولؐ خدا کے

Marfat.com

تلووں میں کانٹا تک کوئی چبھو دے۔

آخر صفوان کے غلام نسطاس نے ان مسلمانوں کو شہید کیا کہتے ہیں کہ جب عاصم شہید ہُوا تو قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ ان کے جسم سے گوشت کا ٹکڑہ برائے شناخت کاٹ لائو مگر جب وہ وہاں پہنچے تو شہد کی مکھیوں نے اُنہیں لاش کے قریب آنے دیا۔

سفیان بن خالد بھی دیر تک زندہ نہ رہا۔ انہیں ایام میں وہ عبداللہ بن انیس کے ہاتھ سے قتل ہو کر کیفر کردار کو پہنچا۔

انہیں ایام میں جبکہ سریہ الرجیع کے اصحاب پر یہ ظُلم اور ستم ہو رہا تھا ایک کنوئیں پر جس کو بیر معونہ کہتے ہیں اس سے بڑھ کر قیامت برپا ہوئی۔ بیر معونہ

صفر ۴ھ میں ابو براء کلابی رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہُوا اور درخواست کی اشاعت اسلام کے لئے چند آدمی میرے ساتھ کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تجھ پر اعتبار نہیں۔ ابو براء نے کہا کہ میں ان کا ضامن ہوتا ہوں۔ آپؐ نے ستر انصار جن میں اکثر اصحاب صفہ عابدان شب زندہ وار اور قرآن کے قاری تھے ساتھ کر دئے کہ جاؤ توحید کی منادی کرو انہوں نے بیر معونہ پہنچ کر قیام کیا اور حرام بن ملحان کو عامر بن طفیل کے پاس خط دیکر بھیجا۔ عامر نے حرام کو قتل کر دیا اور ریکایک ایک بڑا لشکر لیکر بیر معونہ پر چڑھ دوڑا اصحابہ حرام کی واپسی کے منتظر تھے جب دیر ہو گئی تو چل پڑے راہ میں عامر نے ان سب کو گھیر لیا اور سب کو شہید کر دیا صرف عمرو امیہ کو یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی اسلئے تجھ کو آزاد کرتا ہوں یہ کہا عمرو کے بال کاٹ ڈالے اور چھوڑ دیا۔ ایک اور شخص جو مُردوں میں پڑا ہُوا تھا بچ گیا۔ رجیع اور بیر معونہ کی خبر ایک ہی وقت پر رسُولِ پاک کو پہنچی۔ آپؐ کو سخت صدمہ ہُوا۔ آپؐ نے مہینہ بھر ان کافروں کے حق میں نماز فجر میں بدُعا کی جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ والئے نجد بہت جلد طاعون میں گرفتار ہو کر جہنّم واصل ہُوا اور سفیان جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عبداللہ بن انیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

عمرو بن امیہ جب بیر معونہ سے واپس آرہے تھے تو راہ میں اُنہوں نے دو اشخاص قبیلہ بنی عامر کے سوتے دیکھے ان کو برادران دین کے قاتلوں میں سے سمجھ کر قتل کر ڈالا۔

Marfat.com

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ

رسُول خدا نے جب سُنا تو ناراض ہوئے اور ان کا خون بہا ادا کر دیا۔

بنی نضیر اور بنی عامر آپس میں حلیف تھے اسلیئے اس خون بہا ادا کرنے میں رسولؐ خدا نے بنی نضیر سے مدد چاہی اور خود چند اصحاب ہمراہ لیکر اُن کے محلہ میں تشریف لیگئے۔ بنی نضیر اپنی دولت پر نازاں تھے اور قریش کی طرف سے بھی اُنہیں پیغام آچکے تھے۔ اُنہوں نے یہ تجویز کی کہ جب رسولؐ پاک تشریف لائیں تو اُنہیں ایک دیوار کے نیچے بٹھایا جائے اور عمرو بن حجاش دیوار کے اوپر سے دفعتاً ایک بھاری پتھر آپؐ پر دھکیل دے۔ یہ ملعون یہ نہ جانتے تھے کہ خدا کے حکم کے بغیر پتّہ بھی نہیں ہل سکتا۔ آپؐ نے اُن کا عندیہ معلوم کر لیا اور چلے آئے۔ پھر جب آپکو معلوم ہُوا کہ بنی نضیر نے معاہدہ کو طاق نسیاں پر دھر دیا ہے تو اُن کو کہلا بھیجا کہ بہتر ہے کہ تم مدینہ سے چلے جاؤ۔ اس پیغام کا جواب اُدھر سے نہایت گستاخانہ آیا۔ ایک تو کریلا خود ہی کڑوا دوسرا نیم چڑھا۔ کچھ تو ان کو اسلام سے جبلّی خصومت تھی کچھ عبداللہ ابن ابی نے ان کو بھڑکا دیا۔ ناچار ربیع الاوّل ۴ھ ہجری میں آپؐ نے ان پر چڑھائی کر دی۔ بنی نضیر قلعہ بند ہو گئے۔ مُسلمانوں نے انکا محاصرہ کر لیا اور پندراں دن تک محاصرہ رکھا۔ یہودیوں کے قلعہ کے گرد لیستہ کھجور کا نخلستان تھا اُس کے چند درخت مسلمانوں نے کاٹ دیئے تاکہ دشمن درختوں کے جھنڈ سے کمین گاہ کا کام نہ لیں۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد آخر یہ قرار پایا کہ یہ لوگ مدینہ سے چلے جائیں اور بجز ہتھیاروں کے جسقدر مال و اسباب اُن کے اونٹ لیجا سکیں لیجائیں لکھا ہے کہ اُنہوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنا اپنا اسباب لادا۔ اپنے گھروں کو گرا دیا اور خیبر میں جا آباد ہوئے۔

یہ یہودی بڑے تزک اور احتشام کے ساتھ اپنے گھروں سے نکلے۔ جب یہ روانہ ہوئے تو ساتھ ساتھ باجہ بج رہا تھا مطربہ عورتیں گا رہی تھیں اور دفیں بجا رہی تھیں۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد پچاس زرہیں پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

یہودیوں کی اراضی رسولؐ خدا نے انصار کو دینی چاہی مگر اُنہوں نے کہا کہ جب تک

ہمارے ساتھ نصف حصہ مہاجرین کو نہ دو گے یہ ہم پر حرام ہے۔ رسُولؐ خدا نے اُن کے ایثار پر اُن کے حق میں دُعا خیر کی اور یہودیوں کا مال و اسباب غریب اور محتاج مہاجرین اور انصار میں تقسیم کردیا۔

جنگ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے **ابوسفیان** پکار کر کہہ گیا تھا کہ آیندہ سال میں مقام بدر پر تم سے لڑوں گا۔ **ابوسفیان** نے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کو ایک شخص **نعیم بن مسعود** کو سکھا پڑھا کر مدینہ بھیجا کہ جاؤ اور مسلمانوں کو میری آمد سے ڈراؤ مگر شیر کسی سے ڈرا نہیں کرتے۔ ذیقعدہ ۴ھ ہجری میں رسُولؐ خدا مع اپنے جان بازوں کے حسبِ وعدہ بدر میں پہنچ گئے اور آٹھ دن ٹھہرے رہے مگر **ابوسفیان** راستہ سے لوٹ گیا اور جاتا جاتا یہ کہہ گیا کہ یہ سال قحط کا ہے اسوقت لڑنا مناسب نہیں ہے۔

ولادت حسینؑ

یہ سال اسلئے مشہور ہے کہ شعبان کے مہینے میں حضرت کے نواسہ سیّد الشہدا حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ پیدا ہوئے۔

باب (۱۰)

۵ھ ہجری

اب ماشااللہ اسلام روزافزوں ترقی کر رہا تھا۔ کُفّار دیکھتے تھے اور آگ بھبوکا ہو رہے تھے۔ جب قریش کے ساتھ یہود بھی مل گئے تو سازش کی آگ مکہ سے مدینہ تک پھیل گئی۔ مختلف قبائل نے یک جہت ہوکر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کردیں۔

ربیع الاوّل ۵ھ ہجری میں خبر آئی کہ دومۃ الجندل میں جو مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک قلعہ ہے کُفّار کی بڑی بھاری فوج لڑنے کے لئے جمع ہے۔ رسُولؐ خدا ایک ہزار جان نثار ہمراہ لیکر مدینہ سے نکلے کُفّار کو جب خبر ہوئی تو بھگ گئے اور آپؐ

Marfat.com

غزوۂ بنی المصطلق شعبان ۵ھ

مدینہ واپس آئے۔ پانچ ماہ کے بعد پھر خبر آئی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق ایک لشکر جرّار لیکر مسلمانوں پر حملہ کیا چاہتا ہے۔ رسُولِ خدا صحابہ کو ہمراہ لیکر شعبان ۵ھ کو مریسیع کے مقام پر فروکش ہوئے جب کُفّار کی فوج سامنے آئی تو آپؐ نے اتمام حُجت کے لئے کہلا بھیجا کہ اگر اب بھی مسلمان ہو جاؤ تو تمہارے جان و مال پر کوئی آنچ نہ آئیگی مگر مغرور کُفار نے درشت جواب دیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہُوا کہ کُفّار راہ راست پر نہیں آتے تو یکدم حملہ کر کے طرفتہ العین میں ان کو منتشر کر دیا۔ المصطلق اپنا مال و اسباب عیال و اطفال چھوڑ کر بھاگ گئے۔ قبیلہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ قید ہو کر ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ وہ رسُولِ خدا کے روبرو آئی اور کہا کہ جناب میں ایمان لائی ہوں مَیں سردار کی بیٹی ہوں لیکن گردشِ تقدیر نے مجھے اسیر کر دیا ہے۔ اب مجھ میں یہ مقدور نہیں ہے کہ اپنی آزادی حاصل کروں آپ میری مدد کیجئے۔ اس گفتگو نے رسولِ خداؐ کے پُر درد دل پر نمایاں اثر کیا آپؐ نے فوراً ثابت بن قیس کو قیمت ادا کر کے برّہ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

جناب جویریہؓ سے نکاح

کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں دشمنوں کے دس آدمی قتل ہوئے اور چھ سو گرفتار ہوئے۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

برہ کو آزاد کر کے رسُولِ خدا نے اُن سے نکاح کر لیا اور اُن کا نام جویریہؓ رکھا حضرت عائیشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ جویریہؓ کا نکاح ان کی قوم کے لئے باعث خیر و برکت ہُوا یعنے ساری قوم غلامی سے آزاد ہو گئی اور بہت سے لوگ شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ بنی المصطلق پیغمبر صاحب کی بیوی کے بھائی بند ہیں تو ان کا غلام رکھنا بے ادبی سمجھا اور سب کو آزاد کر دیا۔

روائیت ہے کہ جب حارث والد جویریہؓ کو خبر ہوئی کہ ان کی بیٹی قید ہو گئی ہے تو وہ اونٹ اور مال اسباب لیکر اُن کے آزاد کرانے کو مدینہ آیا۔ اُس کے پاس دو بے نظیر اونٹ تھے ان کو عقیق کی گھاٹی میں چھپا دیا کہ مبادا یہ ہی اونٹ مسلمان لیلیں واپسی پر ان کو ساتھ لئے جاؤں گا۔ غرض مدینہ پہنچ کر یہ خدمتِ جناب رسولؐ میں حاضر ہُوا اور کہا کہ

Marfat.com

فدیہ لیلو اور میری بیٹی کو آزاد کردو۔ اُسے یہ خبر نہ تھی کہ پیغمبرؐ صاحب نے جویریہؓ کو آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا ہے جب حارث نے اونٹ اور اسباب پیش کیا تو پیغمبرؐ صاحب نے مُسکراکر فرمایا بھلا وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو۔ یہ سُنتے ہی حارث مسلمان ہوگیا۔ اور کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کو اس حال کی خبر نہ تھی۔ جب حارث کو معلوم ہُوا کہ اس کی بیٹی پیغمبرؐ صاحب کے نکاح میں ہے تو بہت خوش ہُوا اور بیٹی سے مل کر اپنی قوم کے ساتھ خوشی خوشی واپس گیا۔

اُمّ المومنین جویریہؓ نہایت عبادت گذار اور زاہد خاتون تھیں۔ نماز پنجگانہ کے سوا اکثر دُعا و استغفار میں مشغول رہتی تھیں۔ آپ ہمیشہ مصلیٰ پر بیٹھی رہا کرتی تھیں۔ ایک دن رسولؐ خدا صبح اُن کے حُجرہ میں تشریف لے گئے آپ مصلے پر تھیں اتفاقیہ اُسی دن پھر دوپہر کو اُن کے ہاں گئے تو اسوقت بھی مصلیٰ ہی پر بیٹھی تھیں۔ آپکا انتقال ۵۶ھ ہجری میں ہُوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ ہجرت مدینہ سے ۱۹ برس پہلے پیدا ہوئیں تھی آپ کا پہلا نکاح **مسافع بن صفوان** سے ہُوا تھا جو اپنی قوم میں ایک من چلا شہسوار تھا۔

ابن اسحاق نے حضرت عائیشہؓ کی زبانی روائیت کی ہے کہ آپ نہائیت حسین اور شیریں ادا تھیں۔

غزوۂ بنی المصطلق میں غنیمت کی لالچ سے بہت سے مُسلمان بھی شامل تھے اور منافقوں کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بھی تھا جو ہردم نیش زنی کیا کرتا تھا۔ اور ہر گھڑی فتنہ پردازی کے لئے موقعہ کا متلاشی رہا کرتا تھا۔ اسی لڑائی میں ایک چشمہ پر اس نے مہاجر اور انصار میں شکر رنجی پیدا کردی اور دونوں طرف سے تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھے گئے بڑی مشکل سے امن قایم رہا۔ اسوقت اس رئیس المنافقین نے انصار کو اشتعال دلایا اور کہا کہ تم نے یہ بلا خود مُول لی ہے اب بھی ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ حال سُنا تو وہ رسولؐ خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بہت خشمناک ہوئے اور کہا کہ اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اُڑا دی جائے۔ آپ نے

منع کیا۔

اسی لڑائی میں اس مفتری عبداللہ بن ابی نے اُمّ المومنین حضرت عائیشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی پر تہمت لگائی۔ کیفیت اس کی یہ ہے :۔

واقعہ افک

کہ جناب پیغمبرؐ خدا جب کبھی سفر کو تشریف لیجاتے تھے تو اپنی بیویوں میں قرعہ ڈال لیا کرتے تھے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلے اُس کو ساتھ لیجاتے تھے اس موقع پر قرعہ بی بی عائیشہؓ کے نام نکلا اور وہ پیغمبرؐ صاحب کے ساتھ گئیں۔ واپسی پر مدینہ کے قریب قیام تھا۔ اہل قافلہ کچھ رات رہے سے چل کھڑے ہوئے۔ حضرت عائیشہؓ قضائے حاجت کیلئے پڑاؤ سے باہر چلی گئی تھیں۔ وہاں ان کا وہ گلے کا ہار جو روانگی کے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تھیں ٹوٹ کے گر پڑا۔ جب جائے قیام پر تشریف لائیں تو معلوم ہوا کہ ہار ٹوٹ کے گر پڑا ہے۔ ہار ڈھونڈہنے پھر واپس گئیں اور ابھی لوٹ کر آنے نہیں پائی تھیں کہ لشکر کوچ کر گیا۔

حضرت عائیشہؓ دُبلی پتلی نوعمر تھیں۔ ساربان یہ سمجھا کہ یہ اپنے کجاوے میں ہیں بند کا بند اونٹ پر لاد لیا۔ یہ واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ دُور نکل گیا ہے۔ اس خیال سے کہ مجھے کوئی نہ کوئی لینے آئیگا وہیں بیٹھ گئیں اور سو گئیں۔ لشکر کے پیچھے ایک آدمی چھوڑ جایا کرتے تھے کہ گری پڑی چیزیں اُٹھالے اتفاق سے اسکے صفوان بن معطل کو چھوڑ گئے تھے۔ اُس نے دُور سے پرچھائیں دیکھی اور آواز دی جب اُس کو معلوم ہُوا کہ حضرت عائیشہؓ ہیں تو اونٹ سے اُتر پڑا اور ان کو سوار کر کے مُہار ہاتھ میں لے آگے آگے ہو لیا۔ یہاں قافلہ منزل پر پہنچا اور لوگوں نے عائیشہؓ کو گُم پایا تو حیران ہو گئے ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ صفوان اور حضرت عائیشہؓ جا پہنچیں اور صفوان نے سارا قصّہ سُنا دیا۔

اصلیت تو یہ ہی تھی مگر منافقوں کی بن آئی اُنہوں نے خوب حاشئے چڑھائے سب سے زیادہ عبداللہ بن ابی منافق نے اس کا چرچا کیا اور بہت سے مُسلمان بھی اس آفت میں گرفتار ہوئے۔ جب رسُولؐ خدا کو یہ حال معلوم ہُوا تو حضرت عائیشہؓ سے کشیدہ رہنے لگے۔ اتفاق سے آپؓ بیمار ہو گئیں۔ آپکو منافقوں کی افترا پردازی کا حال معلوم نہ تھا۔

Marfat.com

صرف یہ جانتی تھیں کہ رسول خدا ان کی پہلی سی پروا نہیں کرتے جب گھر میں آتے ہیں تو صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ تم کیسی ہو۔ اتفاق سے ایک دن شام کو حضرت عائشہؓ مسطح کی ماں کو جو رشتے میں ان کی پھوپھی تھیں ساتھ لیکر قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لیگئیں مسطح اگرچہ مسلمان مہاجر تھا اور جنگ بدر میں شریک ہوا تھا مگر شومئی طالع سے عبد اللہ بن ابی کے جال میں پھنس گیا تھا۔ جب حضرت عائشہؓ گھر کو واپس آرہی تھیں تو مسطح کی ماں اپنی چادر میں اُلجھ کر گر پڑی اور اُس کے مُنہ سے بیساختہ نکلا مسطح کا کھوج مٹ جائے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ پھوپھی تم ایسے شخص کو بُرا کہتی ہو کہ جو بدر میں پیغمبرؐ صاحب کے ساتھ شریک تھے ام مسطح بولیں کہ بیٹی تم کیسی بھولی بھالی ہو اس نامُراد نے تم پر بُہتان لگایا ہے۔ عائشہؓ نے چونک کر کہا کہ پھوپھی بُہتان کیسا؟ اُسنے کہا کہ دشمنوں کے مُنہ میں خاک تمہاری نسبت ایسی ایسی باتیں اُڑا رکھی ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیمار تو پہلے ہی تھیں اس صدمہ سے رہی سہی نڈھال ہوگئیں اور زار قطار روتی ہوئی گھر آئیں رسولؐ پاک گھر آئے تو اجازت لیکر میکے چلی گئیں اور اپنی والدہ اُمّ روماں سے کہا کہ لوگ یہ کیسا چرچا کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ بیٹی میں تو حواس باختہ ہو رہی ہوں۔ بجز اس کے اور کیا کہوں کہ جو بیوی خاوند کی پیاری ہوتی ہے سوکنیں حسد سے اُس کی دشمن ہو جاتی ہیں۔

بیٹی ماں کی یہ گفتگو سُن کر بہت رنجیدہ ہوئی اور شام سے روتے روتے صبح کر دی۔ صبح کو اُن کے والد حضرت ابو بکرؓ آئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ ام روماں نے کہا کہ منافقوں کے چرچے کا عائشہؓ کو اب حال معلوم ہُوا ہے اسلئے رو رہی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی آبدیدہ ہوئے اور کہا کہ بیٹی اگر تم واقعی اس الزام سے پاک ہو اور مجھے یقین ہے کہ درحقیقت پاک ہو تو خدا عنقریب تمہاری پاکدامنی کی گواہی دیگا۔ ادھر رسولؐ خدا نے حضرت علیؓ اور اسامہ بن زید کو بُلا کر حضرت عائشہؓ کو چھوڑنے کا مشورہ کیا۔ اسامہ نے کہا کہ ہم نے عائشہؓ میں سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ یا رسولؐ خدا آپؐ کی کئی عورتیں ہیں اور دُنیا میں عورتوں کا قحط بھی نہیں ہے آپ کنیز بریرہ سے

Marfat.com

پوچھیں وہ سچ سچ کہدیگی۔ پیغمبرؐ خدا نے بریرہ کو بُلا کر پوچھا تو اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جسنے آپؐ کو رسولؐ برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے عائیشہؓ میں بجز اس کے اور کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ نو عمر لڑکی ہے گھر کا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔ اس پر رسولؐ خدا نے تمام مہاجرین اور انصار کو مسجد میں جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا اے گروہ مسلمانان کیا تم میں کوئی ہے کہ میری اس شخص کے مقابلہ میں حمایت کرے جسنے میری اہلیہ پر یہ تہمت لگائی ہے۔ میں نے اپنی اہلیہ میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی اور نہ صفوان بن معطل کو میں ایسا سمجھتا ہوں۔ یہ سُن کر سعد بن معاذ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس موذی کو جسنے یہ بہتان باندھا ہے قتل کرونگا۔ اس پر سعد بن عبادہ جو عبداللہ بن ابی کے قبیلہ میں سے تھا کہنے لگا کہ سعد بن معاذ۔ یہ تمہاری تقریر فضول ہے تم میرے کسی آدمی پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس پر سید بن حضیر جو سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی تھے سعد بن عبادہ سے مخاطب ہو کر بولے کہ تم بالکل جھوٹ بکتے ہو اور منافق کی طرف سے جھگڑتے ہو۔ سید کا اتنا کہنا تھا کہ دونوں قبیلوں میں جوش پیدا ہو گیا اور قریب تھا کہ تلوار چل جائے کہ رسولؐ خدا منبر سے اُتر آئے اور کمال تحمّل سے دونوں قبیلوں کو خاموش کر دیا۔

دوسری طرف حضرت عائیشہؓ روتے روتے ہلکان ہو گئیں یہ رو رہی تھیں انکے والدین انکے پاس بیٹھے تھے کہ رسولؐ خدا آگئے اور عائیشہؓ کے پاس بیٹھ کر کہا کہ اگر تم بری ہو اور پاک دامن ہو تو خدا تمہاری بریت کر دیگا اگر تم گنہگار ہو تو توبہ کرو خدا گنہگار کی توبہ قبول کرتا ہے۔ حضرت عائیشہؓ نے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم پیغمبرؐ صاحب کی بات کا جواب دو ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پھر حضرت عائیشہؓ نے ماں کی طرف دیکھا اور اُن سے کہا تم جواب دو اُنھوں نے بھی وہی جواب دیا۔ تب عائیشہؓ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جھوٹی باتوں پر یقین کر لیا ہے اب میرا مددگار صرف خدا ہے۔ یہ کہا اور اُٹھ کر اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔ حضرت عائیشہؓ کو وہم و گمان تک نہ تھا کہ ان کی شان میں ایسی محکم وحی نازل ہوگی جو قیامت تک حافظوں کے سینے اور قاریوں کی

زبانوں پر جاری رہیگی۔ خدا کی شان اسی وقت پیغمبرِ خدا پر آثار وحی نمودار ہوئے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ سخت سردی تھی لیکن رسولؐ خدا کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ حالت دیکھ کر حضرت عائیشہؓ نے کہا کہ ان کو کپڑا اُڑھا دو اور ایک بڑا سا چمڑے کا تکیہ آپؐ کے سرہانے رکھدیا تھوڑی دیر کے بعد رسولؐ خدا اُٹھ بیٹھے اور مُسکراتے ہوئے اُٹھے سب سے پہلے حضرت عائیشہؓ سے خطاب کیا کہ تم خوش ہو خدا نے تمہاری برأت میں آیات نازل فرمائیں تم الزام سے بالکل پاک اور صاف ہو۔ پھر آپؐ نے سورۂ نور کے دوسرے تیسرے رکوع کی آیات پڑھیں۔ حضرت عائیشہؓ یہ خوشخبری سُن کر بستر علالت سے اُٹھ کھڑی ہوئیں اُن کے چہرے پر تازگی آگئی اور کہنے لگیں جناب میں آپکا اور آپکے اصحاب کا نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتی ہوں کہ اسنے اپنے کلام پاک میں میری بریت فرمائی۔ اس پر اُن کی والدہ ام روماں نے کہا نہیں بیٹا رسولؐ خدا کی عنایت و مہربانی کا شکریہ ادا کرو اُنہوں نے کہا کہ چاہے تم ناراض ہو جاؤ میں خدا کے سوا اور کسی کا شکریہ ادا نہیں کرنے کی۔ پیغمبر خدا وہاں سے مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر سورۂ نور کی آیات تلاوت فرمائیں اور عبداللہ بن ابی اور مسطح اور حمنہ اور احسان چار شخصوں کو حد قذف ماری گئی یعنے اسی اسی ضرب تازیانہ کی سزا دیگئی۔

ان میں سے حمنہ رسولؐ پاک کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ جنگ اُحد میں انہوں نے سقائی بھی کی تھی تعجب ہے یہ عبداللہ بن ابی کے دھوکے میں کس طرح آگئیں۔ شائد بہ تقاضائے بشریت اپنی بہن زینبؓ کی سوکن سے دشمنی کی ہو۔

غزوۂ خندق ذیقعد ۵ھ

بنی نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر میں آباد تو ہو گئے مگر دن رات اسی فکر میں رہتے تھے کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس سے مسلمان نیست و نابود ہو جائیں اور اُن کا کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ آخر انہوں نے اپنے بیس سردار مکہ میں ابوسفیان کے پاس بھیجے اور پھر قبائل عرب کو بھی ورغلایا اور سب نے مل کر چوبیس ہزار کا لشکر تیار کیا اور مدینہ کی طرف چڑھائی کی جب یہ طوفان اُٹھا تو حضرت رسولؐ خدا نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمانؓ نے جو فارس کے رہنے والے تھے عرض کی کہ شہر کے گرد خندق کھودلی جائے اور پھر اطمینان سے

Marfat.com

مقابلہ کیا جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ رسولؐ خدا تین ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے۔ دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کر دی یہ خندق پانچ گز گہری رکھی گئی۔ جس طرح سرورِ کائینات مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت مزدوروں میں کام کرتے تھے اب بھی وہی حالت درپیش تھی۔ کڑاکے کا جاڑا۔ تین تین دن کا فاقہ اور رسولؐ خدا اور آپ کے صحابہ مٹی لاد لاد کر پھینک رہے تھے۔ زمین کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگیا۔ سب نے زور لگایا مگر اُسنے جنبش نہ کھائی آخر محبوبؐ خدا نے اپنے ہاتھ سے پھاوڑا مارا اور چٹان سُرمہ ہوگیا جب خندق تیار ہوگئی تو مستورات شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیجدی گئیں بنی قریظہ ابتک علیحدہ تھے۔ بنی نظیر نے ان کو بھی ملالیا۔ جب رسولؐ خدا کو یہ حال معلوم ہُوا تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو اُن کے پاس بھیجا مگر وہاں تو کایا پلٹ ہو چکی تھی وہ برہم ہو کر بولے کہ ہم نہیں جانتے کہ محمدؐ کیا شے ہے اور معاہدہ کس کا نام ہے۔

یہ محاصرہ بیس دن تک رہا صحابہ بھوک سے بیتاب ہوگئے ایک دن گھبرا کر اُنہوں نے رسولؐ خدا کے سامنے اپنے شکم کھول کر دکھائے جن پر پتھر بندھے تھے۔ آپنے اسی وقت اپنا شکم کھول کر دکھایا کہ اس پر دو پتھر بندھے تھے۔ عرب والوں کی عادت تھی کہ سخت بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

ایک دن جبکہ محاصرہ نہائیت پُرخطر ہوگیا تو آپنے فرمایا کہ کوئی ہے کہ باہر نکل کر خبر لائے کہ دشمن کیا کر رہے ہیں تو کسی کو اپنے ذمّہ یہ کام لینے کا حوصلہ نہ ہُوا صرف حضرت زبیرؓ نے کہا کہ میں جاتا ہوں۔ آپنے تین بار یہ کلمہ کہا اور تینوں مرتبہ زبیرؓ نے جواب دیا۔ اسی موقع پر زبیرؓ کو حواری کا لقب عطا ہُوا۔

لشکرِ کُفّار کا سپہ سالار اعظم ابوسفیان تھا۔ اُس کے جرنیل عمرو بن العاص۔ خالد بن ولید۔ ضرار۔ جبیرہ۔ نوفل اور عمرو بن عبدود تھے۔ پہلے تو یہ باری باری حملہ کرتے تھے۔ اور خندق کے باہر سے تیر اور پتھر برساتے تھے جب اس طرح کچھ حاصل نہ ہُوا تو سب نے مل کر عام حملہ کر دیا اور ضرار۔ نوفل۔ عمرو بن عبدود اور جبیرہ خندق کے پار گذر گئے۔ ان میں عمرو بن عبدود طاقت میں ایکہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ یہ

Marfat.com

شخص جنگ بدر میں زخمی ہو چکا تھا۔ اسنے عہد کیا تھا کہ جب تک انتقام نہ لونگا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اسنے آگے بڑھ کر کہا کہ کون ہے کہ اسوقت میرا مقابلہ کرے۔ کسی کو حوصلہ نہ ہُوا۔ مگر شیر خدا علی مرتضیٰ رسولؐ پاک سے اجازت لیکر اس دبدبہ سے میدان میں آئے کہ ترک فلک کانپ گیا۔ میدان میں روانہ ہونے کے وقت رسولؐ خدا نے آپؓ کو ذوالفقار عنائیت کی اور سر پر عمامہ باندھا۔ حضرت علیؓ کو دیکھ کر عمرو ہنسا اور اپنے مرد مقابل کو حقیر سمجھ کر گھوڑے سے اُتر آیا کیونکہ حضرت علیؓ پا پیادہ تھے۔ گھوڑے سے اُترتے ہی پہلے اپنے گھوڑے کے پانوں قلم کر دیئے اور پھر کڑک کر ایک وار حضرت علیؓ پر کیا جس سے سپر کٹ گئی اور پیشانی پر زخم آیا۔ حضرت علی کو اسی لئے ذوالقرنین کہتے ہیں کیونکہ اُن کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ جب حضرت علیؓ کی باری آئی تو اُنہوں نے وار کیا اور ذوالفقار کاسہ سر کو کاٹتی ہوئی صندوق سینہ میں داخل ہوئی۔ حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور حریف خاک و خون میں تڑپنے لگا۔

حضرت علیؓ کی صفائی دست دیکھ کر پھر کسی کو تاب مقابلہ نہ ہوئی۔ نوفل اور ضرار بھاگے۔ نوفل خندق میں گر پڑا۔ اصحابہ نے پتھر مارنے شروع کئے۔ نوفل چلایا کہ مسلمانوں کیا کرتے ہو میں شریفانہ موت چاہتا ہوں۔ حضرت علیؓ خندق میں اُتر گئے اور اُس کی خواہش کے بموجب تلوار سے اُس کو مار ڈالا۔

جس قلعہ میں مستورات تھیں وہ بنی قریظہ کی بستی کے قریب تھا یہود نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور قلعہ پر حملہ کر دیا ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ حضرت صفیہ نے دیکھ لیا اور حسان شاعر کو جو اس قلعہ میں تھا کہا کہ اس موذی کو ایذا سے پہلے قتل کر ڈالو وہ بیمار تھا اُس نے کہا کہ میں مجبور ہوں اس پر جناب صفیہ نے ایک چوب خیمہ اُکھاڑ لی اور اس یہودی کا سر پھوڑ دیا اور پھر اُس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دیا۔ یہودی یہ سمجھے کہ قلعہ میں فوج ہے اور واپس چلے گئے۔ حسان کی یہ جرأت بھی نہ ہوئی کہ مرے کا سر کاٹتا سچ ہے سپہ گری اور شے ہے اور شاعری اور

جب محاصرہ نے طُول کھینچا اور صحابہ فاقہ کشی سے عاجز آ گئے تو جناب پیمبرؐ نے دُعا کی۔

دُعا جناب باری میں قبول ہوئی حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ تُند و تیز ہوا چلنے لگی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج چل کر پھر ہوا نہ چلے گی۔ خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ چوبیں گر گئیں۔ دیگچے چولہوں پر اُلٹ گئے اس پر طرّہ یہ ہُوا کہ یہود اور قریش میں پھوٹ پڑ گئی اور تمام لشکر میں ایک تھلکہ سا مچ گیا۔ ابوسفیان نے جب یہ حال دیکھا تو اُس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور آندھی کے ساتھ وہ بھی اُڑ گیا۔ اُس کے جانے کے بعد بنی قریظہ بھی محاصرہ سے ہاتھ اُٹھا کر اپنے قلعوں میں چلے آئے۔

اس معرکہ میں گو نقصان جان کم ہُوا لیکن حضرت سعد بن معاذ جو انصار میں باعث ناز تھے اس طرح زخمی ہوئے کہ جانبر نہ ہو سکے۔ اُن کی زرہ چھوٹی تھی جس سے ان کے ہاتھ زرہ سے باہر رہتے تھے ایک کافر نے تاک کر ہاتھ پر تیر مارا جس سے کوئی رگ پھٹ گئی۔ آپ رفیدہ خاتون کے زیر علاج رہے مگر پیمانہ عُمر لبریز ہو چکا تھا۔

غزوۂ بنی قریظہ ذیقعد ۵ھ

غزوۂ خندق میں جسے بعض مورخ غزوۂ احزاب یعنے تمام عرب کی متحدہ جنگ بھی کہتے ہیں بنی قریظہ کی عہد شکنی سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوئی تھی جب لشکر کُفار منتشر ہو گیا تو رسولؐ پاک عہد شکنوں کی گوشمالی کی طرف متوجہ ہوئے۔

پہلے جنگ بدر میں بھی ایک بار بنی قریظہ عہد شکنی کر چکے تھے اور معافی لے چکے تھے اب پھر نازک وقت پر دغا کی تیسری خطا اُن سے یہ سرزد ہوئی کہ حیی بن اخطب یہودی کو جو بنی النضیر کا سردار تھا اور جو تمام فساد کا بانی مبانی تھا محاصرہ اُٹھ جانے کے بعد اپنے قلعہ میں انہوں نے پناہ دیکر چھپا رکھا تھا جب لشکر اسلام نے اس طرف توجہ کی تو یہ لوگ تاب مقابلہ نہ لا کر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کو طول ہُوا تو انہوں نے تنگ ہو کر کہلا بھیجا کہ ہم بھی جلا وطن ہونے کو تیار ہیں ادھر سے جواب گیا کہ بلا کسی شرط کے اپنے آپ کو سپرد کر دو پھر رسولؐ خدا مناسب حکم دینگے۔ یہود نے ابولبابہ سے مشورہ لیا اُنہوں نے کہا کہ سب قتل ہو جاؤ گے۔ یہود نے اپنے آپ کو حوالہ کرنے سے انکار کیا آخر فیصلہ یہ ہُوا کہ حضرت سعد ابن معاذ جو فیصلہ کر دیں وہ منظور کیا جائے۔ حضرت سعد ابن معاذ نے بطور ثالث یہ فیصلہ دیا کہ مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں۔ بچے لونڈی

غلام بنائے جائیں اور مال اسباب تقسیم کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ احکام توریت کے مطابق تھا۔

صحاح میں ہے کہ چار سو آدمی قتل کئے گئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس نے پتھر سے ایک مسلمان کو ہلاک کیا تھا۔ مقتولین کی ایک فہرست تیار کی گئی تھی۔ باری باری فہرست کے بموجب نام پکارے جاتے تھے۔ یہ عورت حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھی اور ہنس رہی تھی۔ دفعتاً اس عورت کا نام پکارا گیا۔ وہ ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہاں جاتی ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ مینے جو جرم کیا تھا اُس کی سزا اُٹھانے جاتی ہوں یہ کہکر خوشی خوشی مقتل میں آئی اور تلوار کے نیچے سر رکھدیا۔

فیصلہ سُنانے کے دوسرے دن سعد ابن معاذ زخم کی تکلیف سے جان بحق تسلیم ہوئے۔

ریحانہ

اسیرانِ قریظہ میں ایک یہودن ریحانہ بھی تھی۔ اس کے متعلق مخالف مصنّفوں نے بہت سی مُنہ زوریاں دکھائی ہیں اور جوش تعصّب میں رسولؐ خدا کی شان میں بہت سے ناواجب الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ اسلام سات سو مقتولوں کا رقص طپیدن دیکھ چکا تو گھر میں آکر عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور یہی ریحانہ نعوذ باللہ سامان عیش و عشرت ہوئی۔ یہ واقعہ جھوٹ اور سراسر جھوٹ ہے اصل بات یہ ہے کہ رسولؐ پاک نے اُن کو آزاد کر دیا تھا اور کچھ دن کے بعد اُن سے نکاح کر لیا تھا۔ خود ریحانہ کے الفاظ فاعتقنی وتزوج بی یعنے پھر اُنہوں نے مجھ کو آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کر لیا۔ (دیکھو واقدی)

جناب زینبؓ سے نکاح

اسی سال حضرتؐ نے جناب زینبؓ سے نکاح کیا۔ اس نکاح کا ٹھیک وقت ہمیں معلوم نہیں ہوسکا مگر قرائن یہ ہیں کہ واقعہ افک سے پہلے کسی وقت یہ نکاح پہلے ہوچکا تھا کیونکہ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ ان کی ہمشیرہ حمنہ نے انہیں کی رقابت کی وجہ سے حضرتِ عائشہؓ سے دشمنی کی تھی۔ ام المومنین زینب کی کنیت ام الحکم باپ کا نام حجش ماں کا امیمہ تھا۔ امیمہ عبد المطلب کی بیٹی اور پیغمبرؐ صاحب کے والد عبد اللہ کی حقیقی بہن تھیں گویا حضرت زینب رسولؐ خدا کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں نکاح سے پہلے آپکا

Marfat.com

نام برہ تھا۔پیغمبر صاحب نے تبدیل کر کے زینب رکھا۔

جب زید بن حارث کی جو رسولؐ خدا کے متبنے تھے پہلی بیوی ام ایمن کا جو اسامہ کی والدہ تھیں انتقال ہو گیا تو رسولؐ خدا نے اُس کا نکاح ثانی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے کرانا چاہا مگر زینب اس نکاح سے ناخوش تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبرؐ صاحب کے متبنے کہلاتے تھے مگر غلام رہ چکے تھے۔آخر رسولؐ خدا کے اصرار اور سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہونے پر زینب مجبور ہو گئیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝

"اور کسی مسلمان مرد اور عورت کو مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسولؐ کوئی بات ٹھہرا دیں تو اس بات میں ان کا اپنا اختیار رہے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں پڑ جاویگا"۔

حکم آسمانی سے حضرت زینبؓ نے نکاح تو کر لیا مگر ان کی زید سے بن نہ آئی یہانتک وہ کہ زینبؓ کو چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔رسولؐ خدا نے بہت سمجھایا مگر اُنہوں نے طلاق دے ہی دی۔جب عدت کے دن پورے ہو چکے تو حضرتؐ نے زید سے فرمایا کہ تم جاؤ اور زینبؓ کو میرے نکاح کا پیغام دو۔زید گئے اور زینبؓ کے دروازہ مکان کی طرف پُشت کر کے کہا کہ زینبؓ رسولؐ خدا تم کو اپنے نکاح کا پیام دیتے ہیں۔زینبؓ یہ مژدہ سُن کر سجدے میں گر پڑیں اور زید سے کہا کہ جب تک مَیں خدا سے مشورہ نہ لیلوں کوئی جواب نہیں دیسکتی۔اس موقع پر سورۂ احزاب کی آیت فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا الخ نازل ہوئی اور ان کا نکاح پیغمبرؐ صاحب سے ہو گیا۔یہی وجہ ہے کہ جناب زینبؓ ازواج مطہرات کے مقابلے میں فخراً کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح خود خدا نے آسمان پر کیا ہے اور تمہارا نکاح تمہارے والدین نے زمین پر کیا۔آپ اسقدر راست باز تھیں کہ جب اِفک کے معاملہ میں رسولؐ خدا نے آپ سے مشورہ لیا تو اُنہوں نے باوصف رقابت کہا کہ یا رسولؐ اللہ میرے علم میں عائشہؓ بالکل بے لوث ہیں یہ اپنے ہاتھ کی مزدوری

Marfat.com

کر کے جو مز دوری سے آتا تھا راہ خدا میں صرف کر دیتی تھیں۔

جب عمرؓ حضرت پیغمبرؐ صاحب کے دوسرے جانشین ہوئے تو انہوں نے امہات المومنین سے ہر ایک کے لئے بارہ ہزار درہم سالانہ مقرر کئے۔ جناب زینبؓ یہ رقم اپنے محتاج رشتہ داروں اور یتیموں کو خیرات کر دیتی تھیں۔ ایک دفعہ جب اُنہوں نے اپنا سالانہ وظیفہ فوراً تقسیم کر دیا تو حضرت عمرؓ ایکہزار درہم خود لیکر اُن کے پاس آئے۔ آپنے لونڈی کو پردے کے پیچھے سے کہا کہ ان کو بھی ابھی تقسیم کر دو اور دُعا کی کہ آئندہ مجھے عمرؓ کا وظیفہ لینے کی روزی نہ ہو۔ چنانچہ اسی سال ۲۰ھ میں انتقال ہوُا۔ حضرت عمرؓ نے جنازہ پڑھا۔ انتقال کیوقت ان کی عمر پچاس سال کی تھی اسامہ بن زید اور محمد بن عبداللہ بن جحش نے آپؓ کو قبر میں اُتارا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

دو بڑے سبب جو اس نکاح کے محرک ہوئے وہ یہ ہیں:۔

اوّل۔ حضرت زینبؓ نے رسولؐ خدا کی تعمیل حکم میں بادل ناخواستہ زید سے نکاح کیا تھا۔ جب اُسے طلاق دیدی تو حضرت زینبؓ کی دلجوئی لازمی تھی۔

دوم۔ عرب میں متبنّٰے اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا یہ محض جاہلیت کی رسم تھی خدا کو اسکا مٹانا مقصود تھا۔ اس نکاح سے قرار پا گیا کہ اسلام میں متبنّٰے کو اصلی بیٹے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ یہ سال اسلئے مشہور ہے کہ رسولؐ پاک نے عورتوں کو نامحرم کے روبرو ہونا منع فرمایا اور جائز اور مناسب پردہ کا حکم دیا۔ اور اسی سال پانی نہ ملنے پر تیمّم جائز ہوُا +

باب (۱۱)

سنہ ۶ ہجری

غزوۂ بنی لحیان

ربیع الاول سنہ ۶ ہجری میں رسولؐ خدا نے بنی لحیان کی طرف کوچ کیا جب اُن لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ معرکہ آرائی کی نوبت نہ پہنچی۔

غزوۂ غابہ

ربیع الآخر سنہ ۶ ھ میں عیینہ جو ایک شریر سردار تھا رسولؐ خدا کے چند اونٹ لوٹ کر لیگیا اور بنی غفار کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کی بیوی کو پکڑ کر لیگیا حضرت سلمہ بن عمرو تنہا اُس کے تعاقب میں گئے اور اس طرح تیر برسائے کہ عیینہ کے ہمراہی اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ رسول خدا کو جب اطلاع ہوئی تو سعد بن زید کو ہمراہ لیکر موقعہ پر گئے خفیف سی لڑائی کے بعد قزاق بھاگ گئے۔

سریۂ عکاشہ وغیرہ

اسی مہینے میں بدوؤں کی تادیب کے لئے سریۂ عکاشہ۔ سریہ بنی ثعلبہ۔ سریہ ذی القصہ وجموم کے واقعات پیش آئے اور ان کا غرور کافور ہو گیا۔

سریۂ عیص

جمادی الاول سنہ ۶ ھ میں زید ابن حارث اسلئے بھیجے گئے کہ قریش کا وہ قافلہ جو شام سے آرہا تھا مکہ نہ جانے پائے۔ زید نے اسباب چھین لیا اور چند آدمی قید کر لئے۔

جمادی الآخر سنہ ۶ ہجری سریہ حسمی اور طرف کے واقعات پیش آئے۔

رجب سنہ ۶ ہجری میں سریہ وادی القریٰ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اسمیں اعراب سے مقابلہ تھا۔ حضرت زید بھی سخت مجروح ہوئے۔

شعبان سنہ ۶ ہجری میں سریہ دومتہ الجندل میں رسولؐ خدا نے عبدالرحمٰن کو سردار کر کے بھیجا اُنہوں نے تین دن قیام کر کے اصبغ بن عمر الکلبی کو جو عیسائی تھا مسلمان کیا اور بہت سے آدمی اُس کے ساتھ مسلمان ہوئے جو مسلمان نہ ہوئے اُنہوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔

Marfat.com

سریہ فدک

شعبان سنہ ۶ ہجری میں رسولؐ پاک نے حضرت علیؓ کو سو آدمی دیکر روانہ کیا۔ دشمن جو قبیلہ بنی سعد کے لوگ تھے بھاگ گئے اور اُن کا بہت سا سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس مہم کو سریہ فدک کہتے ہیں۔

ام قرفہ قزاقی کرکے اوقات بسر کرتا تھا رسولؐ خدا نے زید بن حارث کو اسکی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ ام قرفہ اور اُس کی بیٹی گرفتار ہوگئی۔ قیس نے اس ضعیفہ کو قتل کر ڈالا۔ رسولؐ خدا کا حکم تھا کہ عورتیں اور بچے نہ مارے جائیں اس حکم عدولی سے رسولؐ خدا اس پر بہت ناراض ہوئے۔

قتل ابن زرام

ابن زرام یہودی سخت بدباطن تھا وہ یہودیوں کے ساتھ اس سازش میں سرگرم تھا کہ مدینہ پر حملہ کرے۔ رسولؐ خدا نے عبداللہ بن رواحہ کو بیس آدمی دیکر بھیجا کہ اُس کو راہ راست پر لایا جاوے۔ اس نے اس شرط پر اطاعت قبل ابن زرام منظور کی کہ اس کو خیبر کی سرداری دی جائے اور تیس یہودی لیکر عبداللہ کے ہمراہ ہوگیا۔ راہ میں ابن رزم کی نیت فاسد ہوگئی اُسنے اونٹ سے اُتر کر عبداللہ کے مُنہ پر ایک خاردار سونٹا مارا عبداللہ کو بھی غصہ آگیا اس نے تلوار سے حملہ کیا آخر یہود اور مسلمانوں میں تلوار چل گئی اور تمام یہودی قتل ہوگئے۔

سریہ عرینہ

شوال سنہ ۶ ہجری میں عکل اور عرفہ کے چند آدمی مسلمان ہوگئے مگر وہ منافقانہ اسلام لائے تھے موقعہ پاکر وہ رسولؐ خدا کے اونٹ چُرا لے گئے اور چرواہوں کی آنکھیں پھوڑ کر اُنہیں اندھا کر گئے۔ آنحضرتؐ نے کرز بن جابر الفہری کو اُن کے تعاقب میں بھیجا اور مجُرم گرفتار ہوکر سزائے اعمال کو پہنچے۔ اسی ماہ میں ابوسفیان نے مکہ سے ایک آدمی بھیجا کہ کسی بہانہ سے حضرت کو قتل کردے مگر وہ ملعون بمعہ خنجر جو اُس کے پاس تھا گرفتار ہُوا

اب ذیقعد کا مہینہ آگیا۔ ذیقعد۔ ذوالحجہ اور محرم زیارت کے لئے مخصوص تھے۔ ان مہینوں میں لڑائی قطعی منع اور حرام تھی۔ رسولؐ خدا نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ بغیر ہتھیار مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ مہاجر اور انصار حج اور زیارت کعبہ کیلئے بیتاب تھے۔ حضرت نے قربانی کے لئے اونٹ ساتھ لئے اور ان کی گردنوں میں قربانی کی

Marfat.com

علامت یعنے لوہے کے نعل لگا دیئے۔ جب قافلہ عسفان کے قریب پہنچا تو قریش نے کہلا بھیجا کہ محمدؐ مکہ میں نہیں آسکتا اور فوراً فوج لیکر نکلے۔ خالد بن ولید اور عکرمہ ابن ابوجہل دو سو سوار لیکر ہراول کے طور پر آگے آئے مگر رسولؐ خدا ایک دشوار گذار رستہ سے اصل راستہ چھوڑ کر حدیبیہ میں پہنچ گئے۔ حدیبیہ مکہ معظمہ سے ایک منزل پر ایک کنواں ہے۔ جب مسلمان وہاں آئے تو یہ کنواں خالی تھا۔ رحمۃ للعالمین کے قدوم میمنت لزوم سے اس کنوئیں میں اسقدر پانی آگیا کہ سب سیراب ہوئے۔

حدیبیہ میں قیام کرکے رسولؐ خدا نے بدیل کے ہاتھ قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم ہرگز لڑنے نہیں آئے۔ بدیل نے بڑی مشکل سے پیغام سُنایا کیونکہ قریش میں چند سیاہ قلب ایسے بھی تھے کہ جن کو پیغام سُننا بھی گوارا نہ تھا۔ آخر قریش کی طرف سے عروۃ بن مسعود معاملہ طے کرنے آیا اور صحابہ کی عقیدت اور ارادت دیکھکر سخت متحیر ہوا۔ جب عروۃ رسولؐخدا سے گفتگو کر رہا تھا تو بار بار آپؐ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ سے یہ دیکھا نہ گیا کڑک کر بولا کہ خبردار اگر ریش مبارک کو پھر ہاتھ لگایا تو ہاتھ نہ ہوگا۔ عروۃ نے گفتگو کی مگر معاملہ طے نہ ہُوا۔ حضرتؐ نے خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا مگر قریش نے آپ کی سواری کا اونٹ جو رسولؐ خدا کا اونٹ تھا مار ڈالا اور خراش خود بھی بمشکل جان بچاکر واپس آئے۔ اتنے میں ایک دستہ فوج قریش کا آپہنچا لیکن سب کے سب گرفتار ہوئے۔ رؤف اور رحیم نبی نے سب کو چھوڑ دیا اور معافی دیدی۔ رسول خدا نے مصالحت کی گفتگو کے لئے حضرت عمرؓ کو انتخاب کیا مگر اُنھوں نے معذرت کی اور کہا کہ وہاں سے میرا زندہ آنا ناممکن ہے پھر آپؐ نے عثمانؓ کو بھیجا لیکن قریش نے حضرت عثمانؓ کو نظر بند کرلیا۔ کسی نے یہ بات اُڑادی کہ عثمانؓ قتل کرڈالے گئے۔ یہ سُن کر آپؐ کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا قصاص ضروری ہے۔ یہ کہکر آپؐ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ سے بیعت کے لئے فرمایا کہ ثابت قدم رہیں اور مقابلہ سے نہ گھبرائیں۔ اسوقت مسلمانوں کے پاس سامان حرب نہ تھا صرف ایک تلوار تھی مگر شمع رسالت کے پروانے تھے فوراً مرنے مارنے پر تیار ہوگئے اس بیعت کا نام بیعت

Marfat.com

الرضوان ہے۔ اسی کی شان میں یہ آیت آئی ہے۔

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" الخ

"خدا راضی تھا مسلمانوں سے جب وہ تیری بیعت درخت کے نیچے کرتے تھے"۔

قریش کو جب بیعت الرضوان کی اطلاع ہوئی تو سہیل بن عمر کو صلح کا پیغام دیکر بھیجا۔ دیر تک بحث کے بعد آخر چند شرطوں پر فیصلہ ہوا۔ حضرتؐ نے علیؓ کو بلا کر کہا کہ عہدنامہ لکھو۔ علیؓ نے عنوان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔ سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ وہی پرانے الفاظ باسمک اللھم لکھو۔ رسولؐ خدا نے کہا بہت اچھا۔ جب آگے ہذا ما صالح علیہ محمد رسولؐ اللہ کے الفاظ آئے تو سہیل نے پھر ٹوکا اور کہا کہ اگر آپؐ کو رسولؐ خدا تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑہ کس بات کا رہا۔ محمدؐ ابن عبداللہ لکھا جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ کبھی نہ ہوگا کہ میں وصف رسالت محو کردوں۔ رسولؐ خدا نے کہا اچھا بتاؤ میرا نام کہاں ہے حضرت علیؓ نے اسجگہ انگلی رکھ دی تو آپ نے کمال حلم سے رسول اللہؐ کے الفاظ قلمزن کر دیئے۔ شرائط صلح یہ قرار پائیں۔

(۱)۔ مسلمان اس سال واپس جائیں اگلے سال آئیں اور صرف تین دن ٹھہریں۔

(۲)۔ کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ صرف تلوار کی اجازت ہے مگر وہ بھی غلاف میں رہے۔

(۳)۔ مکہ میں جو مسلمان ہیں اُن کو ہمراہ نہ لیجائیں اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو تعرض نہ کریں۔

(۴)۔ مکہ کے کافروں یا مسلمانوں میں سے اگر کوئی آدمی مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن جب کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائیگا۔

(۵)۔ قبائل عرب جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں جسوقت یہ عہدنامہ لکھا جا رہا تھا۔ سہیل کا فرزند ابو جندل جو مسلمان تھا اور کافروں کی قید میں تھا کسی طرح سے رہا ہو کر وہاں آگیا۔ اس کے جسم پر مار کے نشان تھے۔ سہیل نے کہا بموجب شرائط عہدنامہ اس کو مجھے واپس کر دو۔ ابو جندل نے اپنے زخم دکھائے اور مسلمانوں سے کہا کہ مجھے کافروں کے سپرد نہ کرو۔ رسولؐ خدا نے جندل کو سہیل کے حوالہ کر دیا اور کہا ابو جندل

Marfat.com

گھبراؤ نہیں خدا تم کو مظلوموں سے نجات دیگا صلح ہو چکی ہے ہم بدعہدی نہیں کرسکتے۔

حضرت عمرؓ موجود تھے ان کو سخت ناگوار گذرا اور آپنے رسولؐ خدا سے شکوہ کیا مگر بعدہٗ شرمسار ہوئے اور اپنے گستاخانہ معروضات کے کفّارہ کے لئے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔ خیرات کی اور غلام آزاد کئے۔

صلح کے بعد آپنے قربانی کا حکم دیا مگر صحابہ اس عہدنامہ سے ایسے دل شکستہ ہو رہے تھے کہ آپؐ کے تین دفعہ بار بار کہنے سے بھی کوئی قربانی پر آمادہ نہ ہُوا۔ حضرت گھر میں تشریف لیگئے اور ام سلمہؓ سے شکائیت کی انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کسی کو کچھ نہ کہیں خود تشریف لیجائیں اور قربانی کریں۔ آپنے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ نے دیکھا کہ حضرتؐ آپ عہدنامہ میں تبدیلی نہیں کرتے تو سب نے قربانیاں کیں صلح کے بعد آپؐ تین دن تک حدیبیہ میں مقیم رہے۔ جب روانہ ہوئے تو یہ آئیت نازل ہوئی۔

"اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا"

"ہم نے تم کو ظاہرہ فتح عنایت کی"

حضرت عمرؓ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا یہ فتح ہے۔ آپنے فرمایا بیشک اُن کو تسکین ہو گئی۔

اس صلح کا نتیجہ ہُوا کہ آمد و رفت میل جول کا دروازہ کھُل گیا تجارت کے لئے کُفّار مدینے میں آکر رہنے لگے۔ مدینہ میں رہ کر جب کُفّار نے مسلمانوں کی خوبیاں اور اسلام کی پاکیزگیاں دیکھیں تو اُن کے دل خود بخود اسلام کی طرف راغب ہوگئے اور اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہ لائے تھے۔

مکّے کے مسلمانوں سے ابو بصیر بھاگ کر مدینہ آیا۔ کُفّار مکّہ نے شرط عہدنامہ کے رُو سے اُنہیں واپس مانگا۔ رسولؐ خدا نے اس کو واپس کیا راستہ میں اُسنے اپنے محافظ کو قتل کردیا اور مقام عیص میں جابسا۔ اُس کی تقلید کئی مسلمانوں نے کی چند روز میں ان کی بڑی جمعیّت بن گئی اور قریش کے قافلوں پر دست درازیاں کرنے لگے۔ قریش نے تنگ آکر خود ہی اس شرط کو جو مسلمانوں کو نہائیت ناگوار تھی منسوخ کردیا۔ اب ابو جندل بھی مدینہ میں آگئے۔

حدیبیہ کی صلح کے بعد بشیر و نذیر نبی نے وحدہٗ لاشریک کے نام کی منادی کا فرض ادا کرنا شروع کیا۔ چنانچہ آپنے نجاشی بادشاہ حبش خسرو پرویز کجکلاہ ایران۔ عزیز مصر اور قیصر روم کے نام نامے لکھے اور انہیں دعوت اسلام دی۔ اسوقت روم۔ حبش اور مصر میں تثلیث مقدس کا دَور دورہ تھا اور ایران میں اہرمن اور ایزد کو پوجتے تھے۔

عمر بن امیہ نامہ رسولؐ لیکر نجاشی بادشاہ حبش کے پاس گئے نیک نہاد نجاشی نے جب نامہ رسولؐ پڑھا تو صدق دل سے مسلمان ہو کر مشرف بہ ایمان ہوا۔

خسرو پرویز کجکلاہ ایران نہایت غیور بادشاہ تھا۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی اُسکے پاس خط لیکر گیا۔ جسوقت یہ خط اُس کو پہنچا تو نہایت خشمناک ہوا اور بولا کہ مجھ جیسے عالیجاہ بادشاہ کی یہ گستاخی کہ اپنا نام مجھ سے پہلے لکھا۔ یہ کہکر خط پھاڑ ڈالا اور باذان حاکم یمن کو لکھ بھیجا کہ اس نئے پیغمبر کو گرفتہ اور بستہ میرے روبرو حاضر کرو اُس نے دو آدمی رسولخدا کے پاس بھیجے کہ چلو آپ کو شاہ ایران نے بلایا ہے اگر نہ جاؤگے تو وہ آپ کا ٹنک بیچراغ کر دیگا۔ آپنے کہا کہ جاؤ خدا کو کچھ اور منظور ہے چنانچہ جب یہ لوگ یمن واپس آئے تو سُنا کہ شیرویہ نے جو خسرو پرویز کا پسر تھا باپ کو قتل کر ڈالا۔

حاطب بن بلتعہ نامہ مبارک لیکر عزیز مصر کے پاس گیا۔ اسوقت مقوقس وہاں حکمران تھا اُس نے رسولؐ خدا کو پیغمبرِ خدا تسلیم کیا اور دو لونڈیاں ماریہ قبطیہ و شیرین جو حقیقی بہنیں تھیں اور ایک خچر جس کا نام دُلدُل تھا بطور تحفہ بھیجا۔ ماریہ اور شیرین راہ میں ہی نامہ بر کی تلقین سے مسلمان ہو چکی تھیں۔ ماریہ سے رسولؐ خدا نے نکاح کر لیا اور شیرین جناب حسان کے سپرد ہوئیں افسوس کہ عزیز مصر کی قسمت میں نور اسلام نہ تھا وہ مسلمان نہ ہوا۔

قیصر روم ہرقل کی طرف وحیتہ کلبی خط لیکر گئے اُس نے دربار عام کر کے نامہ کے پڑھے جانے کا حکم دیا۔ اتفاقیہ اس دربار میں ابوسفیان بھی موجود تھا جو تجارت کے لئے وہاں گیا ہوا تھا۔ اُس سے بھی گفتگو ہوئی۔ قیصر نے بعد قیل و قال کہا کہ واقعی یہ مدعیٔ نبوت پیغمبر ہے اُس کا قبضہ روم تک ایک دن ہو جائیگا اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور اُس کے

Marfat.com

پانوں دھوتا۔ قیصر روم کا میلان اسلام کی طرف ہو گیا مگر اُس کے اہل دربار نے جو اس پر حاوی تھے اس کو مسلمان نہ ہونے دیا اور نامہ بر ناکام واپس آیا۔

اُمِ حبیبہؓ سے نکاح

حضرت اُمِ حبیبہؓ کا رشتہ جناب رسولؐ خدا سے اس مختصر شجرہ نسب سے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے بہت جلد سمجھ میں آجائیگا۔

عبد مناف

- ہاشم
  - عبدالمطلب
    - عبداللہ
      - محمد رسول اللہ
- عبدالشمس
  - امیہ
    - حرب
      - ابوسفیان
        - معاویہ
          - یزید
        - اُمِ حبیبہؓ

اگرچہ اُمِ حبیبہؓ کے والد ابوسفیان اور ان کے بھائی معاویہ اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے سخت مخالف تھے لیکن یہ خود کمال دانشمندی اور دُور اندیشی سے مسلمان ہو گئیں۔ انکے رشتہ داروں نے طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر ان کے استقلال میں ذرہ بھی فرق نہ آیا۔ ان کی شادی عبداللہ بن حجش سے ہوئی اور دونوں میاں بیوی کفار کے مظالم سے بچنے کے لئے حبش ہجرت کر گئے۔ حبش میں ان کا شوہر نصرانی ہو گیا۔ یہ وقت اُن کے لئے بہت نازک تھا۔ مگر اب بھی اُنہوں نے دامن استقلال نہ چھوڑا فوراً عبیداللہ سے علیحدہ ہو گئیں۔ ان کا اصلی نام رملہ تھا عبیداللہ سے ان کے ہاں ایک بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی اُسکے نام پر انہوں نے اپنی کنیت اُمِ حبیبہ رکھ لی۔ پیغمبرؐ صاحب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اپنے نامہ بر عمرو بن امیہ کے ہاتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ اپنی وکالت سے میرا نکاح اُمِ حبیبہؓ سے کر دو۔

Marfat.com

ایک دن جبکہ اُم حبیبہؓ پریشان بیٹھی تھیں تو نجاشی کی ایک لونڈی جس کا نام ابرہہ تھا اور جو نجاشی کی بیٹیوں کی مشاطگی کیا کرتی تھی ان کے پاس آئی اور نجاشی کی وساطت سے پیغمبرؐ صاحب کا پیغام سُنایا آپ یہ سُن کر بہت خوش ہوئیں اور آپ نے جو چاندی کا زیور ہاتھوں میں پہنا ہوا تھا اُتار کر ابرہہ کے حوالہ کر دیا۔ خالد بن سعید وکیل مقرر ہوئے۔ نجاشی نے تمام مسلمان حبشیوں کو محفل نکاح میں مدعو کیا نکاح کے بعد نجاشی نے چار سو اشرفیاں مہر رسولؐ خدا کی طرف سے ادا کیا نکاح کے بعد جب لوگ اُٹھ کر چلنے لگے تو نجاشی نے کہا ٹھہر جاؤ اور رسولؐ خدا کے طریقہ پر ولیمہ کا کھانا کھا کر جاؤ۔ سب کھانا کھا کر رخصت ہوئے۔
جب اُم حبیبہؓ حبش سے روانہ ہونے لگیں تو نجاشی نے ابرہہ کے ہاتھ بہت سا مشک و عنبر اُن کے پاس بھیجا۔ اُم حبیبہؓ جہاز میں سوار ہو کر روانہ ہوئیں اور مدینہ کے بندرگاہ میں اُتریں۔

روائت ہے کہ ایک دفعہ جب قریش کی طرف سے نقص عہد ہوا تو ابوسفیان کو جدید عہد کرنے کی غرض سے مدینے جانا پڑا یہاں آئے تو اپنی بیٹی حبیبہؓ سے ملنے کے لئے اُن کے مکان پر پہنچے۔ بیٹی نے باپ کو اندر بُلا لیا اور حبیبہؓ نے اس گدّے کو جس پر رسولؐ خدا بیٹھا کرتے تھے تہہ کر کے علیحدہ رکھدیا۔ ابوسفیان نے کہا تم چاہتی ہوئیں اس گدّے پر نہ بیٹھوں اُس نے بیساختہ کہا ہاں وجہ یہ ہے کہ ابا آپ مشرک ہو اور یہ پیغمبرؐ خدا کا فرش ہے ابوسفیان نے کہا بیٹی تم بہت گمراہی میں مبتلا ہو لیکن پھر بھی دیر تک بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔
اُم حبیبہؓ کا انتقال مدینہ ۴۴ھ میں ہوا اور قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں۔

اسی سال کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد اور حضرت عمرو بن العاص بارگاہ نبوی میں اکٹھے آئے اور مسلمان ہوئے یہ دونوں وہ بہادر تھے کہ جن پر شوکت اسلام کو ناز رہے۔

خالد کو رسولؐ خدا شمشیر خدا کہا کرتے تھے۔ خالد کی قسمت میں فتح شام اور عمرو بن العاص کے نصیب میں فتح مصر روز ازل سے مرقوم تھی اللہ کی شان یہ وہی عمرو تھا جو رسولؐ خدا کی ہجو لکھا کرتا تھا۔

Marfat.com

باب (۱۲)

۷ ہجری

یہودی ہمیشہ سے مسلمانوں کے مخالف چلے آتے تھے مگراب اسلام کی روزافزوں ترقی دیکھ کران کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا انہوں نے مصیبتیں جھیلیں۔ جلاوطن ہوئے۔ مال واسباب گنوایا مگر وہ دل خراش پھانس جسے حسد کہتے ہیں دل میں کھٹکتی رہی۔ مدینہ سے ۲۰۰ دو سو میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جس کو خیبر کہتے ہیں اس میں ۶ چھ قلعہ نہائیت مضبوط اور مستحکم تھے۔ ان قلعوں کے نام ناعم۔ مربطہ۔ قصارۃ۔ شق۔ نطاۃ اور قموص ہے۔ ان سب میں قموص نہائیت مضبوط اور محفوظ تھا۔ اسی خیبر میں بنی نضیر۔ بنی قینقاع بھی جلاوطنی کے بعد آکر آباد ہو چکے تھے۔ ان سب کو رات دن یہ ہی خیال تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کا استیصال کریں۔ اب دس ہزار کی جمعیت سے یہ لڑنے کو آمادہ ہوئے۔ بنی غطفان اور بنی اسد عرب کے صحرائی قبائل کو بھی اپنا حلیف بنا لیا جب رسول خدا کو خبر لگی تو محرم ۷ھ میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اسوقت آپؐ کے ہمرکاب سولہ سو صحابہ تھے جن میں ۲۰۰ دو سو سوار باقی پیدل تھے۔ یہ پہلی لڑائی تھی جس میں جناب نے علم طیار کرایا۔ یہ علم حضرت عائشہؓ کی چادر سے طیار ہوا اور جناب علیؓ شیر خدا کو یہ علم عطا ہوا۔ جب آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو عامر بن الاکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے ہولئے۔

غزوۂ خیبر

ھدائیت نہ کرتا اگر ہم کو داور ۔۔۔ ھدائیت سے ہم بہرہ ور کیسے ہوتے
نہ روزہ نماز کی کبھی ہم کو ہوتی ۔۔۔ نہ خیرات کا بیج ہاتوں سے بوتے
خدا تجھ پہ اے احکم الحاکمین ہم ۔۔۔ نہیں تیرے احکام پورے جو ہوتے
تو انکے لئے اب معافی عطا ہو ۔۔۔ کہ آئے ہیں اُنکے لئے جو ہیں روتے
لڑائی میں ثابت قدم ہم کو رکھنا ۔۔۔ کہ ہمت مدد کے وہ طالب ہیں ہوتے

ازواج مطہرات میں سے حضرت اُمّ سلمہؓ ساتھ تھیں۔ ان کے علاوہ چند اور خاتونیں بھی ساتھ ہولیں۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو خفا ہو کر پوچھا کہ تم کس کے ساتھ آئیں اور کس کے حکم سے آئیں انہوں نے کہا کہ حضورؐ ہم اسلئے آئی ہیں کہ زخمیوں کی تیمارداری کریں اور تیر اُٹھا اُٹھا کر لائیں۔ آپ خاموش ہو رہے۔

لشکر اسلام جب خیبر کے قریب پہنچا تو نماز عصر کا وقت آگیا آپ نے حکم فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ نماز قضا نہ ہو۔ اللہ رے عقیدت اسوقت کے مسلمان تلوار کی چھاؤں میں بھی نماز ادا کرتے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر رسولؐ خدا اور فوج اسلام نے ستو گھول گھول کر پئے کیونکہ رسد کا ذخیرہ صرف ستو تھا اور رات ہوتے ہوتے اچانک قلعہ خیبر کے پھاٹک کے پاس پہنچ گئے عبداللہ ابن ابی منافق نے پہلے سے ہی یہودیوں کو خبردار کر رکھا تھا۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ کسی کھلے میدان میں مقابلہ کرینگے کہ اسلام کا پھریرا لہراتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر سخت متحیّر ہوئے اور مجبوراً قلعے بند ہو گئے اور قلعوں پر سے تیر اور پتھّر برسانا شروع کیا۔

سب سے پہلے قلعہ ناعم پر یورش ہوئی محمودؓ نے بڑی دلیری سے حملہ کیا اور دیر تک لڑتا رہا۔ گرمی کا موسم تھا تھک کر قلعہ کی دیوار کے نیچے ستانے کو بیٹھ گیا۔ سنانہ نے اوپر سے ایک پتھّر پھینک کر محمودؓ کو شہید کر ڈالا۔ مگر قلعہ جلد فتح ہو گیا۔

ناعم کے بعد دوسرے قلعے یکے بعد دیگرے جلد فتح ہو گئے مگر قموص فتح نہ ہوتا تھا۔ کئی بڑے بڑے صحابہ گئے مگر قلعہ فتح نہ ہُوا آخر رسولؐ خدا نے فرمایا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دونگا جو قلعہ فتح کر کے آئیگا۔ علی الصباح ہر ایک منتظر تھا کہ دیکھئے یہ شرف عزت کس کی قسمت میں ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے قناعت پیشہ انسان کو بھی یہ تمنّا تھی کہ یہ عزت مجھے نصیب ہو۔ علی الصباح سب کے کانوں میں آواز آئی کہ علیؓ کہاں ہے حضرت علیؓ کو ان ایام میں آشوب چشم تھا۔ کسی کو امید نہ تھی کہ آپؓ کو یہ عزت نصیب ہو گی وہ حسب طلب فوراً آئے۔ رسولؐ خدا نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا علم اُن کے ہاتھ میں دیا اور دُعا کی حضرت علیؓ نے کہا کہ کیا یہود کو لڑ کر مسلمان بنالوں فرمایا کہ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدائت سے مسلمان ہو جائے تو سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ مرحب نے جو قلعہ قموص کا سردار تھا جب حضرت علیؓ

Marfat.com

کو دیکھا تو یہ رجز پڑھتا ہوا طمطراق سے باہر نکلا۔ اسوقت اُس کے سر پر زرد یمنی خود تھا

ہے معلوم خیبر کو مرحب جواں ہوں　　زرہ پوش ہشیار اور کارواں ہوں

مرحب کے مقابلہ میں آکر حضرت علیؓ نے یہ رجز پڑھا۔

مَیں وہ ہوں میری مادر مہربانے　　مرا نام رکھا تھا شیر دلاور

مری شکل کو غور سے کوئی دیکھے　　ہے بارعب شیر نیستاں سے بڑھکر

پہلے مرحب نے حملہ کیا جو خالی گیا جب حضرت علیؓ کی باری آئی تو اُنہوں نے ذوالفقار اس صفائی سے ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی اور تلوار کی آواز دونوں لشکروں کو سُنائی دی۔ مرحب کا مرنا تھا کہ یہود نے حملہ عام کر دیا۔ اتفاق سے شیر خدا کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی آپنے نعرہ مارا اور ایک بھاری پتھر اُٹھالیا اور اس سے سپر کا کام لیا۔ غرض بیس دن کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح ہوگیا۔ اس معرکہ میں پندرہ ۱۵ صحابہ اور ترانوے ۹۳ یہود کام آئے۔

اہل خیبر کو امید تھی کہ غطفان ان کی مدد کو آئینگے وہ ہتھیار باندھ کر گھر سے نکلے تو تھے مگر جب اُنہوں نے اسلامی فوج کو خیبر کی طرف بڑھتے دیکھا تو ان سے مرعوب ہو کر واپس چلے گئے۔

جب خیبر فتح ہوگیا تو مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسولؐ خدا نے اُن پردہ نشین مستورات کو جو مرہم پٹی کے لئے ساتھ آئی تھیں حصّہ دیا۔ موسرخ لکھتے ہیں کہ مال غنیمت درہم دینار نہ تھے بلکہ کھجوریں تھیں جو تقسیم ہوئیں۔

فتح کے بعد مسلمانوں نے خیبر کی زمین پر قبضہ کر لیا لیکن پھر بٹائی پر یہود کو دیدی۔

حضرت صفیہؓ بنت حیئے بن اخطب موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون کی نسل سے تھیں اور یہودیوں میں اپنے حسب ونسب کی وجہ سے نہایت معزز اور باوقار تھیں آپکی والدہ سموئیل کی بیٹی تھیں جو عرب میں ایک نامی گرامی شجاع تھا۔ جب آپ چودہ ۱۴ برس کی تھیں تو ان کے والد نے سلام بن مشکم یہودی سے ان کی شادی کر دی جو ایک مشہور شاعر اور شہسوار تھا مگر میاں بیوی میں اَن بَن ہوگئی اور اس نے آپ کو طلاق دیدی۔ آپ کی دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی جو یہودیوں میں مشہور شاعر تھا۔ خیبر کی لڑائی

حضرت صفیہؓ

Marfat.com

میں کنانہ مارا گیا۔ خیبر کے سب قیدی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔ بی بی صفیہ جو ابھی نئی دُلہن تھیں وہ بھی قیدیوں میں شامل تھیں۔

جب اسیران یہود رسولؐ خدا کے روبرو پیش ہوئے تو حضرت بلالؓ بی بی صفیہ اور ایک اور عورت کو لائے۔ اتفاقاً وہ ان کو ایسے راستہ سے لائے جہاں مقتولین خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے یہ ایک ایسا دردناک نظارہ تھا کہ مردوں کے دل بے قابو ہوئے جاتے تھے حضرت صفیہؓ نے تو جبراً کلیجہ تھام لیا مگر اُن کے ساتھ کی عورت سے برداشت نہ ہوسکا وہ رونے لگی اور ماتھا پیٹنے لگی حضرت نے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور بلالؓ کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ کیا رقت اور رحمت تمہارے دل سے محو ہوگئی کہ تم عورتوں کو ایسے رستے سے لائے جہاں اُن کے رشتہ دار خاک و خون میں لتھڑے پڑے تھے رسولؐ خدا نے بی بی صفیہ کے چہرے پر چند اُبھرے ہوئے نشان دیکھ کر پوچھا کہ یہ نشان کیسے ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ عرصہ ہُوا مَیں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر میری گود میں آپڑا ہے۔ مَیں نے یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا اُس نے نہائت غیظ میں آکر اس زور سے میرے چہرے پر تھپڑ مارا کہ اُنگلیوں کے نشان اُتر آئے اور اب تک موجود ہیں اور کہا کہ تو اپنی گردن اسقدر اونچی کرے گی کہ ملکہ عرب بن کر دُنیا میں مشہور ہوگی۔

بی بی صفیہ وحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ چونکہ آپ عالی خاندان تھیں لوگوں کو اعتراض ہُوا۔ اور صحابہ نے کہا کہ حسب و نسب کے لحاظ سے یہ آپؐ کے لائق ہیں آپؐ نے وحیہ کلبی سے لیکر آزاد کر دیا اور خود نکاح کر لیا۔ اس نکاح سے ابوسفیان کی مخالفت کا زور بہت کم ہوگیا۔ جب رسولؐ خدا مدینے واپس تشریف لے گئے تو جناب صفیہؓ کو حارث بن النعمان کے مکان پر علیحدہ ٹھہرایا۔ یہاں تمام ازواج مطہرات آپکی مُلاقات کو آئیں۔ آپ سب سے ایسے ملیں جیسے بہنیں بہنوں سے ملتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ بھی انکو دیکھنے آئیں۔ حضرت صفیہؓ کو خدا نے حُسن جہاں آرا عطا فرمایا تھا۔ حضرتؐ نے جناب عائشہؓ سے پوچھا کہ کہو صفیہؓ کیسی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ وہ ایک یہودن ہے اور بس۔ پیغمبرؐ خدا نے کہا کہ ایسا نہ کہو وہ مُسلمان ہے اور اُس کا اسلام بہت اچھا ہے۔

Marfat.com

جناب صفیہؓ ہنس مکھ تھیں اور ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتی تھیں لیکن ازواج مطہرات میں سے بعض بیبیوں نے اُن کے ساتھ کئی بار سختی بھی برتی۔ ایک دفعہ حضرت عائیشہؓ نے اُن کے حسب ونسب کی بابت کوئی دل آزار بات کہی تو رسولؐ خدا نے کہا کہ اگر عائیشہؓ کہتی ہے کہ وہ ابوبکرؓ کی بیٹی ہے تو تم بھی کہدو تم ہاروں کی نسل سے ہو اور محمدؐ کی بیوی ہو۔ رسولؐ خدا کی اولاد سے جناب صفیہؓ کو بہت محبّت تھی جب آپ اوّل اوّل مدینے آئیں تو جناب فاطمہ زہراؓ بھی آپ کو دیکھنے آئیں آپنے اُسی وقت اپنے کانوں کے جواہر نگار آویزے اپنے کانوں سے اُتار کر ان کو پہنا دیئے اور جتنی جناب فاطمہؓ کی سہیلیاں اُنکے ساتھ آئی تھیں ان کو بھی ایک ایک گہنا دیا۔

ایک دفعہ جناب پیغمبرؐ صاحب سفر میں تھے۔ جناب زینبؓ بن حجش اور بی بی صفیہ ساتھ تھیں۔ بی بی صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ رسولؐ خدا نے جناب زینبؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کئی اونٹ زائد از ضرورت ہیں اسوقت ایک اونٹ تم صفیہؓ کو دیدو۔ بی بی زینب مشہور سیر چشم اور بامروت ہیں مگر اسوقت خدا جانے کیا خیال آیا کہنے لگیں مَیں اس یہودن کو اپنا اونٹ کیوں دوں۔ رسولؐ خدا کو یہ کلمہ ایسا ناگوار گذرا کہ بولنا چھوڑ دیا۔ پورے تین ماہ بی بی زینبؓ کے گھر نہ گئے۔ جناب زینبؓ نہائیت نادم ہوئیں اور عہد کیا کہ ایسی بات پھر کبھی نہ ہو گی۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بی بی صفیہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت عمرؓ سے جا کر کہا کہ بی بی صفیہؓ ہفتہ کے دن کو بہت پسند کرتی ہیں اور یہودیوں سے دلی محبّت رکھتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے مجھے سبت کے بدلے جمعہ عطا کیا ہے اس لئے جمعہ کو مَیں مقدّس سمجھتی ہوں۔ رہے یہودی اُن سے مجھے بیشک محبّت ہے کیونکہ وہ میرے رشتہ دار اور بھائی بند ہیں۔ حضرت عمرؓ آپ کی صاف گوئی سے بہت خوش ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد جناب صفیہؓ نے لونڈی کو بُلا کر پوچھا کہ تو نے شکائیت بیجا کیوں کی تو اُس نے عرض کی کہ مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔ حضرت صفیہؓ نے کہا کہ جا تجھے راہ خدا میں مینے آزاد کر دیا۔ آپنے ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپکے

Marfat.com

جنازے کے ساتھ ایک مجمع کثیر تھا آپ قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں۔

فتح کے بعد تین دن تک آپؐ نے خیبر میں قیام کیا اور یہود کو ہر طرح سے امن و امان دیا مگر سیاہ بخت ازلی کہیں راہ راست پر نہیں آیا کرتے ؎

گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ
بہ آبِ زمزم و کوثر سفید نتواں شد

زینب نے جو سلام بن مشکم جناب صفیہؓ کے پہلے شوہر کی بیوی اور مرحب کی بھانج تھی آپؐ کی دعوت کی۔ آپؐ نے اُس کا دل شکستہ کرنا قبول نہ کیا اور اُس کے گھر کھانا کھانے گئے۔ زینب نے کھانے میں زہر ملا رکھا تھا آپؐ نے ایک لقمہ کھایا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ رسولؐ خدا کے ساتھ بشر بن براء بھی شریک طعام تھا اُس نے پیٹ بھر کے کھایا اور ہلاک ہُوا۔ کریم النفس نبی نے یہودن سے پوچھا تو اُس نے اقبال کیا۔ یہودن نے کہا کہ یہ حرکت امتحان نبوت تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ زہر برحق نبیؐ پر اثر نہیں کریگا اور اگر آپؐ سچے نبیؐ نہیں تو آپؐ کے ہاتھ سے نجات مل جائیگی۔ رسولؐ خدا نے مہمان کش زینب کو رہا کر دیا۔

جناب صفیہؓ کا دوسرا شوہر کنانہ بن الحقیق تھا یہ محمود بن مسلمہ کے قتل کے جُرم میں جب رسولؐ خدا کے روبرو پیش ہُوا تو اسے اس شرط پر امان دی گئی کہ بدعہدی اور خلاف بیانی نہ کرے گا۔ یہ اپنے عہد پر قائم نہ رہا اور قتل کیا گیا۔ اس واقعہ کو مخالف مورخوں نے نہائیت غلط اور مبالغہ آمیز پیرایہ میں بیان کر کے پَر کا کوّا بنا کر دکھایا ہے مگر اصلیت یہ ہی ہے اور باقی سب مبالغہ ہے۔

خیبر سے واپس ہوتے ہوئے رسولؐ خدا نے وادی القرےٰ میں قیام کیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں کسی زمانہ میں ثمود اور عاد بستے تھے۔ اب یہاں یہود کی بستیاں تھیں۔ یہاں کے یہودیوں نے جب لشکر اسلام دیکھا تو تیر برسائے۔ رسولؐ خدا کا غلام محمل اُتارتا ہُوا ہلاک ہُوا مُسلمان جنگ کے لئے تیار نہ تھے ناچار اُنہوں نے بھی تلواریں سنبھالیں مگر یہودی تاب مقابلہ نہ لاکر مطیع ہوگئے اور خیبر کی شرائط پر صُلح کرلی۔

مدینہ تشریف لاکر رسولؐ خدا دو ہزار صحابہ کی جمعیت سے عمرہ ادا کر کے مکہ تشریف لیگئے۔ عمرۃ القضا ذیقعد ۷ھ

Marfat.com

صلح حدیبیہ کے روسے اس سال ان کو اجازت تھی اس لئے قریش نے تعرض نہ کیا سب
کے سب جبل ابو قبیس پر چڑھ گئے۔ وہاں سے مہاجرین اور انصار کے ذوق و شوق اور آداب
زیارت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تین دن کے بعد حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ محمد صاحب
سے کہدو تین دن ہو گئے مکہ سے نکلجائیں۔ آپؐ نے کہا بہتر اور اسی وقت روانہ ہو گئے۔ جب
آپ روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہؓ کی صغیر السن صاحبزادی امامہ چچا چچا کہتی ہوئی دوڑ آئیں
حضرت علیؓ نے اُٹھا لیا حضرت جعفر اور زید بن حارث مانگنے لگے۔ حضرت علیؓ کسی کو نہ دیتے
تھے آخر رسولؐ خدا نے اس کو اسما کی گود میں دیا کیونکہ وہ امامہ کی خالہ تھیں اور فرمایا کہ خالہ
ماں کے برابر ہوتی ہے۔

ام المومنین میمونہ رضؓ

جناب میمونہ کا اصلی نام برہ تھا۔ یہ حارث بن حزن کی صاحبزادی تھیں ان کی سگی
سوتیلی سب ملا کر پندرہ بہنیں اور بھی تھیں جو سب جلیل القدر صحابیوں سے بیاہی گئیں۔
جناب میمونہ کا اصلی نام برہ تھا۔ اُن کا پہلا نکاح قریش کے ایک نوجوان ابورہم سے ہوا
جو چند روز کے بعد ہی مر گیا۔ آپ حضرت عباسؓ کی سالی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے رسولِ خدا
کو کہلا بھیجا کہ آپؐ ان سے نکاح کر لیں۔ جناب میمونہؓ کی ذہانت اور دانشمندی مشہور تھی۔
جب رسولؐ خدا عمرے سے فارغ ہوئے تو جعفر کو میمونہؓ کے پاس بھیجا۔ اُنہوں نے اپنے
بہنوئی عباس کو وکیل کر کے بھیجا اور نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد رسولؐ خدا نے آپ کا نام
میمونہؓ رکھا اور پانچسو درہم مہر ادا کئے اور میمونہؓ پیغمبر خدا کے ہمراہ مدینہ تشریف لے آئیں۔
جناب میمونہؓ کا انتقال ۵۱ھ ہجری میں ہوا۔ اتفاق کی بات ہے سرف سے یہ رخصت
ہوئی تھیں اور وقت انتقال بھی سرف میں تھیں اور دفن بھی اُسی قصبے میں ہوئیں
جہاں رسولؐ خدا سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ وقت نکاح میمونہؓ کی عمر پچاس سال
سے بھی زیادہ تھی اور یہ نکاح خالد بن ولید سے قرابت قائم کرنے کے لئے ہوا تھا۔

باب (۱۳)

۸ھ ہجری

سریۂ موتہ جمادی الاول

جب رسول خدا نے قیصر روم۔ کجکلاہ ایران۔ عزیز مصر اور نجاشئ حبش کے نام نامے لکھے تھے تو ان کے علاوہ یمامہ۔ بحرین۔ عمان وغیرہ وغیرہ صوبجات عرب کے مختلف فرمانرواؤں کے نام بھی ہدائت نامے بھیجے تھے۔ ان میں سے شاہ عمان تو مشرف بہ اسلام ہوا باقی حاکموں نے قاصد واپس کر دیئے۔ صرف ایک ایلچی جو حاکم بصری کے پاس بھیجا گیا تھا موتہ کے مقام پر جو شام کے علاقہ میں ہے غسان کے سردار شرجیل کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ جب حارث مظلوم کی ہلاکت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو مسلمان اُس کے خون کا قصاص لینے کو مستعد ہو گئے۔ رسول خدا نے تین ہزار مسلمانوں کو جن میں حضرت خالد بن ولید بھی شامل تھے عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ رسول خدا نے اس لشکر کا سپہ سالار زید بن حارث کو کیا اور ارشاد کیا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ سپہ سالار ہونگے اگر ان کو بھی دولت شہادت نصیب ہو تو پھر عبداللہ بن رواحتہ سردار ہوں۔ جب زید بن حارث کو سپہ سالار کیا تو چونکہ وہ غلام تھے اور آزاد ہوئے تھے لوگ حیران ہوئے مگر رسول خدا نے کہا کہ اسلام مساوات قائم کرتا ہے اور زید افسری کے قابل ہے۔ حاکم غسان بجائے اس کے کہ اپنے کئے پر نادم ہو کر قصور کا اعتراف کرتا اپنے عیسائی قبائل عرب کو جمع کرلایا۔ اور قیصر روم کو لکھ کر رومیوں کے چند دستے منگوائے اس طرح سے ایک فوج قہار فراہم کر لی۔ اس فوج میں رومیوں کی وہ شاہی فوج بھی شامل تھی جس نے سلطنت ایران کو زیر و زبر کر دیا تھا۔

یہ مہم قصاص کے لئے تھی مگر پھر بھی حکم تھا کہ چونکہ اصل مطلب مہمات کا تبلیغ اسلام ہے پہلے دعوت اسلام دی جائے اگر دشمن اسلام قبول کر لے تو پھر لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

غرض تین ہزار مسلمانوں کا ایک لاکھ کفار سے مقابلہ شروع ہوا کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر

ہرقل قیصر روم خود شریک جنگ ہوا۔ حضرت زید نے یہ حال دیکھ کر مناسب سمجھا کہ رسول خدا کو حالات سے آگاہ کیا جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے مگر عبداللہ بن رواحتہ نے کہا کہ ہمارا اصل مدعا شہادت ہے لڑنا چاہئے۔ یہ سن کر زید آگے بڑھے اور برچھیاں کھاکر شہید ہوئے یہ دیکھ کر جعفر برادر حضرت علیؓ نے علم اُٹھالیا اور نہایت دلیری سے حملہ پر حملہ کرنا شروع کیا آخر دشمنوں کے نرغہ میں آگئے اور سخت زخمی ہوئے۔ پہلے ان کا دہنا ہاتھ قلم ہوا آپ نے جلد دوسرے ہاتھ سے علم پکڑ لیا جب وہ بھی کاٹا گیا تو دونوں بازؤں سے علم سینے سے لگا لیا یہاں تک کہ کمر پر تلوار کا ایک کاری زخم لگا اور شہید ہوئے۔ لکھا ہے کہ آپ کے جسم پر نوّے زخم آئے تھے لیکن سب سامنے تھے پشت پر ایک زخم بھی نہ تھا۔ یہ حال دیکھ کر عبداللہ بن واحتہ نے بڑھ کر علم اُٹھالیا اور داد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب خالد جھلا کر آگے ہوئے اور علم اسلام بلند کر کے جوہر شجاعت دکھانے لگے۔ کہتے ہیں کہ آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ میں ٹوٹیں اور ناکارہ ہوئیں۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ حضرت خالد نے جو ایک بے بدل جرنیل تھے اپنی صفوں کی ترتیب بدل دی صبح کے وقت دشمن یہ سمجھے کہ کوئی تازہ دم فوج ان کی مدد کو آگئی ہے یہ خیال اُن پر اسقدر غالب آیا کہ وہ مرعوب ہوگئے اور میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ خالد نے تعاقب نہایت دوراندیشی سے مناسب نہ سمجھا اور اسی کو فتح سمجھ کر مدینہ کی طرف لوٹے۔

روائیت ہے کہ اہل مدینہ نے اس واپسی کو شکست سمجھا اور بجائے غمخواری کے بُرا بھلا کہا۔ اور ان لوگوں پر جو واپس آئے تھے خاک پھینکی۔

رسول خدا کو جعفرؓ سے کمال محبت تھی۔ اُن کی شہادت سے نہایت صدمہ ہوا اور مسجد میں ملول ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت جعفرؓ کی مستورات نے جب جعفرؓ کو نہ دیکھا تو سخت ماتم کیا جس سے رسول خدا نے منع فرمایا۔

فتح مکہ

عہد نامہ حدیبیہ میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ قریش مسلمانوں کے طرف داروں سے نہ لڑیں اور اہل اسلام قریش کے طرف داروں کو نہ چھیڑیں لیکن قریش نے جن کے سر پر جن سوار تھا چند دن میں ہی اس صلح نامہ کو طاق نسیان پر رکھدیا اور اپنی خصلت سے باز نہ آئے۔

Marfat.com

قبیلہ بنی خزاعتہ رسولؐ خدا کے حلیف ہو گئے تھے اور قبیلہ بنی بکر قریش کا مددگار تھا۔ اتفاق سے ان دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ بنی خزاعتہ نے مسلمانوں سے مدد مانگی اہل اسلام نے عہد نامہ حدیبیہ کو مدنظر رکھ کر انکار کیا مگر قریش نے بنی بکر کو مدد دینے میں ذرا تامل نہ کیا اُنھوں نے جھٹ تیاریاں شروع کر دیں۔ عکرمتہ۔ صفوان اور سہیل نے رات کو بھیس بدل کر بنی بکر پر تلواریں چلائیں۔ خزاعتہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی مگر قریش یہاں تک حد سے باہر ہو گئے کہ حدود حرم میں آگھسے اور تیئس مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ رسولؐ خدا مسجد میں جلوہ افروز تھے کہ عمرو بن سالم خزاعتہ کے چالیس شتر سوار لیکر آیا اور فریاد کی۔ آپؐ کو سخت رنج ہُوا کہ ابراہیمؑ کے زمانے سے حرم کی اسقدر عزت ہوتی رہی ہے کہ قاتل کو بھی حرم کے اندر گرفتار کرنے کی کسی کو مجال نہ تھی اور اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اس پاک جگہ میں انسان کا خون بہایا جاتا ہے۔ آپؐ نے فوراً قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش آئندہ بنی بکر کا ساتھ چھوڑ دیں۔

۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ نے قریش کی طرف سے کہا کہ تیسری شرط منظور ہے۔ لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش نادم ہوئے اور ابوسفیان کو سفیر بنا کر تجدید معاہدہ کے لئے بھیجا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جب وہ واپس چلا گیا تو مسلمان چڑھائی کی تیاریاں کرنے لگے اور رسولؐ خدا نے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مکے کی طرف کوچ کیا۔

جب رسولؐ خدا روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے تو حاطب صحابی نے قریش کو مخفی خط لکھ بھیجا۔ حضرت علیؓ سے یہ خط ہاتھ آگیا اور جب رسولؐ خدا کے روبرو پیش ہُوا تو حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو اس شخص کی گردن اُڑا دی جائے حاطب نے عرض کی کہ میں اپنے اقارب کی امداد کے لئے جو مکہ میں ہیں یہ احسان قریش پر کرنا چاہتا تھا۔ کریم النفس رسولؐ نے یہ عذر قبول فرمایا۔

Marfat.com

۱۰ رمضان مبارک ۸ھ ہجری کو لشکر اسلام نہایت عظمت اور شوکت سے مکہ کی طرف بڑھا۔ قبائل عرب راہ میں آ آ کر ملتے جاتے تھے۔ غرض یہ لشکر قطع منازل او طے مراحل کرتا ہوا مکہ کے قریب جا پہنچا۔ قریش بھی بے خبر نہ تھے لیکن ان پر مسلمانوں کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ ان کے ہاتھ پانوں پھول گئے اور ابوسفیان کو مخبر بنا کر بھیجا۔ وہ شام کو اسی جنگل میں پہنچا جہاں لشکر اسلام مقیم تھا۔ اُس نے آکر دیکھا کہ کوسوں تک آگ کا سمندر لہریں مار رہا ہے اور جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے فوج ہی فوج دکھائی دیتی ہے۔ گھبرا کر عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ بزرگ ہیں فرمائیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ بہتری اس میں ہے کہ رسولؐ خدا کے روبرو حاضر ہو کر ایمان لاؤ۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو دیکھ لیا آپ سے ضبط نہ ہو سکا بسرعت تمام رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوسفیان کے قتل کا مشورہ دیا مگر حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے قتل پر اصرار کیا حضرت عباسؓ نے کہا کہ اگر تمہارا کوئی رشتہ دار ہوتا تو تم ایسی سنگدلی نہ کرتے۔ عمرؓ نے معذرت کی۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ابوسفیان کو دیکھ کر شمشیر برہنہ لیکر دوڑے اور حضرت عباسؓ نے بڑی مشکل سے اُنہیں روکا اور دوڑے ہوئے رسولؐ اللہ کے پاس گئے اور وہاں سے حکم لائے کہ ابوسفیان کو کوئی قتل نہ کرے۔ حضرتؐ نے ابوسفیان پر بہت مہربانی فرمائی اور کمال شفقت سے اُس کا ہاتھ ہاتھ میں لیکر اُسے سمجھایا کہ دیکھو ابوسفیان خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تم کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ بہر حال ابوسفیان نے اسلام کا اظہار کیا اور گو اسوقت اُس کا ایمان متزلزل تھا مگر آخر کار وہ پکا مسلمان بن گیا اور غزوہ طائف اور یرموک میں مسلمانوں کی طرف سے میدان میں گیا جہاں اُس کی ایک آنکھ زخمی ہو کر جاتی رہی۔ ابوسفیان کے مسلمان ہونے کی خبر طرفۃ العین میں تمام لشکر اسلام میں پھیل گئی اور مسلمان بہت خوش ہوئے۔

اگلی صبح لشکر اسلام مکے کی طرف بڑھا۔ حضرتؐ نے عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا کر کھڑا کردو کہ فوج اسلام کا جلال آنکھوں سے دیکھے۔ سب سے پہلے

قبیلہ بنی سلیم کا دستہ گذرا سب کے ہاتھ میں برہنہ تلواریں تھیں نیزے شعلہ جوالہ کی طرح
ہلا رہے تھے اور بلند آواز سے تکبیریں کہہ رہے تھے سیف اسلام خالد بن ولید اس کا
سپہ سالار تھا جس کے ہاتھ میں پرچم تھا۔ ان کے بعد زبیر بن عوام کی سپاہ دکھائی دی
جن کے اسلحہ صبح کی دھوپ میں بجلی کی طرح چمک رہے تھے۔ اس کے بعد بنی کعب بن
عامر اور اُن کے بعد قبیلہ مزینہ کی فوجیں اپنے اپنے نشانوں کے ساتھ بڑے تزک اور
احتشام سے گذریں۔ اس کے بعد قبیلہ انصار اس شان کے ساتھ آیا کہ آنکھیں خیرہ ہوگئیں
ان کے سردار سعد بن عبادۃ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا کہ آج وہ دن ہے کہ کعبہ حلال
کردیا جائیگا سب سے اخیر کوکبۂ نبوی نمایاں ہوا۔ آپ قصوا اونٹنی پر سوار تھے اسوقت
سر پر سیاہ عمامہ تھا اور نہایت پُر درد لہجہ سے سورۂ انا فتحنا بلند آواز سے پڑھ رہے تھے
آپکے یمین ویسار مہاجر اور انصار تھے جو محبت ایمان کے نشہ میں سرشار اور محبوب خدا کے
جان نثار تھے۔ جب ابوسفیان نے رسولُ خدا کو دیکھا تو پکارا کہ عبادۃ یہ کہ گیا ہے۔
آپنے فرمایا کہ غلط کہتا ہے آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے یہ کہکر حکم دیا کہ علم عبادۃ سے لیکر
اُس کے بیٹے کو دیدیا جائے اسوقت ابوسفیان نے عرض کی کہ مجھے اجازت ہو تو جناب
سے پہلے مکے میں جاؤں اور قریش کو سمجھاؤں کہ نادانی سے باز آئیں۔ آپنے اجازت
دی۔ ابوسفیان بہ تعجیل تمام مکے میں گیا اور اہل قریش کو سمجھایا کہ اس سیلاب عظیم کا مقابلہ
ناممکن ہے میں مسلمان ہوگیا ہوں تم بھی ضد سے باز آؤ۔ جسوقت یہ گفتگو ہورہی تھی ہندہ
ابوسفیان کی بیوی دوڑی ہوئی آئی۔ اور ابوسفیان پر دست درازی کرنے لگی۔ اس
اثنا میں لشکر ظفر موج مکہ میں وارد ہوا اور سب کے اوسان خطا ہوگئے۔ البتہ عکرمہ
بن ابوجہل نے خالد کی فوج پر اچانک حملہ کردیا اور دو آدمی قتل کردیئے مگر اخیر میں
ذلت اُٹھائی اور تیرا۱۳ں لاشیں چھوڑ کر پا بر سر نہادہ بھاگا۔ رسولُ خدا نے تلواروں کی
چمک دیکھی تو خالدؓ سے باز پرس کی مگر جب معلوم ہوا کہ پہل فریق ثانی نے کی ہے تو فرمایا
کہ حکم خدا یوں ہی تھا۔

رسولُ خدا نے اونٹنی پر سوار خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اُس کے بعد اندر داخل

Marfat.com

ہوئے۔ آپؐ کے ہاتھ میں چھڑی تھی اور کعبہ میں ۳۶۰ بُت تھے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بُت کے آگے جاتے تھے اسے چھڑی کی نوک سے گرا دیتے تھے اور زبان سے فرماتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل کو مٹنا ہی چاہئے تھا۔

سب سے بڑا بُت ہُبل تھا۔ اس پر کُفّار کو بہت ناز تھا یہ بلند جگہ پر تھا جہاں چھڑی نہ پہنچ سکی اس لئے حضرت علیؓ نے اوپر چڑھ کر اس کو توڑا۔ خانہ کعبہ کے اندر دیواروں پر تصویریں تھیں آپؐ نے حضرت عمرؓ کو اشارہ کیا اُنھوں نے ان تمام تصویروں کو معدوم کر دیا۔ جب حرم آلائش بُت پرستی سے پاک ہو گیا تو آپؐ نے عثمان بن طلحہ سے کنجی طلب کی اور بلالؓ کو ارشاد کیا کہ تکبیر کہو۔ حضرت بلالؓ کی جگر گداز آواز سے کفر کا کلیجہ دہل گیا اس موقعہ پر جو آپؐ نے فیصلہ فتح پڑھا اس میں اہل قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ تمام لوگ نسل آدمؑ سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنا تھا اور اب جہالت کا غرور اور خاندان کا فخر معدوم ہو گیا ہے۔ اسلام میں سب مسلمان برابر اور بھائی ہیں۔ بخاری سے روایت ہے کہ آپؐ نے اس خطبہ میں شراب کی خرید و فروخت بھی حرام کر دی۔ خطبہ کے بعد آپؐ نے حاضرین کی طرف دیکھا۔ اسوقت آپؐ کے روبرو زبان دراز اور فتنہ پرداز مشرک اور ستمگر ظالم اور کینہ ور۔ گستاخ اور بیحیا۔ بیوفا اور پُرجفا سب موجود تھے۔ آپؐ کے رستے میں کانٹے بچھانے والے۔ غلاموں کو جلتی ریت پر لٹانے والے بھی حاضر تھے اور موت سب کی آنکھوں میں پھر رہی تھی آپؐ نے فرمایا کہو کچھ جانتے ہو کہ اب تم سے کیا سلوک ہوگا۔ یہ لوگ شرمسار ہو کر بولے "تو شریف بھائی اور نجیب برادر زادہ ہے"۔ کریم النفس پیمبرؐ نے جواب دیا "جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

آپؐ کوہ صفا کے ایک بلند مقام پر جلوہ افروز تھے۔ جوق جوق لوگ آتے تھے اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔

جب ہبار پیش ہُوا تو لوگوں کو یقین تھا کہ یہ ضرور قتل کیا جائیگا کیونکہ اس ظالم نے

رسولِ مقبول کی صاحبزادی جناب زینبؓ کو جنگ بدر کے بعد مکہ سے مدینے جاتے ہوئے پتھر مارے تھے آپ دوجان سے تھیں آخر کار اسی صدمہ سے مدینہ میں جاکر جانبر نہ ہوسکیں جب اس سنگدل نے کہا کہ میں مسلمان ہوکر آیا ہوں تو اس سفاک کی بھی جان بخشی ہوگئی۔ جب مردوں کی باری ہوچکی تو مستورات آنی شروع ہوئیں۔ ہندہ امیر معاویہ کی والدہ اور ابوسفیان کی بیوی (جسنے امیر حمزہؓ کا جگر چبا کر جگر خوار کا لقب حاصل کیا تھا) بھی آئی۔ اسوقت وہ اس لئے نقاب پوش تھی کہ اُس کو کوئی نہ پہچانے۔ بیعت کے وقت اس نے نہایت گستاخی سے گفتگو کی مگر رحمت عالم نے اس کو بھی معاف کردیا اور اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرکے فرمایا کہ خدا کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنانا۔ جھوٹ نہ بولنا اور بدکرداری سے پرہیز کرنا۔

عکرمہ ابن ابوجہل اپنی شرارت سے اخیر وقت تک باز نہ آیا تھا۔ مکہ میں داخل ہونے کے وقت اُس کی شرارت سے دو مسلمان کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر شہید ہوئے تھے ان دو بیگناہوں کے قتل کے جُرم میں عکرمہ کو ماخوذ کرنے کا حکم دیا گیا وہ یہ خبر سُن کر روپوش ہوگیا۔ اُس کے بچے لاوارث رہگئے۔ عکرمہ کی بیوی حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی مصیبت روکر بیان کی اور معافی مانگی۔ حضرتؐ نے مقتولوں کے وارثوں کو خون بہا لینے پر راضی کرلیا اور عکرمہ کی بیوی کو اطلاع دی وہ اُسے بڑی مشکل سے تلاش کرکے شہر میں لائی اور خود لیکر خدمت عالی میں حاضر ہوئی۔ رسولؐ خدا اسوقت ایک خیمے میں تشریف رکھتے تھے۔ عکرمہ کے آنیکی اسقدر خوشی ہوئی کہ جلدی میں کندھوں پر چادر ڈال لی اور اُسے اندر بُلالیا۔ اُس کی بیوی ساتھ تھی آپنے جب عکرمہ کو دیکھا تو سروقد تعظیم دی اور اسقدر خوش ہوئے کہ جلدی میں چادر آپؐ کے کندھوں سے سرک آئی۔ آپؐ عکرمہ سے اس تپاک سے ملے گویا کبھی عداوت ہی نہ تھی۔ رحمت عالم کے اس خلوص نے اس کو سچا مسلمان اور جان نثار خادم بنالیا۔

مورخوں نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر دس اشخاص کی نسبت حکم دیا گیا کہ جہاں ملیں

قتل کئے جائیں اور یہ وہ لوگ تھے جو خونی مجرم تھے اور ایام مکہ میں رسولؐ خدا کو ستایا کرتے تھے یا اُن کی ہجو کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے رسولؐ خدا نے اپنے ذاتی انتقام کے لئے کبھی کسی کا بال تک بینکا نہیں کیا۔ زرقانی اور ابن ہشام دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے صرف دو مرد اور ایک عورت کو سزائے موت دی گئی۔ ان میں ایک عبداللہ بن اخطل تھا۔ یہ مسلمان ہو کر پھر مُرتد ہو گیا اور ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ دوسرا مقیس بن صبابہ تھا اسکا بھائی کسی انصاری نے قتل کر دیا تھا۔ رسولؐ خدا نے اس کو خون بہا دلا دیا اس نے منافقانہ اسلام قبول کر کے خون بہا لیکر پھر اس انصاری کو قتل کر دیا اور مُرتد ہو گیا۔ تیسری عورت تھی اس کا نام قربہ تھا یہ ابن اخطل کی کنیز تھی یہ رسولؐ خدا کی ہجو میں گیت گایا کرتی تھی۔

رسولؐ مآب کو بیخ کنی بُت پرستی کی مدنظر تھی اس لئے آپ نے حکم دیا کہ حرم کے خزانہ میں جو پیغمبروں کے مجسمہ جات ہیں وہ بھی تلف کر دیئے جائیں اور اطراف کعبہ کے بُت مثلاً لات۔ منات اور عُزّیٰ بھی اسی حکم سے مسمار ہو گئے۔

مکہ میں رسولؐ خدا مقام خیف میں ٹھہرے تھے یہ وہی جگہ تھی جہاں قریش نے آپؐ کو اور آپؐ کے خاندان کو ہجرت سے پہلے محصور رکھا تھا۔ اس کے سوائے اور کوئی جگہ رہائش کی نہ تھی کیونکہ ابوطالب کی وفات کے بعد اُن کے فرزند عقیل نے تمام مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ ہجرت کے بعد کُفار مکہ نے مہاجرین کے مکانات پر قبضہ ناجائز کر لیا تھا۔ اب وہ وقت تھا کہ مہاجرین اپنے مکانات غاصبوں سے واپس مانگتے لیکن رحمت عالمؐ کی سیر چشمی ملاحظہ فرمایئے آپؐ نے حکم دیا کہ مہاجرین اپنی مکہ کی جائیداد سے دست بردار ہو جائیں۔

رسولؐ خدا نے پندرہ۱۵ دن تک مکہ میں قیام فرمایا۔ آپ کو جان نثاران مدینہ کی محبت نے یہاں ٹھہرنے نہ دیا۔ پندراں دن کے بعد معاذ بن جبل کو وعظ اور تلقین کی خدمت سپرد کر کے یہاں سے روانہ ہوئے۔

سریہ خالد

شوال ۸ھ ہجری میں خالد بن ولید کا گذر قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف ہوا یہ لوگ مُسلمان ہو رہے تھے۔ خالد کا لشکر دیکھ کر سمجھے کہ کوئی غنیم آتا ہے مسلح ہو کر مقابلہ میں آئے

Marfat.com

لیکن جب مسلمانوں کو دیکھا تو تھم گئے۔ خالد نے پوچھا کہ تم مسلح ہو کر کیوں آئے تو انہوں نے اصلیت کو ظاہر کر دیا۔ پھر خالد نے پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو تو بجائے اس کے کہ وہ "اسلمنا" کہتے انہوں نے "صبانا" کہدیا۔ خالد نے مطلب نہ سمجھا اور حکم دیا کہ یہ قید کر لئے جائیں اور صبح اُن کے قتل کا حکم دیدیا۔ مہاجر اور انصار نے جو نکتہ رس تھے اس حکم کی پرواہ نہ کی اور اپنے اپنے قیدی آزاد کر دیئے مگر بنی سلیم نے جو نومسلم تھا اپنے قیدی قتل کر دیئے جب رسولؐ خدا کو خبر ہوئی تو خالد پر بہت خفا ہوئے اور چلّا کر کہا "اے خدا جو خالد نے کیا ہے اس میں میرا قصور نہیں ہے" یہ کہکر آپ نے حضرت علیؓ کو خون بہا دیکر بنی جذیمہ کے پاس بھیجا اور ان کی بہت دلجوئی کی۔

غزوہ حُنین

فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف دو بدوی قبیلے نبرد آزمائی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ قبیلے جنگجو اور فن حرب سے آگاہ تھے اور چونکہ طائف کی سرسبز اور زرخیز اراضی ان کی ملکیت تھی بڑے متموّل تھے۔ جب انہوں نے سُنا کہ رسولؐ خدا نے مکہ فتح کر لیا تو کہنے لگے وہ لوگ فن جنگ سے بے نصیب ہیں ہم خود ہی پیش قدمی کر کے مُسلمانوں کو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ ارادہ کر کے مالک بن عوف کو سپہ سالار مقرر کیا اور اُس نے ہوازن اور ثقیف کی تمام شاخوں کو اپنے ساتھ ملا لیا صرف کعب اور کلاب علیحدہ رہے۔ درید بن الصمۃ قبیلہ جشم کا سردار تھا۔ اسوقت اس کی عُمر سَو سال کی تھی اور اس کی حالت بلعم باعور کی طرح ہو رہی تھی۔ اس کو بہت دانا سمجھتے تھے صلاح و مشورے کے لئے اس کو بھی چارپائی سے اُٹھا کر ساتھ لے گئے۔ جب اوطاس میں آئے تو اُس نے پوچھا کہ یہ کونسا مقام ہے۔ لوگوں نے کہا اوطاس تو کہا کہ یہ لڑائی کے لئے بہت اچھی جگہ ہے اتنے میں اُس نے بچوں کے رونے کی آواز سُنی اور پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں تاکہ اُن کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل جائیں اُس نے کہا کہ ان کی وجہ سے ذلّت ہوگی۔ پھر اُس نے پوچھا کہ کعب اور کلاب بھی آئے ہیں؟ جب سُنا کہ نہیں تو کہنے لگا یہ عنوان اچھے نہیں۔ پھر اس پیر صد سالہ نے کہا کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام میں ٹھہرنا چاہئے مگر مالک بن عوف نے جو جوش جوانی میں کسی کو اپنا مرد مقابل نہ

سمجھتا تھا کہا کہ آپ بہت بڑھے ہیں آپ کی عقل میں فتور آچکا ہے کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر رسولؐ خدا نے اخراجات جنگ کے لئے عبداللہ بن ربیعۃ سے دس ہزار درہم قرض لئے اور صفوان سے جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا یکصد زرہیں مستعار لیں۔

شوال ۸ھ ہجری میں لشکر اسلام جس کی تعداد بارہ ہزار تھی دشمن کے مقابلہ میں نکلا۔ روانگی کے وقت جب صحابہ نے اپنا طمطراق دیکھا تو ازراہ نخوت کہا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ یہ کلمہ غرور باری تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ ہراول پر کمان خالدؓ کی تھی اس فوج میں تمام نومسلم تھے جو جوش جوانی میں بغیر سلاح میدان میں آئے تھے ادھر ہوازن بے مثل تیرانداز تھے جن کا ایک تیر بھی خالی نہ جاتا تھا۔ خالد کے لشکر پر ہوازن کے کمانداروں نے تیروں کی بوچھاڑ کردی اور اس قسم کی قدراندازی دکھائی کہ لشکر خالد منتشر ہوگیا اور ان کو بدحواس دیکھکر جو گروہ پیچھے آرہے تھے وہ بھی اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے۔ ہوازن تیر مارتے ہوئے آگے بڑھے۔ اسوقت رسولؐ خدا اکیلے رہ گئے۔ آپ سواری سے اُتر پڑے اور انصار کو آواز دی۔ جانب راست وچپ سے آواز آئی کہ ہم حاضر ہیں اسوقت جلال نبوت آپ پر طاری ہوا اور فرمایا کہ میں پیغمبرؐ ہوں اور یہ سچ بات ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یہ کہا اور آگے بڑھے مگر حضرت عباسؓ نے آپ کو تھام لیا اور رعد کی طرح گرج کر کہا کہ اے انصار اے بیعت رضوان والو کہاں ہو۔ حضرت عباسؓ کی آواز قدرتاً نہائیت بلند تھی اُن کے نعرہ کی آواز سے میدان کا نقشہ بدل گیا مسلمان لبیک لبیک کہتے ہوئے تلواریں سونت کر دشمنوں پر جا پڑے اور جان نثاری کے وہ جوہر دکھائے کہ ہوازن جان بچا کر بھاگے۔ ایک گروہ مالک بن عوف کے ساتھ طائف کے مستحکم قلعہ کی طرف فرار ہوا۔ دوسرا اوطاس کی طرف مال و اسباب عیال واطفال کی حفاظت کے لئے دوڑا۔ رسولؐ خدا نے فوراً ابوعامر اشعری کو اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ ہوازن لوٹے اور پھر ایک خونخوار معرکہ ہوا جس میں ابوعامر درید کے بیٹے کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ابن درید کو ابو موسےٰ اشعری نے قتل کردیا آخر مسلمانوں نے فتح پائی۔

اسیران جنگ میں حضرت شیماء دختر حلیمہ رسولؐ خدا کی رضاعی بہن بھی تھیں جب

Marfat.com

لوگوں نے ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبرؐ کی ہمشیرہ ہوں۔ لوگ اُنہیں تصدیق کے لئے جنابؐ کے روبرو لائے اُس نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ بچپن میں آپ نے ایک دفعہ مجھے کاٹا تھا۔ رسولؐ خدا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اُن کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھادی ان کو چند شتر اور بکریاں دیں اور عزت اور احترام کے ساتھ اُن کو اُن کے گھر پہنچا دیا۔

حنین کی بقیہ ہزیمت خوردہ فوج طائف میں پناہ گزین ہوئی اور وہاں بہت سا سامان رسد و حرب جمع کر لیا۔ طائف کے گرد فصیل کی طرح ایک مضبوط چار دیواری تھی۔ رسولؐ خدا نے مال غنیمت اور اسیران جنگ کو جعرانہ میں محفوظ رکھنے کا حکم دیا اور طائف کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے مسلمانوں پر اس شدت سے تیر برسائے۔ لوہے کی گرم سلاخیں پھینکیں۔ منجنیق استعمال کئے کہ حملہ آوروں کو پس پا ہونا پڑا اور بیس دن کے محاصرہ میں بھی شہر فتح نہ ہو سکا۔ غرض نوفل بن معاویہ کی صلاح سے آپ نے محاصرہ اُٹھا لیا اور جعرانہ میں تشریف لائے۔ غنیمت کے مال کی یہ حالت تھی۔

اونٹ	————	چوبیس ہزار
بکریاں	————	چالیس ہزار
چاندی	————	چار ہزار اوقہ

اس موقعہ پر رسولؐ خدا نے تالیف قلوب کے لئے اہل مکہ کو نہائت دریا دلی سے انعام دیئے۔ آپؐ نے ابوسفیان اور اُس کی اولاد کو تین سو اونٹ اور ۱۲۰ اوقہ چاندی دی۔ اس داد و دہش سے انصار کو رنج ہوا اُنہوں نے کہا کہ مشکل میں ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔ رسولؐ خدا نے انصار کو بلا کر پوچھا تو وہ چونکہ راست گفتار تھے کہنے لگے کہ آپؐ نے جو سنا ہے وہ درست ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے آنے سے پہلے تم گمراہ تھے اور آپس میں لڑتے رہا کرتے تھے۔ میرے ذریعہ سے خدا نے تم میں کیسا اتفاق پیدا کر دیا۔ تم مفلس تھے میرے ذریعہ تم مالا مال ہو گئے۔ انصار نے کہا کہ سچ ہے ہم پر خدا اور رسولؐ کا احسان عظیم ہے۔ آپؐ نے کہا نہیں یوں کہو کہ جب لوگوں نے تم کو جھٹلایا ہم نے تصدیق کی۔

Marfat.com

جب کوئی پوچھتا نہ تھا ہم نے حمایت کی۔ جب تم بے گھر تھے ہم نے جگہ دی۔ جب تم درماندہ اور بے نوا تھے ہم نے جان و مال نثار کیا۔ جسوقت رسول خدا نے یہ کلمات کہے انصار زار و قطار رونے لگے اور رسول پاک کے ہاتھوں کو بوسے دیکر کہنے لگے کہ رحمت عالم ہم نے بھر پایا۔ پھر رسول خدا نے کہا کہ سنو میں نے ان لوگوں کو جو کچھ دیا تالیف قلوب کے لئے دیا۔ اے انصار وہ لوگ اونٹ اور بکریاں اپنے گھر لیجائینگے اور تم رسول خدا کو اپنے ساتھ لیجاؤ گے۔ میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔

ہوازن نے چند سردار رسول خدا کی خدمت میں بھیجے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ آپ کو رحم آگیا اور کہا کہ کل نماز فجر کے بعد مجمع عام میں یہ درخواست پیش کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسوقت آپ نے فرمایا کہ خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔ یہ سن کر مہاجرین اور انصار بھی بول اٹھے ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ ذرا سی دیر میں چھ ہزار غلام اور لونڈیاں آزاد ہو گئیں۔ لکھا ہے کہ وقت روانگی رسول خدا نے قیدیوں کو کپڑے اور اونٹ اپنے پاس سے دیئے مالک بن عوف نے جب یہ فیاضی اور یہ دریا دلی دیکھی تو مقام جعرانہ میں حاضر ہوا اور صدق دل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا۔

اخیر ذیقعد میں رسول خدا بخیریت تمام مدینے تشریف لائے۔ اسی سال جناب ماریہ کے بطن سے آپ کے ہاں فرزند پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا مگر یہ ایک سال سے زیادہ نہ جیا۔

یہ سال اس لئے مشہور ہے کہ اس میں چوری کے جرم کی سزا قطع ید یعنی ہاتھ کا کاٹا جانا مقرر ہوا۔

Marfat.com

باب (۱۴)

۹ سنہ ہجری

رسول کریمؐ نے ۹ سنہ ہجری کے آغاز میں اندرونی معاملات کے انتظام کی طرف توجہ کی۔ ہر قبیلے میں آپؐ نے دینیات کا ایک معلّم اور صدقات اور زکوٰۃ کا ایک ایک عامل مقرر کیا۔ قبائل عرب اب امن اور عافیت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ناگاہ یمن کے قبیلے طے نے کچھ شرارت کی اس پر رسولؐ خدا نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سَو آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ قبیلہ کا سردار عدی بن حاتم تھا۔ حضرت علیؓ نے جاتے ہی اُس کے محلہ کا محاصرہ کر لیا۔ اُس بیچارہ کی بساط ہی کیا تھی کہ شیر خدا کا مقابلہ کرتا جان بچا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ اُس کے رشتہ دار اور اقربا گرفتار ہوئے اور بہت سا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اسیروں میں حاتم طائی کی بیٹی عدی کی بہن بھی تھی۔ جب قیدی پیغمبرؐ صاحب کے پیش ہوئے تو عدی کی بہن نے کہا کہ مَیں اُس شخص کی بیٹی ہوں جس کی سخاوت مشہور ہے۔ میرا باپ محتاجوں اور غریبوں پر بہت رحم کیا کرتا تھا۔ اُس کی خاطر مجھ پر رحم کیا جائے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا اے لڑکی تیرا باپ بہت سخی تھا جا تجھے آزاد کیا۔ اُس نے رو کر کہا کہ اگر مجھ پر یہ عنائیت ہوتی ہے تو میرے ساتھ میرے قبیلے کو بھی آزاد فرمایا جائے۔ کریم النفس نبیؐ نے اس نیک دل عورت کی درخواست فوراً قبول فرمائی سب کو نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ زاد راہ بھی دیا اور حفاظت کے ساتھ ملک شام میں پہنچا دیا۔ جب عدی نے رحمت عالمؐ کی یہ فیاضی دیکھی تو فوراً مدینہ میں آیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہُوا۔ دختر حاتم بن طے

انہیں ایام میں ایک قافلہ زیتون بیچنے شام سے مدینہ میں آیا اہل قافلہ نے مدینہ میں یہ افواہ اُڑا دی کہ رومیوں نے ایک لشکر جرار جمع کیا ہے اور غسان اور لخم غزوہ تبوک

وغیرہما عیسائی اُن کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔ مدینہ کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا ہے کہ محمدؐ کا انتقال ہوگیا ہے اور مدینہ میں قحط ہے۔ اور اب رومی چالیس ہزار بہادر لیکر مدینہ پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس متوحش خبر سے مدینہ میں ایک قسم کا انتشار پیدا ہوگیا مگر روشن ضمیر پیغمبرؐ نے فوراً حکم دیا کہ فوراً حملہ آوروں کو مدینہ سے پرے ہی روکا جائے یہ حکم سُن کر اسلام کے سچے شیدائی تو طیار ہو گئے مگر منافقین کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں اور وہ جان چُرانے لگے۔ کسی نے کہا کہ ایسی گرمی میں جو نمونۂ دوزخ ہے گھر سے کون نکلے۔ کسی نے کہا اگر ہم گئے تو مبادا بدّو ہمارے گھر لُوٹ لیں۔ کسی نے کہا کہ رومیوں نے ایرانیوں کا شیرازہ منتشر کر دیا ہماری کیا حقیقت ہے کہ اُن کا مقابلہ کریں۔ کسی نے کہا کہ رومی عورتیں نہائیت حسین اور جمیل ہیں کہیں ہمیں اسیر کمند گیسو نہ کرلیں۔ غرض منافق اس قسم کی باتیں کرکے بیٹھ گئے۔ منافق سویلم یہودی کے مکان پر جمع ہُوا کرتے تھے اور لوگوں کو شرکت جنگ سے روکتے تھے۔ مگر اولوالعزم پیغمبرؐ کو خدا پر بھروسہ تھا۔ بے سروسامان فوج کے اخراجات کے لئے چندہ جمع ہونے لگا حضرت عثمانؓ نے تین سَو اونٹ پیش کئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا نصف مال اور اسباب حاضر کر دیا۔ ان کو یقین تھا کہ اس کارخیر میں آج حضرت ابوبکرؓ سے سبقت لے گئے اس اثنا میں حضرت ابوبکرؓ رسولؐ خدا کے یارِ غار اپنا تمام مال و اسباب لیکر حاضر ہوئے۔ رسولؐ خدا نے کہا کہو عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو اُنھوں نے جواب دیا کہ اُن کے لئے خدا اور رسولؐ کافی ہیں۔

اس موقعہ پر ہر ایک صحابی نے اپنے مقدور کے موافق مدد دی۔ ابوعقیل دو سیر چھوہارے لیکر آئے اور کہا کہ یا پیغمبرؐ خدا میری جائیداد چار سیر چھوہارے تھے اس میں سے دو سیر اہل وعیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور دو سیر آپؐ کی نذر ہیں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ یہ چھوہارے سب صدقات پر پھیلا دیئے جائیں۔

کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر وہ غریب مسلمان جو بوجہ بے سروسامانی ساتھ نہ جا سکے نہائیت درد سے روئے گویا اُن کی نگاہوں میں اس کارخیر میں شرکت سے محروم رہنا بڑی بھاری ناکامی تھی۔

Marfat.com

جب لشکر طیار ہوگیا تو ایکے رسولؐ خدا نے جناب علیؑ کو مدینہ میں شہر کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ جناب مرتضیٰؑ کو پیچھے رہنا ناگوار تھا عرض کی ایکے مجھے ثواب سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے تو آپؐ نے فرمایا "اے علیؑ کیا تو خوش نہیں ہے کہ تجھے مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی فرق صرف یہ ہے کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

غرض رجب ۹ھ ہجری میں رسولؐ خدا نے تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ جن میں مہاجر انصار۔ قریش و قبائل عرب سب شامل تھے۔ مدینہ سے شام کی طرف کوچ کیا۔ اس دفعہ آپؐ کے لشکر میں دس ہزار گھوڑے تھے۔ اہل لشکر کو راہ میں ثمود کے مٹے ہوئے نشانات بھی دکھائی دیئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔ یہاں نہ کوئی ٹھہرے نہ پانی پیئے۔ سفر کی مصیبتیں جھیلتے اور گرمی کی شدت اور پانی کی قلّت کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے آخر کار آپؐ تبوک میں پہنچے جو مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر شام اور وادی القریٰ کے درمیان واقعہ ہے۔ یہاں آپؐ نے ایک چشمے کے پاس قیام کیا۔ مخالفین نے یہ جوش دیکھا اور پست ہوگئے اور کسی نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ اب معلوم ہوا کہ وہ حملہ کی خبر غلط تھی لیکن یہ ثابت ہوگیا کہ غسانی رئیس عرب میں ریشہ دوانیاں کر رہا تھا اور اُس نے کعب بن مالک کو بھی ورغلانا چاہا مگر اُس نے غسانی کا خط دیکھتے ہوئے آگ میں ڈال دیا ہے۔

تبوک میں رسولؐ خدا نے بیس دن قیام کیا۔ ایلہ کا عیسائی فرمانروا یوحنّا خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایک سفید خچر نذر میں پیش کیا۔ حضرتؐ نے اس کو ردائے مبارک عطا کی۔ یوحنّا نے تین روپے سال جزیہ دینا منظور کیا حرباء اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ پر رضامند ہوگئے۔ دومتہ الجندل کا رئیس اکیدر بن عبدالملک کندی نہ آیا اس لئے خالدؓ چار سو لشکری لیکر اُس کی طرف گئے اور اُسکو گرفتار کر لائے اور آخر کار اُس نے بھی جزیہ دینا قبول کیا۔ عیسائیوں سے سلوک

رحمتہ للعالمین جب واپس مدینہ میں تشریف لائے تو اُن کا پُرجوش استقبال ہوا۔

یہاں تک کہ پردہ نشینان حرم بھی شوق زیارت میں گھروں سے باہر آگئیں جسوقت چہرہ مبارک نظر آیا تو لڑکیوں نے گیت گائے جن کا مطلب یہ تھا کہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند چڑھا ہے جب تک کوئی مسلمان بھی باقی ہے خدا کا شکر ہم کو ادا کرنا چاہئے۔

جب پیغمبرؐ خدا تبوک سے واپس آئے تو سفیران طائف صلح کا پیغام لیکر حاضر ہوئے اور عرض کی ہماری قوم چار شرائط پر صلح کی خواستگار ہے۔

۱۔ لات بُت تین سال تک نہ توڑا جائے۔

۲۔ نماز معاف کی جائے۔

۳۔ ہم اپنے ہاتھ سے بُت نہ توڑینگے۔

۴۔ جو عامل محصول کرنے آئے وہ ہمیں نہ بُلائے نہ جُرمانہ ہم سے لیا جائے۔

آنحضرتؐ نے آخری دو شرائط منظور فرمالیں اور اہل طائف تابع فرمان ہوگئے پھر رفتہ رفتہ گرداب ضلالت سے نکل کر پکے مسلمان بھی بن گئے۔

اسلام حبشی وحشی

سفیران طائف کے ساتھ وحشی حبشی غلام قاتل امیر حمزہؓ بھی تھا اُس نے امان مانگی اور کہا کہ خدا کا کلام مجھے سُناؤ۔ رسولؐ خدا نے یہ آئیت تلاوت فرمائی۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا

"کہدے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بیشک خدا بخشنے والا ہے تمام گناہوں کا

غفور الرحیم خدا کی شان دیکھو۔ امیر حمزہؓ کا قاتل جسنے نہایت بُزدلی سے اسلام کے شہسوار کو قتل کیا تھا۔ تائب ہوئے پر وہ بھی بخشا گیا ؎

عجب سرکار ہے تیری مَیں صدقے اس کریمی کے
ہُنرمندوں سے بخشے جائینگے واں بے ہُنر پہلے

جسوقت یہ آئیت رحمت عالمؐ کی زبان سے حبشی نے سُنی فوراً ایمان لایا اور صدق دل سے مسلمان ہُوا۔ یہ وہی حبشی تھا جس نے حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کو

Marfat.com

جنگ یمامہ میں قتل کیا۔

منافقین ہمیشہ مسلمانوں میں تخم نفاق بونے کے لئے طرح طرح کے منصوبے کھڑا کرتے تھے آخر انہوں نے ایک اور مسجد اس مطلب کے لئے بنائی کہ مسجد نبوی میں کم لوگ جایا کریں اور ظاہر یہ کیا کہ جو لوگ بیمار یا کمزور ہیں وہ یہاں نماز پڑھیں۔ جب رسول خدا بتوک تشریف لیجانے لگے تو انہوں نے آکر عرض کی کہ ہم نے بیماروں اور کمزوروں کے لئے مسجد بنائی ہے آپ چل کر ایک بار اس میں نماز پڑھ لیں تاکہ مقبول ہو جائے آپ نے فرمایا کہ تبوک سے واپسی پر دیکھا جائیگا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو حکم دیا کہ اس مکان کو جلا دو جو محض نفاق ڈالنے۔ کفر بڑھانے اور ضرر پہنچانے کو بنایا گیا ہے۔ مالک نے جا کر یہ مکان جلا دیا۔ ہمارے خیال میں ایسے مکان کو جو غل فصل کی بنیاد پر بنایا گیا ہو مسجد کہنا گناہ ہے۔

ایمان کعب بن زبیرؓ

کعب بن زبیر نے اپنی آتش بیانی سے قبائل عرب میں آگ بھڑکا دی تھی جب یہ آگ باران رحمت سے بجھ گئی تو کعب بن زبیر بہت نادم ہوا۔ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کس طرح آستانہ بوسی کرے۔ آخر بھیس بدل کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر کعب کو میں حاضر کردوں اور وہ مسلمان ہو جائے تو کیا اس کو معافی ملجائیگی آپ نے فرمایا بیشک۔ یہ سن کر اُس نے عرض کی وہ گنہ گار یہی ہے جو حضوری میں حاضر ہے مسلمانوں نے چاہا کہ قتل کر ڈالیں۔ مگر آپ نے منع کیا اور کہا یہ بخشا جا چکا ہے۔ کعب نے کلمہ پڑھا اور اپنا مشہور قصیدہ جو فصاحت و بلاغت کی جان ہے "بانت سعاد" پڑھ کر سنایا۔ آپ نے سن کر صلہ میں ردائے مبارک عطا کی۔ یہ وہی چادر تھی جو امیر معاویہ نے چالیس ہزار درہم کو خریدی اور اب تک سلطنت روم میں تبرکات میں داخل ہے۔

ذیقعدہ ۹ھ ہجری میں رسولؐ اللہ نے تین سو مسلمانوں کا قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ کیا۔ قافلہ سالار حضرت ابوبکرؓ مقرر ہوئے اس قافلہ میں حضرت علیؓ نقیب اسلام بن کر گئے اور سعد بن وقاص۔ جابرؓ اور ابوہریرہؓ معلم تھے۔ یہ حج وہ تھا کہ جس کو حج اکبر کہا گیا ہے۔

اسوقت تک وہ لوگ جو مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے حج کے وقت وہی جاہلانہ

Marfat.com

رسوم بجالاتے تھے مثلاً برہنہ ہوکر سات بار طواف کرتے تھے۔ تالیاں بجاتے تھے۔ کودتے ناچتے تھے۔ اس سال آپ نے حکم دیدیا کہ آئندہ کوئی بُت پرست مسجد الحرام مکہ میں داخل نہ ہو اور طواف کے وقت کوئی برہنہ نہ ہو۔

حضرت ابوبکرؓ نے مناسک حج کی لوگوں کو تعلیم دی حضرت علیؓ نے اعلان کیا کہ آئندہ کوئی مشرک کعبہ میں آنا نہ پائیگا اور مشرکین سے جو معاہدہ ہو چکے ہیں آج سے چار ماہ کے بعد کالعدم ہو جائینگے۔ ابوہریرہؓ نے ایت یایہا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا تقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا

"اے ایمان والو مشرکین ناپاک ہیں اس سال کے بعد وہ کعبہ میں نہ آئیں"۔

اس لبند آواز سے بار بار پڑہی کہ اُن کا گلا بیٹھ گیا۔

ایلا اسی سال غزوۂ تبوک سے پہلے ایک نہائیت ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جسے واقعہ ایلا کہا جاتا ہے۔ اس واقعہ پر حاجی ملک محمدؐ الدین صاحب ایڈیٹر صوفی نے اپنی بینظیر کتاب سیرۃ صدیقہؓ میں بسیط بحث کی ہے۔ وہ بحث قابل دید ہے۔

مخالف مورخ لکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ازواج مطہرات کیلئے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں ایک دن جناب حفصہؓ کی باری تھی اور آپ نے ان کے گھر میں ماریہ قبطیہ کو بلالیا جناب حفصہؓ نے آپؐ کو ماریہ کے ساتھ خلوت نشین دیکھ لیا اور بگڑ گئیں۔ رسولؐ خدا نے ان سے کہا کہ خفا نہ ہو آج سے ماریہ قبطیہ مجھ پر حرام ہے مگر یہ راز کسی سے نہ کہنا۔ جناب حفصہؓ اور جناب عائشہؓ صدیقہ کے حجرے ملحق تھے۔ بیچ میں سوراخ تھا۔ اس میں سے گفتگو ہوسکتی تھی جناب حفصہؓ نے یہ راز حضرت عائشہؓ سے کہدیا اور رفتہ رفتہ تمام ازدواج مطہرات کو خبر ہوگئی اور رسولؐ خدا کی سب سے ناراضگی ہوگئی۔

اس گروہ کے بعض مورخ لکھتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے کہا کہ میں اپنے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خلیفہ کروں گا۔ انہوں نے اپنے باپ کو خلافت کی خبر دی جب رسول اللہ صلعم کو معلوم ہُوا تو دونوں پر عتاب فرمایا اور ان سے علیحدہ ہوگئے۔

Marfat.com

لیکن یہ تمام روایات سراسر بے سر و پا طبع زاد اور اصلیت سے کوسوں دُور ہیں۔
اصلیت یہ ہے کہ ازواج مطہرات میں اونچے گھرانوں کی خاتونیں تھیں مثلاً حضرت حفصہؓ فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پدر بزرگوار حضرت ابوبکرؓ تھے۔ اُم حبیبہؓ رئیس قریش کی آنکھوں کا نُور تھیں۔ حضرت جویریہؓ قبیلہ بنی المصطلق کی رئیس کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کا باپ خیبر کا رئیس اعظم تھا انھوں نے امیری شان و شوکت اپنے گھروں میں دیکھی ہوئی تھی اور رسول مقبولؐ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور دُو دُو دن تک گھر میں آگ تک نہ جلتی تھی۔ جب فتوحات اسلام کا دائرہ وسیع ہوگیا اور مال غنیمت سے انصار اور مہاجر مالامال ہو گئے تو ان بیبیوں کے دلوں میں بھی نان نفقہ بڑھانے کا خیال پیدا ہوگیا اور آخرکار توسیع نفقہ کا تقاضا حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اتفاق سے انھیں ایام میں جناب رسول خدا حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپؐ کے پاس کہیں سے شہد آگیا۔ رسولؐ خدا شہد کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو رشک ہُوا آخر اُنھوں نے ایکا کیا کہ جب رسولؐ خدا ہمارے پاس آئیں تو اُنھیں کہیں کہ آپؐ کے دہن مُبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ یہ بات انھوں نے اور بیبیوں کو بھی سکھادی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ آپ جس خاتون کے ہاں گئے اُسنے یہ ہی کہا کہ آپؐ کے مُنہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے رسولؐ خدا نے قسم کھائی کہ آئندہ مَیں شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اُتری۔ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک۔

اے پیغمبرؐ اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کیوں کرتے ہو۔

اسی زمانہ میں یہ خرابی ہوئی کہ رسولؐ خدا نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہؓ سے فرمائی یہ تحقیق نہیں ہُوا کہ وہ کیا بات تھی۔ مورخ ناحق قیاس دوڑا رہے ہیں مگر جو کچھ وہ لکھتے ہیں وہ بالکل قیاس ہی قیاس ہے یہ راز حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہدیا۔ رسولؐ خدا کو یہ بھی بُرا معلوم ہُوا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ

Marfat.com

واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نبأها به قالت من انباءك هذا قال نبأنی العلیم الخبیر ۔ (تحریم)

اور جب کہ رسولؐ نے اپنی بعض عورتوں سے بھید کی بات کہی اور انہوں نے ظاہر کر دی اور خدا نے پیغمبرؐ کو خبر دی تو اُس نے کچھ حصہ اُن سے کہا اور کچھ چھوڑ دیا اور جب اُن سے کہا تو انہوں نے کہا کہ آپکو کس نے کہا تو نبیؐ نے کہا کہ مجھے خدا نے جو سب کچھ جانتا ہے خبر دی ہے ۔

غرض تقاضائے توسیع نفقہ۔ رقابت بوجہ اقتضائے بشریت ومنافست افشائے راز۔ مظاہرہ حضرت عائشہؓ وحفصہؓ جس میں دیگر خاتونوں نے بھی شرکت کی ایسی باتیں تھیں جن سے شکر رنجی بڑھ گئی۔ اس پر طرہ یہ ہُوا کہ ازواج مطہراتؓ نے خاتونان انصار کی تقلید کرنی چاہی یہ اپنے شوہروں پر حاوی تھیں۔ اس آگ کو منافقوں نے اور بھی سلگایا۔ یہ منافق ایسی تاک میں رہا کرتے تھے کہ کسی طرح رسولِ خدا اور اُن کے خاندان اور اصحاب کے درمیان تفرقہ پڑ جائے۔ اُمّ جلدح بجائے خود ایک کُٹنی تھی وہ ازواج مطہرات کو ہمیشہ بھڑکایا کرتی تھیں۔ غرض رسولؐ خدا نے تنگ آکر عہد کر لیا کہ ایک مہینے تک ازواج مطہرات سے نہ ملینگے۔ خدا کی قُدرت آپؐ انہیں دنوں میں گھوڑے سے گر پڑے اور ساق مُبارک پر زخم آگیا۔ اسوجہ سے آپنے بالاخانہ پر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یہ بالاخانہ مسجد نبویؐ اور حضرت حفصہؓ کے گھر کے بالکل متصل تھا۔ تعمیر مسجد نبویؐ کے وقت صرف رسولؐ خدا نے دو حُجرے اپنے اہل خانہ کے لئے بنائے تھے کیونکہ اُسوقت دو ہی بیبیاں جناب عائشہؓ اور حضرت سودہ تھیں پھر جُوں جُوں اور نکاح ہوتے گئے حُجرے بھی بنتے گئے۔ جب ازواج مطہرات کی تنگ طلبی سے آپنے ایک ماہ کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر لی تو لوگوں کو قرنیہ سے یہ گمان ہُوا کہ رسولؐ خدا نے تمام ازواج کو طلاق دے دی۔

ایک دن حضرت عمرؓ کسی بات پر اپنی بیوی سے خفا ہوئے اور کہا تم میری برابری کرتی ہو۔ وہ بولیں کہ تم کیا ہو رسولؐ اللہ کی بیویاں اُن کو برابر کا جواب دیتی ہیں اور آجکل سب روٹھی ہوئی ہیں حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور اپنی صاحبزادی حفصہؓ کے ہاں گئے اور

Marfat.com

پوچھا کہ کیا واقعی تو رسولؐ اللہ سے روٹھی ہوئی ہے۔ حفصہؓ نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا تو نہیں جانتی کہ رسولؐ خدا کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے بخدا رسولؐ اللہ کو میرا خیال ہے ورنہ تجھے طلاق دے چکے ہوتے۔ پھر حضرت عمرؓ وہاں سے اُمّ سلمہؓ کے مکان پر گئے اور اُن سے شکائیت کی وہ بولیں کہ عمرؓ تم ہر معاملے میں دخل دینے لگے ہو یہاں تک کہ رسولؐ خدا اور اُن کے ازواج کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے ہو۔

حضرت عمرؓ یہ سُن کر اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئے۔ کچھ رات گئی حضرت عمرؓ کے ہمسائے گھبرائے ہوئے آئے اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُنھوں نے پوچھا کیوں خیر تو ہے کیا غسانی آگئے اُنھوں نے کہا نہیں اس سے بھی زیادہ خرابی کی بات ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ازواج کو طلاق دیدی۔ حضرت عمرؓ حفصہؓ کے پاس گئے تو وہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں آپ نے کہا کیوں میں نے تجھے نہ کہا تھا۔ وہاں سے آپ مسجد نبویؐ میں آئے تو وہاں تمام صحابہ کو روتے دیکھا۔ آپ بھی وہاں بیٹھ گئے مگر چین کہاں آتا تھا۔ اُٹھ کر بالاخانہ کے قریب گئے اور رباح خادم خاص سے کہا کہ اطلاع کرو عمرؓ آیا ہے۔ اُس نے اطلاع دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ عمرؓ پھر مسجد نبویؐ میں آئے۔ مگر قرار کب آتا تھا پھر اُٹھکر بالاخانہ کے نیچے آئے اور دوبارہ اجازتِ مُلاقات طلب کی مگر پھر بھی جواب نہ آیا۔ اب کے عمرؓ نے پُکار کر کہا کہ رباح حضورؐ سے کہدے میں حفصہؓ کی سفارش کرنے نہیں آیا۔ اگر حکم ہو تو اُس کی گردن اُڑا دوں۔ رسولؐ خدا نے عمرؓ کی آواز سُن لی اور اندر بُلا لیا حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ پیغمبرؐ صاحب ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جسم مبارک پر بان کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف مٹھی بھر جَو دھرے ہوئے تھے اور ایک کونے میں کسی جانور کی کھال لٹک رہی تھی۔ عمرؓ رونے لگے۔ حضرت صلعم نے پوچھا کہ روتے کیوں ہو۔ عمرؓ نے کہا کہ قیصر و کسرے مزے لوٹ رہے ہیں اور پیغمبرؐ خدا اس تکلیف میں ہے۔ پیغمبرؐ صاحب نے فرمایا کہ کیا تم خوش نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ نے دنیا لی اور ہم نے آخرت۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ازواج کو طلاق دی۔ رسولؐ خدا نے فرمایا نہیں۔ عمرؓ کے مُنہ سے جوشِ مسرت میں بے اختیار اللہ اکبر کا نعرہ نکلا اور وہ جلد

مسجد نبوی میں آئے جہاں صحابہ مغموم بیٹھے تھے اور ان کو یہ مژدہ سنایا۔ چونکہ ایلاء کی مدت ختم ہو گئی تھی۔ رسول خدا بھی مسجد میں تشریف لائے۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

"اے پیغمبرؐ اپنی عورتوں سے کہدے کہ اگر تم کو دنیاوی زیب وزینت درکار ہے تو آؤ میں تمہیں رخصتی جوڑے دے کر بطرز احسن رخصت کر دوں اور اگر خدا اور خدا کا رسولؐ اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیک بندوں کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے"

مسجد سے اٹھ کر رسول خدا صلعم پہلے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں گئے اور انہیں یہ آیت سنائی اور کہا لو بتاؤ اب کیا چاہتی ہو دونوں باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ حضرت عائشہؓ ایک ماہ تک رسولؐ خدا کی جدائی کا صدمہ برداشت کر چکی تھیں ان کو اس آیت کی بھی خبر تھی جو ان کی اور حفصہؓ کی شان میں اتر چکی تھی۔

"اگر تم دونوں خدا کی طرف توجہ کرو تو تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اگر ان کے مقابلہ میں ایکا کرو تو خدا اور جبرئیلؑ اور نیک ایمان والے اور ان کے بعد فرشتے رسولؐ خدا کے مددگار ہیں"۔

اس لئے آپنے سر جھکا کر کہا کہ میں سب کو چھوڑ کر صرف خدا اور اس کے رسولؐ کو اختیار کرتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ باقی ازواج نے بھی یک زبان یہی جواب دیا اور اس طرح پر اس عظیم سازش کا خاتمہ ہوا۔

۹ سنہ ہجری کو مورخ عام الوفود یعنے ایلچیوں والا سال کہتے ہیں۔ اس سال کثرت سے ایلچی حاضر ہوئے جن سے رسولؐ خدا نہائیت مہربانی سے پیش آئے آپکے اخلاق۔ مروت اور تعلیم دین نے ان ایلچیوں پر اسقدر اثر کیا کہ جب وہ واپس ہوئے تو ان کے سینے کینوں سے خالی تھے وہ جنابؐ کے اوصاف حمیدہ اور اطوار پسندیدہ دیکھکر حلقہ بگوش ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گروہ گروہ مسلمان ہونے لگے اور تمام عرب میں اسلام کی روح افزا نسیم چلنے لگی۔

اب وہ وقت تھا کہ مدینہ وبائے کفر سے پاک اور صاف ہو گیا۔ اب نہ قریش و یہود کا فساد تھا نہ قبائل عرب کا عناد۔ نو سال میں مدینے کی کایہ پلٹ گئی۔ جہالت کا اندھیرا کافور ہو گیا۔ پرتو اسلام سے عالم نورا علےٰ نور ہو گیا۔ تقویٰ اور طہارت نے

Marfat.com

ضلالت کی ہستی مٹا دی اور اخوت وہمدردی نے ہر طرف ایک جوئے شیر بہا دی۔ خُلق اور مروّت نے ضیافت کے دسترخوان بچھا دیئے اور مشعل حق پرستی نے بُت پرستی کے دھوئیں اُڑا دیئے۔

اب اس لالہ زار اسلام میں صرف ایک خاردار جھاڑی موجود تھی اور یہ عبداللہ بن ابی اور اُس کے متعلقین کا وجود تھا مگر اس سال شوال میں اس کو دفعتاً پیام اجل آگیا۔ رحمت عالم نبیؐ اُس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ابن ابی نے کہا کہ رسول اللہ میری ایک تمنا ہے۔ فرمایا کیا۔ کہا کہ مجھے اپنا پیرہن عطا ہو اور اُس میں مجھے دفن کیا جائے۔ آپؐ کو وہ وقت یاد تھا کہ جب جنگ بدر کے بعد حضرت عباسؓ کو اُس نے اپنا کرتا دیا تھا۔ آپؐ نے فوراً اپنا پیرہن اُس کے حوالہ کیا۔ اُس نے کہا کہ ایک اور آخری درخواست ہے فرمایا کہو۔ بولا کہ میرے جنازہ کی نماز آپؐ پڑھائیں اور میرے حق میں دُعائے مغفرت فرمائیں۔ کریم النفس نبیؐ نے اس آخری سوال کو بھی رد نہ کیا۔ جب ابن ابی مر گیا تو آپؐ اُس کے جنازہ کی نماز پڑھانے چلے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یہ منافق تھا اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں۔ رسولؐ خدا نے کہا کہ اے عمرؓ بخشنا نہ بخشنا خدا کے اختیار میں ہے لیکن جو بات میرے اختیار میں ہے اس سے میں باز نہیں رہ سکتا۔ اس الطاف اور کرم کا یہ اثر ہوا کہ قریباً قریباً تمام منافق سچے مسلمان ہو گئے۔

اس سال میں جب بنیاد شجر اسلام جس کی چھاؤں سے تمام عالم نے آرام کرنا تھا مستحکم ہو گئی اور ہر طرف سے ہر طرح کی تسلّی ہو گئی تو سورۃ النصر نازل ہوئی۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ فسبح بحمد ربك واستغفرہ انہ کان توابا

"جب کہ خدا کی مدد آ پہنچی اور فتح اور تم نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ دین خدائی جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد کیساتھ تسبیح میں مشغول ہو جاؤ اور اُس سے گناہوں کی معافی مانگو بیشک وہ بڑا قبول کرنے والا ہے"

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سورۃ کو سُنا تو کہنے لگے یا رسولؐ اللہ اس سے بوئے مفارقت آتی ہے اور رونے لگے۔

باب (۱۵)

سنہ ۱۰ ہجری

اب سنہ ۱۰ ہجری شروع ہوا۔ اب حبیبؐ کبریا نے نجران صوبہ یمن کے باشندوں کو جو عیسائی تھے ہدائیت نامہ بھیجا۔ اس کے جواب میں وہاں سے چودہؔ عالم وکیل بن کر آئے۔ جب خدمت عالی میں پیش ہوئے تو آپ نے ان کو سمجھایا کہ اسلام کا سبق سچی توحید ہے اگر آپ حضرت مسیحؑ کو اس لئے خدا کا بیٹا کہتے ہو کہ اُن کا والد نہ تھا اور وہ بغیر باپ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو حضرت آدمؑ بدرجہ اولےٰ خدا کے فرزند تھے کیونکہ ان کے ماں اور باپ دونوں نہ تھے اس دلیل کا وکیلوں کو کوئی جواب نہ سوجھا اُنہوں نے صرف یہ کہا کہ ایک یعنی تین ہیں ایک کا مسئلہ اسرار خدا ہے اور ہماری ناقص عقل اس کو سمجھ نہیں سکتی۔ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا تو رسولؐ خدا بحکم الٰہی مباہلہ کے لئے مستعد ہوگئے اور کہا کہ آؤ فریقین اپنے اپنے بچوں کو لیکر نکلیں اور دُعا کریں کہ جھوٹا نیست ونابود ہوجائے۔ عیسائیوں نے منظور کیا۔ دوسرے دن حضرتؐ مباہلہ کے لئے حسب وعدہ نکلے۔ اسوقت حضرت امام حسینؑ آپؐ کی گود میں تھے۔ امام حسنؑ کی اُنگلی پکڑی ہوئی تھی۔ آپؐ کے پیچھے جناب سیدہ زہراؑ خاتون جنت تھیں ان کے پیچھے حضرت علیؑ مرتضیٰ تھے۔ ابوالحارث نے جو گروہ انصار کا سردار تھا کہا کہ اے میرے ہمراہیو کیا دیکھتے ہو یہ صورتیں جو میرے روبرو ہیں ان کی دُعا کبھی خالی نہ جائیگی خبردار مباہلہ نہ کرنا ورنہ تمہاری موت یقینی ہے۔ گروہ انصار پر کچھ ایسا رُعب طاری ہُوا کہ وہ مباہلہ سے دست بردار ہوئے لیکن مسلمان ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم سے عہد نامہ ہوجائے اور ہمیں امان دی جاوے حضرت صلعم نے عہد نامہ تحریر کردیا جس کے رو سے ان لوگوں کو کامل آزادی عطا کی اور اختیار دیا

مباہلہ

Marfat.com

کہ اپنے طور پر اور اپنے طریقے پر جس طرح چاہیں عبادت کریں۔ راہب اور پادری اپنی اپنی جگہ پر بحال رہیں اور جب تک نقض امن نہ ہو کسی قسم کا تعرض نہ ہوگا۔ پھر رسولؐ کریم نے ان لوگوں سے حسب منشا حضرت ابو عبیدہ کو ان کے ہمراہ کر دیا کہ ان لوگوں کو وعظ کر کے ان کے دل سے شکوک رفع کریں۔ چند دن کے بعد واعظ کی سعی سے عیسائی علما دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔

تقسیم یمن

خسرو پرویز کے بعد باذان نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ حاکم یمن تھا۔ جب اُس نے وفات پائی تو حضرت رسولؐ خدا نے یمن کو تین حصّوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حصّہ کا حاکم ابو موسیٰ اشعری ہوُا۔ دوسرے کا معاذ بن جبل اور تیسرے کا شہر پسر باذان۔

رسولؐ خدا نے ان ہر سہ عاملوں کو ہدایت کی کہ رشوت حرام ہے۔ زکوٰۃ فرض ہے۔ ظلم نہ کرنا۔ یتیموں اور غریبوں کی آہ سے ڈرنا۔ اہل کتاب کو تملق اور مدارا سے تعلیم اسلام دینا۔

اسلام یمامہ

یمن کے انتظام سے فارغ ہو کر جناب رسولؐ نے صوبہ یمامہ کی طرف توجہ کی جناب علیؑ کو وہاں بھیجا اور فرمایا کہ اے علیؑ اگر تیری سعی سے ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔ شیر خدا توکّل بخدا وہاں گئے اور اس خلوص دل اور خضوع اور خشوع سے کوشش کی کہ قبیلہ عبد المدان تمام مسلمان ہو گیا۔

حجۃ الوداع ۱۰ھ

جب اس روحانی اہتمام اور حقانی انتظام سے رسولؐ خدا فارغ ہوئے تو حج کے ایام قریب آ گئے۔ آپؐ ۲۵ ذیقعد کو مدینے سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابھی آپؐ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص نے حج کرنا ہے وہ ہمراہ چلیں۔ لوگ اشارہ چشم کے منتظر تھے ایک مجمع کثیر اور جمغفیر ہمرکاب ہو لیا۔ عرفات کا سارا میدان انسانی سروں کا ایک قلزم ذخار اور بحر ناپیدا کنار بن گیا۔ یہ ایک عجیب نظارہ تھا۔ عالم جاہل۔ غریب اور امیر منعم اور فقیر۔ جوان اور پیر۔ کالے اور گورے۔ محمود اور ایاز۔ مسکین اور گردن فراز سر کھولے ایک چادر اوڑھے ذوق و شوق مجسم بن کر لبیک لبیک کہہ رہے تھے۔

اللہُ اکبر۔ وہی یتیم جو کفالت کا محتاج تھا۔ جس کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے

Marfat.com

تھے۔ جس پر راہ چلتے ہوئے پتھر پھینکے جاتے تھے۔ جس پر خاک اُڑائی جاتی تھی۔ جس کو شہر سے باہر محصور کیا گیا۔ جس نے غار میں پناہ لی۔ جس نے مکّہ کو بیدل ہو کر چھوڑا۔ جس سے سوائے معدودے چند جان نثاروں کے سب نے مُنہ موڑا۔ اسوقت سالار بیت الحرام بنا کھڑا تھا اور اُس کے علم رحمت کے تلے ایک لاکھ چوبیس ہزار خدا پرست شراب عقیدت سے مخمور اور ارادت کے نشے میں چور کھڑے تھے۔ دل صاف نیت پاک تھی اور مُنہ میں بان بجائے خود مسواک تھی۔

دوپہر کے بعد جبل عرفات پر کھڑے ہو کر عرب کے اُمّی نبیؐ نے ایک خُطبہ پڑھا گویا فصاحت اور بلاغت کے جسم میں جان ڈالدی۔ خلاصہ خُطبہ کا یہ تھا۔

"اے حاضرین اہل اسلام خدا جانے اگلے سال میں تم میں ہوں یا نہ ہوں میری گفتگو غور سے سُنو اور اس پر توجہ کرو۔ یہ مہینہ تمہارے لئے مقدّس ہے۔ اسی طرح ہر سال اس خدا کے گھر میں حاضر ہُوا کرو۔ مسلمانو یاد رکھو کسی کا خون کرنا یا کسی کا حق چھیننا حرام ہے۔ تم نے ایک دن خدا کے روبرو حاضر ہو کر حساب دینا ہے۔ دیکھو عورتوں کے حقوق نہ بُھولنا۔ عورتیں خدا کے حکم سے تمہارے تصرف میں آئی ہیں اگر ان کی حق تلفی کروگے تو خدا کے دیندار ہوگے۔ غلاموں سے سختی نہ کرنا۔ جیسا کھانا خود کھانا ویسا اُنہیں کھلانا۔ جیسا لباس خود پہننا ویسا اُنہیں پہنانا۔ اگر اُن سے کوئی ایسا قصور ہو جائے جسے تم معاف نہیں کرسکتے تو ان پر ظلم نہ کرنا وہ خدا کے بندے ہیں۔ گذارہ نہ ہو تو جُدا کر دینا۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ اپنے بھائی کا مال زبردستی نہ لینا اگر وہ خوشی سے دے تو جائز ہے۔ مسلمانوں قرآن حمید ایسی شے ہے کہ وہ ہدائیت کے راستہ کا چراغ ہے وہ گمراہی سے تمہیں بچائیگا۔ اخلاص اخوت اور اتفاق سے کبھی مُنہ نہ موڑنا یہ تین چیزیں بے بہا ہیں"

خُطبہ سے فارغ ہو کر رسولؐ خدا نے لوگوں سے پوچھا مسلمانوں قیامت کے دن تم سے خدا پوچھے گا کہ میں نے تم سے کیسا برتاؤ کیا اور اپنا فرض کس طرح ادا کیا کہو کیا جواب دوگے چاروں طرف سے صدائیں آئیں کہ آپنے حق رسالت پورا کیا احکام خدا ہمیں بطرز احسن پہنچا دئے۔ یہ سُن کر آپنے آسمان کی طرف دیکھا اور بلند آواز سے تین بار کہا

"اللّٰہم اشہد۔ اللّٰہم اشہد۔ اللّٰہم اشہد" یعنے اے خدا تو گواہ ہو۔ خطبہ سے فارغ ہوئے تو فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

"آج ہم نے دین کو کامل کیا اور تم پر نعمتوں کو پورا کیا اور تمہارے لئے ہم نے اسلام کا دین ہونا پسند کیا"

حج سے فارغ ہو کر ذوالحجہ کے مہینے میں صحابہ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے۔ واپسی میں آپؐ کو معلوم ہوا کہ صوبہ یمامہ کی نظامت میں بعض آدمی حضرت علیؓ سے بدگمان ہیں آپؐ راہ میں ٹھہر گئے لوگوں کی غلط فہمیاں رفع کیں اور حضرت علیؓ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اُن کا ہاتھ پکڑ کہا کہ اے خدا تو اُس کو دوست رکھ جو علیؓ کو دوست رکھے اور اُس کو دشمن رکھ جو علیؓ کو دشمن رکھے اے اللہ جس کا مَیں مولا ہوں اس کا علیؓ مولا ہے۔

باب (۱۶)

۱۱ھ ہجری

وفات

مدینہ میں پہنچ کر جناب رسولؐ نے ۱۱ھ ہجری کے آغاز میں سفر آخرت کی طیاری شروع کردی۔ آپؐ اکثر بقیع اور اُحد کے قبرستانوں میں تشریف لیجا کر دُعا اور استغفار میں مصروف رہنے لگے۔

حضرت عائیشہؓ سے روائیت ہے کہ انہیں ایام میں ایک دن ہم سب مکان میں بیٹھے تھے کہ جناب سیدہ فاطمہؓ تشریف لائیں اور جناب رسولؐ نے اپنی عادت کے موافق بہت پیار سے اپنے پاس بٹھالیا اور فاطمہؓ کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی جسے سُن کر وہ رونے لگیں۔ پھر کچھ آپؐ نے فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں۔ مجھے تعجب ہوا۔ جب فاطمہؓ

جانے لگیں تو میں نے ہنسنے اور رونے کا سبب پوچھا اسوقت اُنھوں نے کچھ نہ بتایا لیکن بعد وفات پیغمبرؐ بتایا کہ آنحضرتؐ نے مجھے کہا تھا کہ اب سفر آخرت درپیش ہے۔ اس پر میں روئی جب اُنھوں نے کہا کہ میرے سب رشتہ داروں میں سے پہلے تم ہی مجھے ملوگی تو میں ہنسنے لگی۔

بخاری سے روایت ہے کہ وفات سے چند دن پہلے آپؐ کوہ اُحد میں تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد کے گنج شہیدان پر الوداعی نماز پڑھی۔ پھر مدینہ کے گورستان بقیع میں جا کر اہل قبور کے لئے آدھی رات کے وقت دُعا کی اور دونوں مقامات پر اِنَّا بِکُم لَلَاحِقُوق کے الفاظ کہے۔

ماہ صفر کے اخیر میں چہار شنبہ کے دن آپؐ جناب میمونہؓ کے گھر میں تھے کہ دردِ سر شروع ہُوا اور لحظہ بلحظہ طبیعت بگڑتی گئی آخر شِدّت کا بخار ہو گیا۔ اسوقت آپؐ نے اُمّ المومنین میمونہؓ کے ہاں سب بیویوں کو بُلوایا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دو تو بیماری کے ایام میں عائشہؓ کے گھر بسر کروں۔ سب نے آپؐ کا منشا دیکھ کر کہا کہ بہت بہتر بسر و چشم یہ سُن کر آپؐ بوجہ نقاہت فضل بن عباس اور علیؓ مرتضیٰ کے سہارے سے جناب عائشہؓ کے حُجرے میں تشریف لائے۔ ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ خدا کے رسولؐ نے اسوقت سر سے رومال باندھا ہُوا تھا میں نے اُسے ہاتھ لگایا تو بدن سے سینک آتا تھا۔ فضل

جب حضرتؐ کی طبیعت ناساز ہُوا کرتی تھی تو یہ دُعا پڑھ کر اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔

اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما

"اے انسانوں کے خدا خوف کو دُور کر دے اور تندرستی عطا فرما۔ شفا دینے والا تو ہی ہے اور اُسی شفا کا نام شفا ہے تو تجھ سے ملے اور ایسی شفا دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔"

حضرت عائشہؓ نے یہ دُعا پڑھی اور رسول کریمؐ کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ حسب دستور ہاتھوں کو جسم پر پھرا دیں مگر آنحضرتؐ نے ہاتھ پرے ہٹا لئے اور فرمایا اللھم اغفرلی

والحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔

صحابہ میں سے کسی کو ذات الجنب کا اندیشہ ہُوا لیکن آپؐ نے فرمایا کہ یہ شیطانی مرض ہے خدا مجھ پر لاحق نہیں کرے گا۔ حرارت کا بہت غلبہ تھا آپؐ دم بدم پہلو بدلتے تھے فرمایا کہ سات مشکیں پوری کی پوری مجھ پر بہا دو۔ اسی وقت سات مشکیں منگائی گئیں اور اُمّ المومنین حفصہؓ کے طشت میں بٹھا کر آپؐ پر بہائی گئیں اس سے آپؐ کو بڑی تسکین ہوئی اور آپؐ نے فرمایا اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیا کو مساجد بنایا۔ پھر دُعا کی کہ اے خدا میری قبر کو میرے بعد بُت نہ بنا دیجو اور لوگوں کو تاکید کی کہ دیکھنا گمراہ قوموں کی طرح گور پرست نہ ہونا۔ ابنائے جنس کے ساتھ نیکی کرنا۔ وفا پیشہ انصار کی رعائت کرنا۔ اہلبیت کی حُرمت کا خیال رکھنا اور عبادت الٰہی نہ چھوڑنا"

اس مرض سے آپؐ بہت کمزور ہو گئے تھے اس لئے حضرت فضلؓ بن عباسؓ اور حضرت علیؓ کے کاندھوں پر سہارا دیتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ اسجگہ مجمع کثیر تھا۔ عورتیں اور لڑکیاں تک دیدار نبیؐ کے لئے گھروں سے نکل آئی تھیں۔ رسولؐ خدا نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مسلمانوں۔ اب میرا وقت قریب ہے اگر میں نے کسی کو کچھ تکلیف دی ہے توسوقت مجھ سے اس کا بدلہ لیلے۔ اگر کسی کا مجھ پر حق ہو صاف ابھی کہدے۔ ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا حضورؐ میرے تین درہم آپؐ کے ذمہ باقی ہیں آپؐ نے اپنے نام سے مجھ سے ایک فقیر کو دلائے تھے۔ آپؐ نے فضل بن عباسؓ کی طرف اشارہ کیا اُنھوں نے فوراً تین درہم ادا کر دیئے اسوقت آپؐ نے فرمایا کہ دُنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت بہتر ہے۔ اخیر میں آپؐ نے حاضرین کے لئے دُعا فرمائی اور بقول طبری یہ آئیت پڑھی۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین

یہ آخرت کا گھر ہے جس کو ہم نے خاص کر اُن کے لئے رکھا ہے جو دُنیا میں کسی طرح کی بڑائی کرنا

نہیں چاہتے اور نہ فساد چاہتے ہیں۔ عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

اس کے بعد آپؐ جناب عائیشہؓ کے حُجرہ میں تشریف لے گئے۔

روائیت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بہت روئے اور آپؐ کی بیماری میں چالیس غلام آزاد کئے۔

مورخان یُورپ کا خیال ہے کہ آپؐ کو نمونیا ہوگیا تھا اور شش میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ ہماری رائے میں نمونیا نہ تھا صرف بخار تھا۔ آپؐ کو چودہ دن بخار رہا اور چودہ دن میں سے گیارہ دن خود نماز پڑھاتے رہے۔ گیارھویں دن عشا کی نماز پڑھانے کے لئے تین دفعہ مسجد میں جانے کی تیاری کی تینوں ہی دفعہ وضو کرتے ہوئے بیہوش ہوگئے۔ آخر فرمایا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں جب حضرت ابوبکرؓ خدا کے رسولؐ کے مصلے پر کھڑے ہوئے تو ان پر اور صحابہ پر اسقدر رقت طاری ہوئی کہ رونے کی آواز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچی اسوقت طبیعت کچھ درست تھی اسلئے مسجد میں تشریف لائے۔ ابوبکرؓ نے چاہا کہ آپؐ کے لئے جگہ چھوڑ دے مگر آپؐ نے ہاتھ سے منع کیا اور اُن کے بائیں ہاتھ نماز ادا کی۔

نماز کے بعد آپؐ نے حاضرین سے کہا کہ مسلمانو اب مَیں تمہیں خالق عالم کے سپرد کرتا ہوں۔ اب مَیں دُنیا سے علیحدہ ہونے والا اور دُنیا چھوڑنے والا ہوں خدا تمہاری نگرانی کرے گا۔

حضرت عائیشہؓ کے پاس سات دینار تھے فرمایا فی سبیل اللہ خرچ کردو تاکہ دُنیا سے بالکل فارغ البالی ہو۔

بخاری میں ہے کہ جس رات صبح کو انتقال ہونا تھا اس رات چراغ کا تیل حضرت عائیشہؓ نے ایک پڑوسن سے عاریتاً منگوایا تھا اور زرہ نبویؐ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو میں گروی تھی۔

آخری دن طبیعت کچھ اسقدر درست ہوگئی کہ لوگوں کو صحت کا احتمال ہوگیا۔ خدا کے رسولؐ نے صبح کے وقت حجرہ عائیشہؓ کا پردہ اُٹھایا جو مسجد کی طرف تھا اور

Marfat.com

دیکھا کہ صفیں درست ہیں مسلمان نماز میں مشغول ہیں اس مقدس نظارہ سے آپؐ کے چہرہ پر بشاشت نمودار ہوئی۔ اور آپؐ نے صبح کی نماز حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں ادا فرمائی جب نماز ادا کر کے واپس تشریف لائے تو یک قلم طبیعت نے پلٹا کھایا اور حالت نزع طاری ہوگئی۔ اسوقت پانی کا ایک پیالہ سرہانے رکھا ہوا تھا۔ رسولؐ اللہ اُس میں ہاتھ ڈال کر ماتھے پر بار بار پھیرتے تھے۔ چہرہ مُبارک کبھی سُرخ کبھی زرد ہوجاتا تھا بقول بخاری زبان پر لاالہ الااللہ ان للموت سکرات کے الفاظ جاری تھے۔ جناب فاطمہؓ پاس بیٹھی تھیں ان کی طرف دیکھا اور فرمایا بیٹی موت آرزوؤں کے خاک میں ملانے والی۔ تمنّاؤں کو قطع کرنے والی۔ عزیزوں میں جُدائی ڈالنے والی۔ عورتوں کو بیوہ اور بچّوں کو یتیم کرنے والی ہے۔ یہ سُن کر جناب سیدہؓ رو پڑی آپؐ نے دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھیں اور فرمایا روؤ نہیں پھر حسنؓ اور حسینؓ آئے دونوں کو نانا سے بہت اُلفت تھی دونوں رونے لگے آپؐ نے دونوں کو چُوما اور اُن کے احترام کے بارے میں وصیّت کی۔ پھر ازواج مطہرہ کو بُلایا اور تشفی دی۔ روائیت ہے کہ اسوقت جناب صفیہؓ کو سخت رنج تھا اُنھوں نے کہا کہ یارسولؐ اللہ آپ کا مرض خدا کرکے مجھے ہوجائے یہ سُن کر حضرت عائیشہؓ نے دوسری ازواج کی طرف دیکھا اور آنکھ سے اشارہ کیا رسولؐ خدا نے دیکھ لیا اور کہا کہ صفیہؓ نے جوکچھ کہا ہے وہ سچّی محبّت کی وجہ سے کہا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بُلایا اُنھوں نے سر مُبارک گود میں لیلیا۔ آپؐ نے فرمایا علیؓ صبر کرو۔ لونڈی اور غلام پر کبھی سختی نہ کرو اُنھیں خوب کھلاؤ پلاؤ اور اُن سے نرمی سے بات کرو۔ حضرت علیؓ باہر چلے گئے تو جناب صدیقہؓ نے سر مُبارک اپنے زانو پر رکھ لیا۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ تشریف لائے اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی حضرت عائیشہؓ کا قول ہے کہ اسوقت طاقت گویائی کم تھی بار بار مسواک کی طرف دیکھتے تھے میں نے پوچھا کیا مسواک چاہئے آپؐ نے اشارہ سے کہا ہاں میں نے مسواک لیکر اپنے مُنہ میں نرم کرکے دی آپؐ نے مسواک لیلی اور کی۔ اسوقت زبان مُبارک سے نکلا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ وماملکت ایمانکم پھر فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ یعنے خدا سب سے

بڑا رفیق ہے۔ اس کے بعد آنکھ کی پتلی پھیلنے لگی اور ۱۳ ربیع سالہ ہجری روز دوشنبہ کو بعمر تریسٹھ سال پانچ دن قمری اور بعمر اکسٹھ سال ۱۵ یوم شمسی بوقت چاشت مطابق ۱۱ جون ۶۳۲ء بنفس قدسی اعلیٰ علیین کو سدھارا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

خدا کے رسول صلعم کی وفات کا جو صدمہ جناب فاطمہؓ کو ہوا قابل بیان نہیں ہے آپ رو رہی تھیں اور فرما رہی تھیں۔ اے پیارے باپ آپؐ جنت کو سدھارے آہ اب وحی کس پر آئیگی اور جبرئیلؑ کس پر اترے گا۔ اے خدا مجھے میرے باپ کے پاس پہنچا دے۔ اے خدا مجھے اپنے رسولؐ کا دیدار دکھا اور میری مصیبت دور کر۔

حضرت عائشہؓ کا غم بھی کسی طرح جناب فاطمہؓ کے غم سے کم نہ تھا۔ اُن کے جگرخراش فقروں سے کلیجے لہو ہو رہے تھے۔ اُن کے اظہار غم کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ میرا درویش وہ میرا فقیر وہ اُمت کی خاطر راتوں کو نہ سونے والا وہ احسان مجسم وہ جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے وہ جس کی نورانی پیشانی زخمی کی گئی وہ جس نے پیٹ بھر کے کبھی جو کی روٹی بھی نہیں کھائی۔ آہ آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔

صحابہ جو آپؐ پر جان دیتے تھے غم سے دیوانے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ اُنہیں یقین بھی نہیں آتا تھا کہ خدا کے رسولؐ نے انتقال فرمایا۔

حضرت ابوبکرؓ گھر میں گئے جسم اطہر دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا۔ پیشانی کو چوما اور بقول بخاری رو رو کر کہا کہ اے میرے رسولؐ تجھ پر میرے ماں باپ فدا واللہ اللہ تجھ پر دو موتیں وارد نہ کرے گا یہی ایک موت تھی جو آپؐ پر لکھی ہوئی تھی۔

جناب عائشہؓ کے حجرہ سے جناب ابوبکرؓ مسجد میں آئے اور آپکی وفات کا اعلان کیا۔ آپنے فرمایا کہ جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ انتقال کر گئے اور جو شخص اللہ پاک کی عبادت کرتا ہے وہ یاد رکھے کہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے اللہ نے فرمایا ہے کہ محمدؐ ایک رسولؐ ہے اُن سے پہلے بہت سے پیغمبر اور رسول ہو چکے ہیں۔ اگر محمدؐ نے وفات پائی ہے تو کیا تم لوگ برگشتہ ہو جاؤ گے اگر برگشتہ ہو بھی جاؤ تو خدا کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو شکر گزار ہیں جزائے خیر دیگا۔

یہ خطبہ سُن کر لوگوں کو جو سراسیمہ اور سرگردان تھے کچھ صبر سا آ گیا۔

روایت ہے کہ سرورِ عالم کے قیام گاہ کے قریب ایک پردہ بنایا گیا اور حضرت علیؓ۔ حضرت عباسؓ۔ حضرت فضلؓ اسامہ۔ قثم اور شقران نے باقاعدہ غُسل دیا۔ امیر الغسال علی مرتضےٰؓ تھے غسل کے وقت جناب کا لباس نہیں اُتارا گیا۔ جس وقت غسل دیا جا رہا تھا۔ حضرت علیؓ کے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے آپ پر میرے ماں باپ قربان یہ درد لا دوا ہے۔ اس غم کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ مصیبت کبھی جا نہیں سکتی آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کبھی نہ گئی تھی۔ اپنے رب کے روبرو جا کر ہمیں بھول نہ جانا۔

کفن کے بارے میں مختلف روایات ہیں تحقیق یہ ہے کہ آپ کو تین کپڑوں میں دفنایا گیا۔ پہلے رشتہ داروں نے۔ پھر مردوں نے۔ پھر عورتوں نے۔ پھر بچوں نے نماز پڑھی۔ اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ جناب عائشہؓ چونکہ اسقدر وسیع نہ تھا کہ بہت سے آدمی یکبارگی وہاں نماز پڑھ سکتے اس لئے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ دس دس شخص اندر جاتے تھے اور جب وہ فارغ ہو کر باہر آتے تو دس اور اندر جاتے تھے یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا اس لئے جناب سرورِ عالم انتقال سے قریباً ۳۲ گھنٹوں کے بعد حجرہ جناب عائشہؓ میں دفن ہوئے۔

دفن کے بعد جناب فاطمہؓ نے نہایت حسرت اور رنج کے ساتھ حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تم نے کس دل سے میرے باپ کو زمین میں اُتارا اور اس پر اسقدر مٹی ڈالی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ حکم رب یہی تھا صبر کرو۔

اگرچہ وہ مقدس مشعل ہماری دُنیاوی نگاہوں سے غائب ہے مگر سیکڑوں جھاڑ ہزاروں فانوس اور سرو چراغاں۔ اور لاکھوں قندیلیں۔ کنول۔ چھاپے۔ اِکے اور دئے جو اُس سے روشن ہوئے اب تک جگمگ کر رہے ہیں اور قیامت تک علم اور سائنس کی آنکھیں ان سے خیرہ ہوتی رہینگی۔

باب (۱۷)

طبعی عادات اور حالات

حلیہ مبارک

آنحضرتؐ کی تصویر لفظوں کے ذریعہ اُتارنے کو ہم نے بہت چاہا کہ ہمیں شبیہ مبارک کہیں سے دستیاب ہو مگر بڑی چھان بین کے بعد یہی ثابت ہوا کہ آپؐ نے کسی مصوّر کو تصویر کھینچنے کی اجازت نہیں دی۔ بُت شکنی کی بیخ کنی کے لئے آپؐ تصویروں کے ہمیشہ مخالف رہے۔ آپؐ کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ گھر میں ایسا پردہ لٹکایا جائے جس پر تصویر تھی۔ فوراً وہ پردہ اُتارا گیا اور پھاڑ دیا گیا اور جناب عائشہؓ کو اجازت نہ دی کہ تصویر دار تکیہ گھر میں رکھیں۔

ہارمس ورتھ نے اپنی مشہور کتاب تاریخ جہان کی جلد پانچ صفحہ ۱۹۰۱ پر جہاں اسلام کے زمانۂ شجاعت کا ذکر ہے ایک تصویر جناب رسولؐ کی درج کتاب کی ہے۔ جس میں صاحب تصویر کی لمبی مونچھیں کانوں تک ہیں اور ان سے ہونٹ بالکل دکھائی نہیں دیتے اور طُرفہ یہ ہے کہ عمامہ پر سامنے کی طرف ایک پروں کا طرّہ آویزاں ہے یہ تصویر بالکل خیالی ہے اس میں وہ باتیں مطلق نہیں ہیں جن کا ذکر پرانی عربی کتابوں میں موجود ہے۔ تعجب ہے ہارس ورتھ جیسے معزز مصنف نے ایسی سخت غلطی کر کے اپنی عزت کے دامن پر داغ لگالیا۔

مولوی حاجی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار نے بھی ایک بار ایک لائیتی اخبار میں جناب رسولؐ کی خیالی تصویر دیکھی تھی۔ یہ تصویر ایک بڑے صفحے پر ہے۔ ایک شخص عربی لباس میں باریش و فش کھڑا تھا اور اُس کے شانہ پر ایک کبوتر بیٹھا ہوا تھا۔ خیال فرمائیے کہ بانی اسلام اور یہ تصویر۔

واشنگٹن ارونگ سے بھی اسی قسم کی غلطی سرزد ہوئی ہے مورخوں کے لئے ایسی

Marfat.com

جرأت ہماری رائے میں اخلاقی گناہ ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا۔

صوفی منش اصحاب نے حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے اس مبالغہ سے کام لیا ہے کہ اُن کی نازک خیالی کو کاغذی پیرہن پہنانے کی گستاخی ہم سے نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک ہماری تحقیقات کو رسائی ہو سکی ہے اس سے حلیہ مبارک حسب ذیل ثابت ہوتا ہے:۔

قامت میانہ تھا۔ نہ بہت لمبا نہ ٹھنگنا۔ یُوں کہنا چاہیئے کہ بلندی کی طرف راغب تھا اور جس مجمع میں آپؐ کھڑے ہوتے تھے سب سے سربلند معلوم ہوتے تھے۔ رنگ سُرخ و سپید تھا مگر باملاحت۔

روائیت ہے کہ جناب عائشہؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ زیادہ حسین ہیں کہ یُوسف علیہ السلام۔ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں ملیح ہوں اور بھائی یوسفؑ بہت گورے تھے۔

مصنف تاریخ حبیب اللہ رقم طراز ہے کہ آپؐ کے ملیح ہونے میں ایک نکتہ ہے۔ نمک کی یہ تاثیر ہے کہ دوسرے کو آپ سا کر لیتا ہے ؎

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شُد آخر

سر بڑا تھا بال لمبے اور گھنے۔ کبھی دوش مُبارک تک ہوتے تھے کبھی نرمہ گوش تک۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ بالوں میں مانگ نکالتے تھے برخلاف اس کے یہودی بالوں کو یُوں ہی چھوڑ دیتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ بھی یہودیوں ہی کی موافقت کرتے تھے۔ کان موزون تھے۔ پیشانی فراخ اور روشن تھی۔ ابرو کمان کی صورت پیوستہ معلوم ہوتے تھے مگر فی الحقیقت پیوستہ نہ تھے دونوں میں فرق تھا اور دونوں کے درمیان ایک رگ تھی کہ غصہ کے وقت پھُول جاتی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی دلکش تھیں جن میں سُرخ ڈورے نہائیت خوبصورت معلوم ہوتے تھے آنکھوں کی پُتلیاں سیاہ تھیں۔ جناب کی آنکھیں بغیر سُرمہ سُرمگین تھیں۔ رُخسارے پُر گوشت اور نرم لیکن پھُولے ہوئے نہ تھے۔ ہونٹ نہائیت خوشنما نہ فراخ مگر موزوں دانت سفید اور مجلےّ تبسم کے وقت ان میں بجلی کی چمک نمودار ہوتی تھی۔ چہرہ بحالت مجموعی نہائیت دلکش۔ آواز میں بھاری پن

Marfat.com

ریش بھری ہوئی تھی۔گردن بلند اور سانچے میں ڈھلی ہوئی۔دوش پرگوشت تھا۔ دونوں کندھوں میں فرق تھا جیسا کہ طاقتور آدمیوں میں ہُوا کرتا ہے۔سینہ فراخ۔پٹھّے اور جوڑ مضبوط تھے۔ہاتھ نرم اور ملائم تھے۔بغلیں سفید جن میں بال قدرتاً نہ تھے۔دونوں کندھوں کے درمیان ایک گوشت کا ٹکڑہ بیضہ کبوتر کی طرح اُبھرا ہُوا تھا اس کے گرد تل اور چھوٹے چھوٹے بال تھے اس کو مُہرِ نبوّت کہتے ہیں۔سینہ کے سوا اور کہیں جسم پر بال نہ تھے۔شکم بالکل ہموار تھا توند کا کہیں نام و نشان ہی نہ تھا۔

آپؐ کا پسینہ خوشبودار تھا۔خطیب ابن عساکر ابو نعیم ویلمی نے دو طریقہ پر محمد بن اسمٰعیل بخاری سے روایت کی ہے اور بخاری سے عمر بن محمد بن جعفر نے ان سے ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ نے ان سے ہشام بن عروہ نے انہوں نے اپنے باپ سے اور اُن کے باپ نے حضرت عائیشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ جناب صدیقہؓ بیٹھی ہوئی سوت کات رہی تھیں اور آنحضرتؐ اپنا جوتا سی رہے تھے کہ آپؐ کی پیشانی پر عرق آنے لگا اور پسینہ میں ایسا نُور پیدا ہُوا کہ آپ مبہوت ہوگئیں۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ آپؐ بیخود کیوں ہوگئیں تو اُنہوں نے کہا کہ آپؐ کی پیشانی عرق آلودہ ہو رہی ہے اور پسینہ ایسا نُور پیدا کر رہا ہے کہ آپ کبیر الہذلی شاعر کے اشعار کے پورے مصداق ہیں۔یہ سُن کر جناب رسولؐ نے حضرت عائیشہؓ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور بہت خوش ہوئے۔

ابن عساکر نے حضرت عائیشہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ صبح کے وقت کپڑا سی رہی تھیں ابھی مُنہ اندھیرا تھا۔اُنہوں نے سوئی کو ڈھونڈا نہ ملی اتنے میں جناب رسولؐ آگئے آپؐ کے چہرۂ اقدس کی نُورانی ضیا سے وہ سوئی مل گئی۔ جناب صدیقہؓ نے اس واقعہ سے آپؐ کو آگاہ کیا آپؐ نے فرمایا اے حمیراؓ افسوس ہے۔ پھر افسوس ہے پھر افسوس ہے اس شخص پر جسنے نظر کو میرے چہرہ سے حرام کیا۔

ابو نعیم نے حضرت عائیشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم خوبصورتی میں احسن الناس تھے رنگ میں انسانوں سے زیادہ نُورانی تھے۔آپؐ کے

Marfat.com

چہرۂ مبارک کا پسینہ موتی کی طرح چمکتا تھا اور خوشبو میں مشک کی نظیر تھا۔

روایت ہے کہ جو آپؐ سے مصافحہ کرتا تھا تمام دن اُس کے ہاتھ میں خوشبو آتی تھی اور پسینہ عطر سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ جس کوچہ سے آپؐ گذر جاتے تھے وہاں سے روح افزا خوشبو آنے لگتی اور لوگ جان جاتے تھے کہ آپؐ یہاں سے گذرے ہیں۔

پُرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ پس پُشت سے آپؐ کو ویسا ہی نظر آتا تھا جیسا کہ سامنے سے اور آپؐ کا سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ جسم کثیف ظلمانی کا ہوتا ہے نہ لطیف نورانی کا۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎

پیغمبرؐ نداشت سایہ تا شک بدن یقین نیفتد
یعنے ہر کس کہ پیرو اوست پیداست کہ بر زمین نیفتد

ڈاکٹر ہنری سمتھ ولیمز کی تاریخ جہان میں جو پچیس جلدوں میں ہے جلد آٹھ کے صفحہ ۱۳۲ پر جو حُلیہ مُبارکؐ جناب رسولؐ کا درج ہے وہ اس جلد سے جو ہم نے اوپر لکھا ہے بہت ملتا جُلتا ہے۔ اس نے ابن سعد سے لیا ہے۔

طرز معاش — بود و باش اور خورد و نوش میں آپؐ نہایت سادگی طلب تھے کسی قسم کا کھانا ہو جو آپؐ کے روبرو رکھدیا جائے تناول فرمالیتے تھے صرف صدقہ کے گوشت یا ایسے جانور کے گوشت سے جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے نفرت تھی۔ کئی دن تک برائے نام غذا استعمال کرتے تھے آپؐ نے جناب صدیقہؓ سے ایک دن فرمایا کہ اے عائشہؓ تو ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کر اُنھوں نے دریافت کیا کہ کس سے تو حضورؐ نے فرمایا بھوک سے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات چھوہاروں اور خالص پانی پر بسر کرتے تھے۔ اَن چھنا جو کا آٹا آپؐ کی بڑی خوراک تھی۔ مولانا عبداللہ صاحب لکھنوی حضرت رسالت مآبؐ کی غذا کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

آپؐ کا معمول تھا کہ جب کھانا آتا تو نہ پھیرتے اور نہ کسی خاص غذا کے فراہم کرنے کی زحمت گوارا کرتے۔ جب پاک اور اچھی غذا سامنے لا کے رکھی جاتی تو اُسے

ضرور تناول فرماتے اور کسی کھانے کو بُرا نہ کہتے۔ جی چاہتا تو کھا لیتے اور نہ جی چاہتا تو چھوڑ دیتے۔ حلوا اور شہد بہت مرغوب خاطر تھا۔ اکثر ایک پیالہ پانی اور شہد کا پیتے۔ جیسے مزہ لے کر اور جرعہ جرعہ کرکے پیتے تھے پھر اُس کے بعد ٹھہرے رہتے یہانتک کہ کھُل کے بھُوک لگتی تب پانی یا روغن کے ساتھ تھوڑی سی جَو کی روٹی ملاحظہ فرماتے۔ صاحب سفر السعادت کے بیان کے موافق صحیح طور پر ثابت ہُوا ہے کہ آپؐ نے مندرجہ ذیل جانوروں کا گوشت ملاحظہ فرمایا ہے:۔

اونٹ۔ بھیڑ۔ مُرغی۔ سرخاب۔ خرگوش مچھلی اور ایک جانور جسے عنبر بحری کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ آپؐ نے کھجور اور چھوہارے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ دودھ کبھی پانی ملا کے اور کبھی خالص نوش فرمایا ہے۔ روٹی چھوہارے کے ساتھ کھائی ہے اور سرکے سے اور صاف کی ہوئی چربی سے ملا کے بھی تناول فرمائی ہے اور جس پانی میں کھجوریں یا چھوہارے بھگوئے گئے تھے اس کو کھیر کے ساتھ ملا کے کھایا ہے۔ بھیڑ کی بھُونی ہوئی کلیجی۔ اُبلا ہُوا گوشت۔ پنیر اور شوربے میں توڑی ہوئی روٹی یعنے ثرید۔ روغن زیتون کے ساتھ روٹی مسکہ کے ساتھ چھوہارے اور تربوز کے ساتھ کھجوریں ملاحظہ فرمائی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کوئی بھی حلال وطیب غذا ہوتی آپؐ نہ پھیرتے اور کچھ نہ ملتا تو صبر فرماتے حتیٰ کہ بھوک کی شدت سے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دو دو اور تین تین مہینے گذر جاتے تھے اور گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔ کھانے کے بعد کوئی نہ کوئی دُعا ضرور پڑھتے جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

الحمد للہ الذی اطعمنی الطعام وسقانی الشراب وکسانی العراۃ و هدانی الضلالۃ وبصر من العمی علی کثیر ممن خلق تفضیلا الحمد للہ رب العلمین

روایت ہے کہ آنحضرتؐ اپنے گھر میں ایک باکرہ لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ آپؐ اپنے گھر کے لوگوں سے کبھی خود کھانا نہ مانگتے تھے جو کچھ وہ آگے رکھ دیتے تھے کھا لیتے تھے۔ کبھی خود اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے لے لیتے تھے۔ ایسے ہی پہننے کی حالت تھی کہ آپؐ خود کسی قسم کا لباس نہ مانگتے تھے۔ جو پیش کیا جاتا وہ پہن لیا کرتے تھے۔ اپنے جوتوں میں اور

Marfat.com

پارچات میں خود پیوند لگالیا کرتے تھے۔ آپؐ کے پاس ایک چمڑے کا گدیلا تھا جسمیں ناریل کے ریشے بھرے تھے۔ یہ ۲ گز لمبا اور سوا گز چوڑا تھا کبھی اس پر اور کبھی ٹاٹ پر سو جاتے تھے اور ٹاٹ کے نقش آپؐ کے جسم پر نمودار ہو جاتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد تھا کہ رات کو بھوکھا نہ سونا چاہیئے اس سے انسان قبل از وقت بوڑھا ہو جاتا ہے زاد المعاد میں آیا ہے کہ کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کھانا بھوک رکھ کر کھانا چاہیئے ایک تہائی حصہ معدہ کھانے کے لئے ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی خود معدے کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ گھر کا کام کاج خود کرتے تھے طبیعت میں مطلق انانیت یا سختی نہ تھی۔ مولیشی کو چارہ خود ڈالتے تھے۔ اونٹ باندھتے تھے۔ گھر میں صفائی کرتے تھے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے خادم کو کام کاج میں مدد دیتے تھے۔ سلام میں ادنےٰ اعلیٰ سے سبقت کرتے تھے۔ کوئی کیسا ہی حقیر ہو کسی کی دعوت رد نہ فرماتے تھے۔ نیک خو کریم الطبع اور کشادہ رو تھے۔

روائیت ہے کہ ایک سفر میں اصحاب نے ایک بکری ذبح کی اور آپس میں کام تقسیم کر لئے۔ ایک نے کہا کہ کھال صاف میں کر دوں گا ایک نے کہا کہ گوشت میں بناؤں گا ایک نے کہا کہ میں پکاؤں گا آپؐ نے فرمایا کہ لکڑیاں جنگل سے میں اٹھا لاؤں گا۔ ہر چند صحابہ نے اصرار کیا آپؐ نے نہ مانا اور جا کر لکڑی اٹھا لائے۔

حضرت انس بن مالک آپؐ کے خادم تھے وہ کہتے ہیں کہ دس برس میں نے آپکی خدمت کی جسقدر سفر اور حضر میں میں آپؐ کا کام کرتا تھا اس سے زیادہ آپؐ میرا کام کرتے تھے اس دس سال کے عرصہ میں آپؐ نے نہ مجھے جھڑکا نہ گالی دی نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا۔ بخاری میں ہے کہ ایک دن اسی کے حق میں آپؐ نے دعا کی کہ الٰہی اسے بہت مال اور اولاد اور اس میں برکت دے۔ آپؐ کھل کھلا کر کبھی نہیں ہنستے آپکی ہنسی تبسم تک محدود تھی لیکن چشم پُر آب اکثر ہو جاتے تھے۔ نماز تہجد میں بسا اوقات رو پڑتے تھے۔ ایک بار جب آپؐ کی انّا حلیمہ کی لڑکی اسیران جنگ میں برو آئی

تو چشم پُرآب ہوئے۔ جب جناب زینبؓ آپؐ کی دختر کا ہار جو اُن کو جہیز میں جناب خدیجہؓ نے دیا تھا آپؐ نے دیکھا تو رو دیئے۔ آپؐ کے فرزند ابراہیم کی تدفین کے وقت آپکی آنکھیں نم تھیں جب آپؐ کی نواسی دختر زینبؓ سانس توڑ رہی تھی تو آپؐ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔

ایک بار ابن مسعود قرآن مجید تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آئیت پر پہونچے۔

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھولاء شھیدا

یعنے تب کیسی ہوگی جب ہر ایک اُمت پر خدا ایک گواہ کھڑا کرے گا اور آپ کو سب اُمتوں پر شہادت کے لئے کھڑا کرینگے تو آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

تحمل

مختصر یہ کہ آپ انتہا کے رقیق القلب تھے۔ متحمّل مزاج اسقدر تھے کہ بشر کے لئے اسقدر تحمّل ناممکن ہے۔

زید بن سعنہ یہودی کا آپؐ نے قرضہ دینا تھا وہ یوم وعدہ سے تین دن پہلے آگیا اور شدید تقاضا کیا یہاں تک کہ آپؐ کی چادر شانہ سے اُتار لی اور کہا کہ تمہارا خاندان مشہور نادہند ہے یہ حال دیکھ کر حضرت عمرؓ کو غصّہ آگیا اُنہوں نے یہودی کو جھڑکا۔ آپؐ نے بہ لب تبسّم آمیز فرمایا کہ عمرؓ تمہیں لازم تھا کہ مجھے حُسن ادائیگی اور ان کو حُسن تقاضا سکھلاتے یہ کہکر یہودی کو کہا کہ ابھی تو تین دن باقی ہیں لیکن اپنا روپیہ لیجا یہ کہہ کر قرضہ ادا کر دیا اور بیس صاع زیادہ دیئے یہ اسلئے کہ عمرؓ نے اسے کیوں ڈرایا اور دھمکایا۔ یہ حال دیکھ کر یہودی مسلمان ہُوا اور کہنے لگا کہ مجھے آپ کے تحمّل کا امتحان منظور تھا۔

امام بخاری سے روائیت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور آنحضرتؐ کی چادر کو جو موٹے کنارے کی تھی جھٹکا دیا اور اس زور سے جھٹکا دیا کہ اس کا کنارہ آنحضرتؐ کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا۔ اعرابی بولا کہ محمد یہ مال خدا جو تیرے پاس آئے نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلا دے آپؐ نے ذرا خاموشی کے بعد کہا مال بیشک خدا کا ہے مَیں اُس کا غلام ہوں یہ کہکر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر خرما اُسے دیئے جائیں۔

طائف میں جو زیادتی آپؐ پر ہوئی وہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ پتھروں کی بوچھاڑ سے آپؐ لہو میں نہا گئے اور بیہوش ہو گئے مگر پھر بھی زبان پر بددُعا نہ آئی۔

جنگ اُحد میں کافروں نے زخمی کیا۔ غار میں گرایا۔ دانت توڑے۔ سر پھوڑا۔ مگر پھر بھی کسی کو بددُعا نہ دی۔ صحابہ نے اصرار کیا تو فرمایا میں رحمت ہوں لعنت کے لئے نبی بن کر نہیں آیا۔ پھر بجائے بددُعا کے دُعا کی الٰہی ان لوگوں کو نیک ہدائیت دے۔

جناب عائشہ صدیقہؓ کا مزاج بوجہ تقاضائے عُمر کسی کسی وقت تیز ہو جاتا جب وہ کسی پر ناراض ہوتی تھیں تو آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ اے عویش یہ دُعا مانگ۔

"اے اللہ بخشدے میرے گناہ اور دُور کر میرے غصّہ کو اور بچا مجھے فتنوں سے"۔

جب جناب صدیقہؓ آنحضرتؐ سے روٹھ جاتی تھیں تو آپؐ نہائیت تحمّل سے اُنہیں مناتے تھے اگر وہ نہ منتی تھیں تو فرمایا کرتے تھے اچھا کسی کو حکم بنالو۔ ایک دفعہ ایسا ہی معاملہ درپیش ہُوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا عمرؓ کو حکم بنالو۔ صدیقہؓ نے کہا نہیں وہ بہت سخت ہیں میں اپنے باپ کو حکم بناتی ہوں چنانچہ ابوبکرؓ بُلائے گئے وہ اُٹھ کر صدیقہؓ کو مارنے لگے آپؐ دوڑ کر رسول خدا کی پُشت سے لگ گئیں جب ابوبکرؓ چلے گئے تو پھر روٹھ بیٹھیں۔ آنحضرتؐ ہنس پڑے کہ ابھی تو میری پیٹھ سے لگی بیٹھی تھی اب بُلاتا ہوں تو آتی نہیں۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ غصّہ میں تھیں آپؐ نے فرمایا عائشہؓ جس شخص کو نرمی سے بہرہ ور کیا گیا اُسے دین و دُنیا کی نعمتوں کا حصّہ دیا گیا جو نرمی سے محروم کر دیا گیا اُسے دین و دُنیا کی نعمتوں سے کچھ حصّہ عطا نہیں کیا گیا۔ اللہ خود نرم ہے اور نرمی پسند کرتا ہے۔

ایک دفعہ جناب عائشہؓ کی سواری میں ایک شوخ اونٹ تھا وہ اُس کو سختی سے کبھی دائیں کبھی بائیں پھراتی تھیں یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے عائشہؓ سہولت اور ملائمت اختیار کر یہ ایسی شئے ہے کہ جس چیز میں برتو اُسی کو زینت ہو جائے اور جس میں نہ ہو اُسی کو معیوب کر دے۔

شفا قاضی عیاض میں ہے کہ ایک دن سواد بن عمر آنحضرتؐ کے روبرو رنگین ریشمی کپڑا پہنے ہوئے آ گئے۔ آپؐ نے خط خط فرمایا اور اُن کے شکم میں چونکا بھی دیا اُنھوں نے

کہا کہ میں قصاص لوں گا آپؐ نے فوراً اپنا شکم برہنہ کر دیا۔

تواضع

تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپؐ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے تھے۔ سلام میں سبقت کرتے تھے۔ مصافحہ کے لئے خود ہاتھ پھیلاتے تھے۔ صحابہ کو کنیت کے ساتھ پکارتے تھے۔ کبھی کسی کی بات قطع نہ فرماتے تھے۔ اگر نفل نماز میں ہوتے اور کوئی آجاتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اور اُس کی ضرورت کو پوری کر کے پھر نماز میں مصروف ہوتے۔ اکثر متبسّم رہتے۔ آپؐ کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا اس سے آگے کوئی جانور نہ بڑھ سکتا تھا۔ ایک عربی اپنی سواری پر آیا اور عضباء سے آگے نکل گیا۔ مُسلمانوں کو اُس کی یہ حرکت ناگوار معلوم ہوئی تھیں آپنے مُسکرا کر فرمایا کہ خدا اگر کسی کو اونچا اُٹھاتا ہے تو نیچا بھی دکھاتا ہے۔

فروتنی

فروتنی اسقدر تھی کہ آپؐ اپنی وہ تعریف جس سے دوسرے نبی کی کسرِ شان ہو پسند نہ فرماتے تھے ایک شخص آیا اور اُس نے کہا یا خیر البریّہ آپنے فرمایا کہ یہ شان حضرت ابراہیمؑ کی ہے ایسا نہ کہو۔

ہم نے بخاری میں آنحضرتؐ کا حکم لاتخیرو بین الانبیا حال میں دیکھا ہے ہم پہلے اس کے واقف نہ تھے اور عالم ناواقفی میں نعتوں میں اس قسم کے اشعار مثلاً ؎

جناب خضرؑ دیوانے سے حضرت کے نہ ملجائیں
نصیبِ دشمناں سکتہ نہ ہوجائے بیاباں میں

اور ؎

جمال احمدی کا حُسن کے شُہرہ حضرت یُوسفؑ
کبھی چُھپتے تھے زنداں میں کبھی چاہِ کنعاں میں

اور ؎

تمہارا اسم اعظم گر نہ کھدواتا نگینے پر
تو رہتا مور تک باقی نہ سرکار سلیماںؑ میں

ترا گر نام لے لیتا تو بینا پل میں ہوجاتا
رہا کیوں انتظارِ پیرہن میں پیر کنعاں میں

میں دیوانہ ہوں حضرتؐ کا ذرا ادریس سے کہدو
کریں تارِ نفس سے وہ رفو مرے گریباں میں

کُھدائیں اسم اعظم ہم انگوٹھی کے نگینے پر
سُنا ہے اسم کندہ تھا کوئی مُہر سلیماں میں

پے تعظیم حضرت پُشت خم سب انبیا یونہی
کہ شاخِ بارور جیسے جُھکی ہو باغ رضواں میں

ہمیں عشق پیمبر ہے زلیخا سے کوئی کہدے
کئی یُوسف گدا ہیں کوچۂ چاک گریباں میں

Marfat.com

اپنے کہے ہوئے نعتیہ کلام میں نظم کرتے رہے یہ حکم ہم کو بعد میں معلوم ہوا اس لئے ہم صدق دل سے اگر ہم سے کوئی حکم عدولی ہوگئی ہے تو معافی مانگتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا محض جوش عقیدت میں کیا۔

بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ آپؐ کسی بیاہ میں شامل ہوئے۔ لڑکیوں نے آپکو دیکھا تو گانے لگیں کہ ہمارا پیغمبر ایسا ہے کہ کل کی بات بتا دیتا ہے۔ آپؐنے ان کو مخاطب کرکے فرمایا لڑکیو یہ نہ کہو۔

ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور آپؐ کی ہیبت سے لرز گیا آپؐنے اس کو تسلی دی اور کہا مَیں بادشاہ نہیں ہوں مَیں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (بخاری)

بوڑھوں کی عزت

عُمر رسیدہ اشخاص کی آپؐ بہت عزت کیا کرتے تھے۔ فتح مکّہ کے وقت ابوبکرؓ اپنے بوڑھے باپ کو بیعت اسلام کے لئے لائے آپؐنے ان کی تعظیم کی اور کہا کہ ان کو کیوں تکلیف دی مَیں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

دشمنوں پر رحم

جب مکّہ میں سخت قحط پڑا لوگوں نے ہڈیاں اور مُردار بھی کھانے شروع کردیئے۔ ابوسفیان ان دنوں آپؐ کا جانی دشمن تھا۔ آپؐ کے پاس آیا اور کہا کہ محمدؐ تم تو لوگوں کو رحم کی تعلیم دیتے ہو۔ تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے خدا سے دُعا کیوں نہیں کرتے آپؐنے فوراً دُعا کی اور خوب ہی بارش ہوئی۔ (بخاری)

حدیبیہ کے میدان میں جبوقت مسلمان نماز میں مصروف تھے اسّی آدمی چُپکے سے کوہ تنعیم سے اُترے تاکہ مسلمانوں کا کام تمام کردیں مگر سب گرفتار ہوگئے آپؐنے سب کو بلا کسی قسم کے معاوضہ کے آزاد کردیا۔

فتح حنین کے بعد تمام اسیران جنگ کو بلاکسی فدیہ یا سوا کے رہا کردیا۔ یہ عام حکم تھا کہ اسیران جنگ کی غذا اور لباس عُمدہ ہوں۔

بدر کے قیدی جب آئے تو وہ سوار تھے اور مسلمان پیادہ پا۔

فتح مکّہ کے بعد ان تمام ظالموں کو جنہوں نے آپؐ کو سخت تکلیف دی تھی معاف کردیا

Marfat.com

اور معافی کا عام حکم دیدیا۔

ہبار کو بھی جسنے جناب زینبؓ کو نیزہ مارا تھا اور وہ گر گئی تھیں اور حمل ساقط ہو گیا تھا معافی مل گئی۔

سخاوت

سخاوت اسقدر تھی کہ تمام عمر کبھی کسی سائل کو نہ جھڑکا نہ کسی سے درشت کلامی کی اگر پاس کچھ نہ ہوتا تھا تو نہایت منت کے ساتھ معذرت کرتے تھے جیسے کوئی معافی مانگتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو خیرات نہ کرے اس کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔

اسد الغابہ میں ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ کے پاس چھ اشرفیاں تھیں۔ چار تو آپؐ نے خرچ کر دیں دو باقی رہ گئیں ان کی وجہ سے تمام رات نہ سوئے۔ عائیشہؓ نے کہا کہ بات ہی کیا ہے صبح ان کو بھی خیرات کر دیجئے گا آپؐ نے فرمایا کہ اے حمیراؓ کیا خبر ہے کہ صبح تک میں زندہ رہوں گا۔

ایک دفعہ آپؐ نے عائیشہؓ کو کہا کہ اے صدیقہؓ دوزخ سے بچنے کی فکر کرو خواہ چھوارے کا ایک ٹکڑہ ہی خدا واسطے دیا جائے۔

ایک دفعہ ایک فقیر نے سوال کیا آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس تو اسوقت کچھ نہیں ہے تم میرے نام پر قرض لیلو میں اُتار دوں گا۔ عمر فاروقؓ نے کہا کہ آپؐ اپنی قدرت سے بڑھ کر کام کرتے ہیں آپؐ خاموش ہو گئے۔ ایک انصار نے کہا کہ بیشک وہ خدا مالک ہے تنگدستی کا کیا ڈر ہے۔ رسولؐ خدا ہنس پڑے اور چہرہ پر بشاشت کے آثار نمودار ہوئے فرمایا کہ ہاں مجھے یہ ہی حکم ہوا ہے (شفا قاضی عیاض)

ایک بار ایک فقیر کو نصف وسق غلہ قرض لیکر دیا جب قرضخواہ وصولی کے لئے آیا تو ایک وسق دیا اور فرمایا آدھا قرض کا اور آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا اگر کوئی شخص مقروض مرجائے اور قلاش ہو تو آپؐ اُس کا قرضہ ادا فرماتے تھے اگر کوئی مال چھوڑ جائے تو اُس کے وارثوں کو دلاتے تھے۔ (بخاری)

ابن ماجہ سے روائیت ہے کہ آپؐ نے صدیقہؓ سے فرمایا کہ اے حمیراؓ اگر کوئی پانی۔ آگ اور نمک مانگے تو ان تینوں چیزوں کے دینے سے کبھی انکار نہ کرنا چاہئے یہ

بہت کارآمد ہیں۔

صدق

آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ نبوت سے پہلے ہی آپؐ کو امین کا خطاب قوم نے دیدیا تھا۔ ابوجہل جیسے سیہ قلب نے اقرار کیا کہ محمدؐ تو جھوٹا نہیں ہے لیکن تیری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔

شرم وحیا اور عصمت

شرم وحیا عفت اور عصمت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ پردہ نشین لڑکی سے بڑھکر باحیا تھے۔ اگر کوئی مکروہ بات آپؐ کے روبرو کی جاتی تھی تو چہرہ مبارک فوراً بدل جاتا تھا۔ کبھی کسی مکروہ مجلس میں شامل نہیں ہوئے۔ آپؐ کو کبھی کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ تعمیر کعبہ کے وقت آپؐ کے چچا نے آپؐ کو زبردستی برہنہ کیا تو فوراً بیہوش ہوگئے۔

صدقہ

صدقہ آپؐ نے کبھی قبول نہیں کیا۔ ہدیہ صرف اہل کتاب سے منظور فرمایا۔ مشرکوں سے نہیں لیا۔ مقوقش شاہ مصر نے جو خچر بھیجا وہ قبول فرمایا۔ لیکن عامر بن مالک کے گھوڑے واپس کر دیئے۔ (زاد)

عدل وانصاف

انصاف کا یہاں تک خیال تھا کہ کسی کی رعائت نہ کرتے تھے۔ فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی۔ لوگوں نے اسامہؓ سے جو رسولؐ کے بہت مقبول تھے سفارش کرائی آپؐ نے فرمایا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو۔ سنو اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی ایسا کرتیں تو میں حد جاری کرتا۔ (بخاری)

مردانہ ورزشیں

امہات المومنین سے مساوات برتتے تھے سب کے مکان یکساں تھے اور باریاں مقرر تھیں۔ تیر افگنی شہسواری۔ نیزہ بازی۔ ان ایام میں تمام شریف خاندانوں کے نوجوان سیکھا کرتے تھے مگر آپؐ نے ان فنوں میں سے کسی کو بھی اکتسابا حاصل نہیں کیا البتہ مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے تھے۔

رکانہ عرب کا مشہور شہسوار تھا اور بڑا پہلوان تھا وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ جناب رسولؐ نے اسے تین بار پچھاڑا۔ (شفاء عیاض)

تیر افگنی میں آپؐ حصہ لیا کرتے تھے اور نشانہ بازی کا شوق دلایا کرتے تھے۔

گھوڑوں کی دوڑ آپؐ دیکھا کرتے تھے۔ لمبی دوڑ پانچ یا چھ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک

Marfat.com

میل کی ہوتی تھی۔ (بخاری)

عیادت بیماراں

عیادت بیمار آپؐ ثواب سمجھتے تھے صحابہ میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تھا تو اُسکے گھر تشریف لیجاتے تھے اُس کے پاس بیٹھ کر تسلی دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی لڑکا جو آپؐ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہُوا تو اُس کے گھر میں عیادت کو گئے۔ (زاد)

خاموشی

آپؐ بڑے شیریں گفتار اور عذب البیان تھے مگر خاموشی پسند تھے اور بلا طلب گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپؐ کی آواز میں کشش تھی اسلئے کُفار اس کو جادُو کہتے تھے۔

بچوں سے برتاؤ

آپؐ کو بچوں سے اُلفت تھی جب بچوں کے پاس سے گذرتے تھے تو ان کو خود السلام علیکم کیا کرتے تھے ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرتے تھے اور گود میں اُٹھا لیا کرتے تھے کبھی کبھی اُن سے مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ محمود بن الربیع کی عُمر پانچ برس کی تھی ایک دن وہ جناب رسولؐ کے روبرو آئے آپؐ اُسوقت وضو کر رہے تھے آنحضرتؐ نے اظہار محبت کے طور پر ان کے مُنہ پر کُلی کا پانی ڈالدیا اس واقعہ کو انہوں نے یاد رکھا اور جوان ہو کر لوگوں سے بیان کیا تو سب نے یہ روائت قبول کی۔

ظرافت

ایسی ظرافت جو خلاف شرع نہ ہو آپؐ کو پسند تھی اور صحابہ سے ہُوا کرتی تھی۔ ایکدفعہ ایک شخص نے آپ سے سواری مانگی آپنے فرمایا میں تیری سواری کو اونٹ کا بچہ دوں گا۔ اُس نے کہا کہ میں اونٹنی کا بچہ کیا کروں گا تو آپنے فرمایا کہ اونٹ اونٹنی کے بچے نہیں ہوتے تو اور کس کے ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک بڑھیا حاضر ہوئی اور کہا کہ جناب کیا میں جنت میں جاؤنگی۔ آپنے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنتی نہیں ہوگی وہ رونے لگی آپنے تبسم کر کے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے وقت سب جوان ہونگی۔

ایک دن زاہر بازار میں کھڑے تھے آپنے پیچھے سے آکر پکڑ لیا اور کہا کہ کون ہے جو اس غلام کو مول لیتا ہے اُنہوں نے ہنس کر کہا کہ میں سیاہ فام ہوں میری قیمت بہت کم ملیگی آپنے ہنس کر فرمایا نہیں خدا تعالےٰ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو۔

ایک دن صحابہ بیٹھے تھے۔ ایک صحابی نے کہا کہ حضورؐ مجھے تو میرے بُت نے

Marfat.com

بہت نفع دیا۔ سب حیران ہوئے اُس نے کہا کہ جناب عالی میں سفر کو جاتا تھا اپنے پرستش کے لئے سَتّو کا بُت بنایا۔ راہ میں توشہ ختم ہو گیا تو میں نے بُت کو توڑ کر کھایا مجھے تو بُت نے بہت نفع دیا۔ سب ہنسنے لگے۔

اس قسم کی بے تکلّفی بھی آپؐ کی محفل میں ہُوا کرتی تھی۔

عبادت

آپؐ کے حکم سے عبادت فرض تھی اور آپؐ خود بڑے عابد تھے مگر اوروں کے لئے حکم تھا کہ عبادت بقدر طاقت ہو۔ آپؐ نے ایک گھر میں ایک رسّی لٹکتی دیکھی دریافت پر معلوم ہُوا کہ اس عورت نے لٹکا رکھی ہے رات کو عبادت کرتی ہے جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ رسّی کھول دو۔ اس قسم کی عبادت روا نہیں (بخاری)

آپؐ کو معلوم ہُوا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص تمام رات جاگتے ہیں اور تمام دن روزہ رکھتے ہیں آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو روزہ بھی رکھّو اور کچھ وقت کے لئے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لئے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ تیری بیوی۔ تیری آنکھ۔ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (بخاری)

دریوزہ گری

دریوزہ گری کو آپؐ نے روا نہیں رکھّا آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص جو لکڑیوں کا گٹھ پیٹھ پر لاتا ہے اُس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگا کرتا ہے۔ (بخاری)

خدمت والدین

اگر کوئی شخص والدین کا مطیع۔ فرمانبردار اور خدمت گذار ہو تو آپؐ بہت خوش ہُوا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ یارسول اللہؐ میں دشمنان دین سے جنگ کرنا چاہتا ہوں آپؐ نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں اُس نے کہا جناب زندہ ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جہاد سے بہتر یہ ہے کہ اُنکی خدمت کرو۔ (بخاری)

حیوانات پر رحم

آپؐ حیوانات پر سختی یا اُن کی طاقت سے زیادہ مشقّت روا نہ رکھتے تھے۔ ایک دن صحابہ نے دریافت کیا کہ یا نبی اللہ کیا حیوانات پر رحم کرنے سے ہم کو ثواب ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا ہر جاندار حیوان پر رحم کرنے سے ثواب ہوگا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ایک پیاسا مسافر ایک کنوئیں پر آیا۔ کنوئیں میں اُتر کر پانی پیا جب باہر آیا تو دیکھا کہ باہر ایک کُتّا کھڑا

ہے جس نے پیاس کی شدت سے زبان باہر نکالی ہوئی ہے اور ہونک رہا ہے یہ حال دیکھ کر وہ مرد پھر کوئیں میں اُترا اپنے موزے میں پانی لایا اور کُتّے کو پلایا۔ خدا کو یہ بات اسقدر پسند آئی کہ اُس کے تمام گناہ بخشدیئے۔ (بخاری)

معاملہ میں کھرا پن

آپؐ کی بڑی تاکید کہ معاملہ کا کھرا ہونا چاہیئے۔ اور اپنا قرض یاد سے ادا کرنا چاہیئے۔ ایک شخص کا آپؐ نے اونٹ دینا تھا۔ جب وہ اونٹ لینے آیا تو اُس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اُسے دیا اور فرمایا کہ نیک اور برتر وہ شخص ہے جو قرض خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔ (بخاری)

عبداللہ بن الحما سے آپؐ کا وعدہ تھا کہ ایک جگہ ملنا ہے۔ اتفاقاً اُس کو وعدہ بھُول گیا۔ تیسرے دن جب وہ وہاں گیا تو آپؐ اُس کے انتظار میں موجود تھے۔ آپؐ ذرا بھی ناراض نہ ہوئے صرف اتنا کہا کہ مجھے تکلیف دی مَیں تین دن سے یہاں موجود ہوں۔

بادشاہ سے وفاداری

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حاکم وقت کی کوئی بات ناگوار گذرے تو صبر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلیگا تو اُسے وہ موت نصیب ہوگی جو ظہور اسلام سے پہلے موت تھی۔ (بخاری)

زہد

زہد کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مہینہ چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ مدینہ میں آکر تین دن برابر گیہوں کی روٹی کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ وفات کے وقت آپؐ کی زرہ رہن تھی اور اور رہن بھی اناج کے عوض تھی۔ جب آپؐ کا نزع کا وقت آیا تو گھر میں تیل نہ تھا۔ جناب صدیقہؓ نے پڑوسن سے مانگ کر لیا۔ (بخاری)

ایثار

ایثار اسقدر تھا کہ آپؐ فاقہ کشی کرتے تھے۔ زمین پر سوتے تھے۔ جناب سیدہؓ جیسی بیٹی کو لونڈی خرید کر دینے سے انکار کیا اور ابنائے جنس اور اصحاب صفہ کی ضروریات کو اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات سے مقدم سمجھا۔

جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن جب آنحضرتؐ گھر میں تشریف لائے تو ایک مکلف بستر دیکھا جس میں صوف بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا ہے تو جناب

Marfat.com

عائیشہ صدیقہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہاں ایک انصاری عورت آئی تھی وہ آپکا بستر دیکھ کر چلی گئی اور گھر جا کر یہ بستر بھیجدیا ہے۔ آپنے تین بار کہا کہ یہ بچھونا واپس کر دو۔ جناب صدیقہؓ کو یہ بستر پسند تھا مگر آپنے مجبور کیا اور کہا کہ عائیشہؓ ضرور واپس کر دو اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ میرا خالق چاندی اور سونے کے پہاڑ چلاتا۔

عورتونکی آسائیش کا خیال

جنابؐ کو عورتوں کی آسائیش کا بہت خیال تھا۔ ایک دفعہ ناقہ کا پانوں پھسلا آنحضرتؐ اور جناب صفیہؓ جو سفر میں آپؐ کے ہمراہ تھیں دونوں گر پڑے ابو طلحہ آنحضرتؐ کی طرف دوڑے کہ اُنہیں اُٹھائیں تو آپنے فرمایا پہلے عورت کی خبر لو۔

سفر میں جب جناب صفیہؓ اونٹ پر سوار ہونے لگتی تھیں تو آنحضرتؐ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیا کرتے تھے۔ صفیہؓ اپنا پانوں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر رکھکر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔ (بخاری)

ایک دفعہ جناب عائیشہؓ کے مکان کے آگے بازیگر تماشہ کر رہے تھے۔ دروازہ پر پردہ حایل تھا۔ آپؐ کھڑے ہوگئے اور عائیشہؓ کو اجازت دی کہ ٹیک لگا کر تماشہ دیکھیں وہ دیر تک تماشہ دیکھتی رہیں اور آپؐ اسی طرح کھڑے رہے۔

ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں۔ ساربان حدی خوانی کرنے لگا اور اونٹ تیز تیز چلنے لگے آپنے فرمایا دیکھ کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا (مسلم)

ایک دفعہ حضرت عائیشہؓ نے ایک انصاری لڑکا کا نکاح کیا۔ جب رسول اللہ گھر میں آئے تو پوچھا کہ کیا تم نے اس لڑکی کو اُس کے شوہر کے گھر بھیجدیا۔ عائیشہؓ بولی کہ ہاں۔ آپنے فرمایا کہ اُس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھی بھیجا کہ نہیں۔ صدیقہؓ نے کہا کہ نہیں تو حضورؐ نے فرمایا واہ انصار تو گانے کو بہت پسند کرتے ہیں اگر تم اُس کے ساتھ کسی گانیوالی کو بھیجدیتیں اور وہ یہ گاتی جاتی۔ اتینا کم اتینا کم فحیانا رضیا کم یعنے تمہارے پاس آئے ہم ہمارے پاس آئے تم خدا تمہیں اور ہمیں سلامت رکھے تو بہتر ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

ایک دن جناب عائیشہؓ نے کہا کہ حضورؐ صفیہؓ کوتاہ قد ہے اس کا کوتاہ قد ہونا اُسکو چھوڑ دینے کے لئے کافی ہے آپنے فرمایا کہ تم نے یہ بات ایسی کی ہے کہ اگر اُسے سمندر میں ملایا جاوے تو اُسے بھی خراب کر دے۔ (ترمذی)

Marfat.com

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی پسلی ہوتی ہے اگر کوئی اس کو سیدھا کرنا چاہیگا تو سیدھا کرنے کی بجائے اس کو توڑ دیگا۔ اگر ویسے ہی رہنے دیگا تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہیگی۔ تم عورتوں کے حق میں اچھی باتوں کی وصیت قبول کرلیا کرو۔ (مسلم اور بخاری)

آپؐ فرمایا کرتے تھے۔

(۱) وعاشروھن بالمعروف

عورتوں کے ساتھ معقول طریقہ پر گذر کرو۔

(۲) واخذنا منکم میثاقا غلیظا

وہ تم سے گہرا عہد لے چکی ہیں۔

(۳) والصاحب بالجنب

برابر کے رفیق سے نیکی کرو۔

علم وفضل

آپؐ کسی مکتب میں نہیں پڑھے نہ کسی دُنیاوی اُستاد کی شاگردی کی۔ اس لئے آپنے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ آپؐ اُمّی محض تھے۔ نوع انسان میں کوئی آپؐ کی اُستادی کے قابل نہ تھا۔ آپؐ کا معلّم۔ ہادی۔ رہبر صرف خدا تھا جسنے آپؐ کو تمام دماغوں سے افضل اور اعلےٰ اور منوّر دماغ بخشا تھا۔ صحیفہ عالم روز وشب آپؐ کے پیش نظر تھا عمامۂ علم لدُنّی زیب سر اور قبائے معرفت در بر تھی اس لئے تمام جہان کے علوم وفنون آپؐ کے غلام اور عقل کل آپؐ کی دست نگر تھی ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشُست

قرآن

آپؐ کے علم لدُنّی کا نمونہ قرآن مجید ہے۔ یہ پاک کلام ۲۳ سال کی مدت میں جناب رسولؐ پر نازل ہُوا۔ یہ وہ صحیفہ قدسی ہے کہ اس پر بلاغت قربان ہے اور یہ بلامبالغہ فصاحت کی جان ہے۔ اس کو خدا کا کلام اور رسولؐ اللہ کی زبان کہنا چاہیئے۔ چودہ سو برس ہونے کو آئے اور اب تک یہ زبانوں پر جاری۔ دلوں پر قابض اور دماغوں پر

Marfat.com

حاوی ہے۔ وہی حالت ہے کہ جو آنحضرتؐ کی زبان سے نکلنے کے وقت تھی زیر زبر اور نقطے تک فرق نہیں۔ قرآن پاک وحی کے ذریعہ اُترا۔ نزول وحی آنحضرتؐ پر بہت سخت گذرتا تھا۔ رنگت فق پڑجاتی تھی اور جسم میں گرانی آجاتی تھی۔ اگر آپؐ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے تو اونٹنی سے بوجھ سنبھالا نہ جاتا تھا۔ نزول وحی کے وقت خواہ کیسا ہی جاڑا ہو آپؐ پسینے پسینے ہوجاتے تھے۔ پہلے پہلے آپؐ کو نزول وحی کے وقت ڈر بھی لگتا تھا۔ وحی کے لئے کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ مکہ۔ مدینہ۔ سفر۔ حضر۔ جلوت۔ خلوت۔ رات دن۔ کُل اوقات اور حالات میں نزول وحی ہُوا ہے۔ آپؐ الفاظ وحی کے اعادہ فرمانے میں عجلت فرماتے تھے اور فوراً کسی پڑھے لکھے صحابی کو بُلا کر وحی لکھوا دیتے تھے۔ خدا کی شان وحی کے الفاظ فوراً صحابہ کے زبان زد ہو جاتے تھے۔ پہلے کبھی ہرن کی جھلیوں۔ اونٹ کی ہڈیوں۔ کھجور کے پتّوں اور پتھر کے کتلوں پر وحی لکھی جاتی تھی۔ قرآن خدا کا کلام تھا اس لئے خدا نے اُس کی حفاظت کا خود مستحکم انتظام فرمایا۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں گو یہ یکجا نہیں ہُوا پھر بھی سالم قرآن کئی صحابہ کو ازبر تھا۔ ہر ایک زمانہ میں لاکھوں مسلمانوں کو اس کے حفظ کرنے کا شوق رہا ہے۔ اب بھی لاکھوں حافظ قرآن موجود ہیں اگر خدانخواستہ تمام روئے زمین سے مکتوبی قرآن معدوم ہوجائیں تو ہر قطعہ زمین میں حافظ موجود ہیں اُن کی یادداشت سے فوراً پھر لکھا جاسکتا ہے۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ وید۔ ژند پاژند مختلف مذاہب کی کتابیں موجود ہیں لیکن ان کا کوئی حافظ نہیں۔ اگر کوئی ہے تو ہمارے سامنے آئے۔ اور اگر کسی کو آنحضرتؐ کے علم لدُنّی سے انکار ہے تو قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورۃ ہمیں بنا کر یا بنوا کر دکھا دے۔ ہم تاریخ جہاں پر نگاہ ڈالتے ہیں اور ہم کو آپؐ جیسا عابد۔ زاہد۔ مستغنی۔ متواضع۔ حلیم۔ بُردبار۔ عاقل۔ صادق۔ امین۔ عفیف۔ بے ریا۔ عادل۔ منصف۔ متین۔ ایثار پسند۔ مصلح قوم و ملت دکھائی نہیں دیتا۔ اور بہت سے پیغمبرؑ ہوئے اور بعض اُن میں بڑے جلیل القدر تھے۔ مگر وہ تمام خاص خاص قوموں کے لئے مبعوث ہوئے۔

جناب رسولؐ کی تعلیم تمام دُنیا کے لئے کارآمد ثابت ہوئی اور یہ رحمت عالم ثابت ہوئے آپؐ نے وہ کیا جو کسی نے نہیں کیا۔ آپؐ نے شرک کا استیصال کیا اور توحید کی بُنیاد کو

Marfat.com

ہمیشہ کے لئے مستحکم کر دیا۔ آپؐ نے ہر قسم کے تعصبات اور توہمات کو جڑ سے اُکھیڑ ڈالا آپ نے نوع انسان میں رشتہ اخوت جس سے سب نا آشنا تھے پیدا کیا۔ آپؐ نے جہالت کو دُور کیا اور خود پرستی کی جگہ دُنیا میں اتقا۔ ایثار اور حکمت کی روح پھونک دی۔ آپؐ نے شراب خواری بدکاری۔ بیحیائی۔ زنا اور قمار بازی کی بیخکنی کی۔ ان کی جگہ زہد۔ پاکدامنی اور اشغال حلال کا ڈنکا بجا دیا عورتوں کو غار ذلت سے نکالا اور اُن کے حقوق تعیّن فرمائے تکثیر ازدواج کو منع کیا۔ غلامی جیسی خوفناک وبا کا استیصال کر دیا۔ عادت انتقام کے بدلے خوئے احسان سکھائی اور خیرات کی پٹی پڑھائی۔ اصراف کا خرابات گرایا اور اُس کے بدلے کفائیت شعاری کا قصر بنایا۔ ظلم اور ستم کو ہٹایا اور جابرانہ شرح سے سُود لینا منع فرمایا اور قرض حسنہ دینے کا شوق دلایا۔ وحشیوں کو آداب سکھایا۔ حیوانوں کو انسان بنایا اور انسانوں کو خدا ملایا اور بہشت کا راستہ دکھایا۔

آپؐ کیا تھے

اب سوال یہ ہے کہ وہ جو ایسی صفات سے متصف تھا کون تھا۔ یہ سوال نہائیت کڑا ہے اور اس کا جواب نہائیت مشکل ہے۔

اہل جہان نے اس کا جواب مختلف الفاظ میں دیا ہے مختلف مذاہب کے پیرو تو ہمخیال نہیں ہو سکتے مگر تعجب ہے کہ اہل اسلام بھی اس سوال کے جواب میں یک زبان نہیں ہیں۔ ہم مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے خیالات کو فرداً فرداً یہاں درج کر کے ایک بدمزہ بحث چھیڑنا مصلحت نہیں سمجھتے۔ ہم بحالت مجموعی بلا تخصیص مختلف اشخاص کی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

بعض لوگ جن کی عقیدت اور ارادت ہمارے سر آنکھوں پر یہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ نُور خدا تھے۔ دُنیا اور افلاک خدا نے اُنہیں کی خاطر بنائے۔ وہ نہ ہوتے تو دُنیا نہ ہوتی۔ سب سے پہلے اُن کا نُور پیدا ہُوا۔ آپؐ وہ تھے کہ پردۂ میم کی وجہ سے ہماری سمجھ میں نہیں آسکتے۔ آپؐ ایک نُور تھے کہ جس کے پرتو سے تمام عالم جلوہ مظہور میں آیا۔ آسمان اور زمین اور ستارے اور چاند اور سُورج اور سب انبیا اور اولیا اُسی نُور کے پرتو ہیں۔ انہیں اصحاب کے رنگ میں ہم نے ایک دفعہ ایک نعت میں لکھا تھا ؎

Marfat.com

احد کا پرتو ایوں ہے نمایاں روئے احمدؐ پر
کہ جیسے فلسفہ میں مسئلہ ہے عرض و جوہر کا

پروفیسر سیّد نواب الدین ایم۔اے۔انہیں لوگوں کے ہمخیال معلوم ہوتے ہیں۔آپنے اپنی رائے کو چشم بد دُور عجیب دلکش الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں "کیا بیان ہو کہ وہ ذات پاک کیا تھی۔کیا کمالات انسانی کا روشن چراغ تھا جسنے ظلمت جسمانی کو دُور کردیا۔کیا حقیقت کا آفتاب تھا جسنے عالم رنگ و بو کو روشن کردیا۔کیا شعلۂ طور تھا جس نے فضائے ہستی کو وادئ ایمن بنادیا۔کیا جمال ازل کا ایک جلوہ تھا جسنے مشتاقین کے قلوب کو ابد تک نُور سے معمور کردیا۔بس کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کیا تھا۔بہت کچھ کہہ گیا پھر بھی کچھ نہ کہا آہ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

اِن اصحاب کے مقابلہ میں جن کی رائے ہم نے اوپر ظاہر کی ہے ایک دوسرا گروہ ہے جو دلائل عقلی اور قرائن خیالی کو اپنا ایمان سمجھتا ہے ان لوگوں کی یہ رائے ہے کہ آپؐ ہمارے جیسے انسان تھے اور چونکہ خاتم المرسلین تھے اس لئے ہم کو آپؐ کی اسی قدر عزت کرنی چاہیئے جیسا کہ ہم اپنے خاندان کے بزرگوں کی کرتے ہیں۔ان لوگوں کی نسبت ہم صرف اسقدر کہنا چاہتے ہیں کہ خدا ان کو ہدائیت دے اور ان کو چشم بینا اور گوش شنوا عطا کرے۔ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ ابتدائے عالم سے لیکر آجتک ان میں یا اُن کے بزرگوں میں کوئی اور بھی ایسا ہُوا ہے جسنے اُمّی ہوکر توحید کامل کی تعلیم راسخ کردی جو کہ نہ صرف خاتم النبیینؐ بلکہ رحمت اللعالمین بھی ہو جس میں تمام وہ خوبیاں ہوں جو تمام جہان کے مشترکہ خوبوں میں نہ تھیں اور جس کی شان میں یہ شعر صادق آسکے ؎

خوبیؐ و شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دہریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موسٰیؑ ساحر تھے۔ عیسٰیؑ طبیب تھے اور حضرت محمدؐ شاعر تھے۔ یہ لوگ قابل معافی ہیں جن کی آنکھوں۔ کانوں اور دلوں پر مُہر لگ چکی ہے اور جن کو خدا ہی دکھائی نہیں دیتا وہ اُس کے پیغمبروں کو جو چاہیں کہدیں ؎

گر نہ بیند بروز شپر چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اہل ہنود کی یہ رائے ہے کہ وہ مہاتماں بدھ۔ منو۔ حضرت عیسٰےؑ۔ حضرت موسٰےؑ اور حکمائے یونان کی طرح ایک بورگ تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ زرتشت کی توحید ناقص تھی اُس کا واجب الوجود قادر مطلق نہ تھا۔

بدھ نے دیوتاؤں کی نفی کر کے کسی ایک وجود کا اثبات نہیں کیا اُس کی تعلیم یہ تھی کہ دُنیا غموں کا گھر ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ مرنے سے پہلے مرجائے یعنے نفس کشی کر کے رنج و راحت کے خیالات ترک کر دے اور فنائے مطلق یعنے نروان کا مرتبہ حاصل کرے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ گوتم کے پیرو رفتہ رفتہ خدا کو بالکل بھول گئے اور الحاد کا دروازہ کھُل گیا۔

حضرت مسیحؑ کی تعلیم بمقتضائے وقت محض صوفیانہ تھی۔ ان کی زندگی میں ہی اُن کے دین میں تفرقہ نمودار ہوگیا وہ دین کو نامکمّل چھوڑ گئے۔ اور نصارٰی اتحاد اور حلول کے قایل ہوگئے۔

حضرت موسٰیؑ بھی توحید کو مکمّل نہ کرسکے اور توحید کا خیال تشبیہہ کے درجہ تک رہگیا۔ یہود خدا کو مجسّم سمجھنے لگے۔

منو نے اگر اُس کا وجود ثابت ہے۔ ایک وجود مطلق پرم برہما سوچا لیکن اُس کو جُملہ صفات سے اس طرح بَری کر دیا گیا کہ حقیقت میں وہ بالکل معطل اور بیکار رہوگیا۔ حکمائے یونان بھی فلاسفران ہند کی طرح ناکام رہے۔ علت العلل عقل اوّل کو پیدا کر کے الگ ہوگیا۔ واجب الوجود قادر مطلق نہ رہا۔

آنحضرتؐ نے وہ کام کیا جو کسی سے نہ ہوسکا آپ نے توحید کو کامل کیا اور نہ کامل کر کے

راسخ کر دیا۔ اس صورت میں کیا یہ کہنا انصاف نہیں ہے کہ آپؐ اُن بزرگوں سے جن میں اہل ہنود آپ کو شامل کرتے ہیں افضل اور برتر تھے۔ ہاں افضل اور برتر تھے۔ کیونکہ آپؐ حضرت ابراہیمؑ جیسے رحم دل۔ آپ حضرت مسیحؑ اور یعقوبؑ اور ایوبؑ جیسے صابر اور شاکر۔ نوحؑ جیسے سرگرم اور پُرجوش۔ یوسفؑ جیسے درگذر کرنے والے اور دریا دل۔ داؤدؑ اور سلیمانؑ جیسے صاحب وقار۔ حضرت موسےٰؑ جیسے ہوشمند اور جلیل القدر تھے۔

یُورپ کے مورخ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ جن کی آنکھوں پر تعصّب کی پٹّی بندھی ہوئی ہے اس لئے ان کو پھُول کانٹے دکھائی دے رہے ہیں یہ لوگ احیطۂ تہذیب سے باہر نکل کر آپؐ کی شان میں ایسے نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ان کا دوہرانا ہم گناہ سمجھتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کو مخاطب کر کے صرف یہ شعر پڑھ دیتے ہیں ؎

لگے مُنہ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے مذہب کی رعایت مدنظر رکھکر بھی گلِ انصاف کو سونگھ ہی لیتے ہیں۔ مثلاً:۔

پروفیسر سڈیو اپنی کتاب تاریخ العرب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ خندہ رو۔ ملنسار۔ خاموشی پسند۔ عابد۔ شب زندہ دار۔ لغویات سے متنفّر۔ بیہودہ پن سے نفور۔ بہترین رائے۔ بہترین عقل والے تھے۔

فرانس کے مشہور مصنف کاونٹ ہنری دی کاستر یں فرماتے ہیں۔

"ان روایات کا پتہ لگانا جن سے یہ ثابت ہو کہ محمدؐ نے عیسائیوں۔ یہودیوں اور ستارہ پرستوں کے عقائد بالمشافہ حاصل کئے تھے فائدے سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان سے ان مقامات کی تشریح ہوتی ہے جہاں قرآن اور توراۃ کی آیتیں ہم مضمون ہیں لیکن پھر بھی یہ دوم درجہ کی بحث ہے کیونکہ گو یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن آسمانی کتابوں سے ماخوذ ہے لیکن یہ مشکل حل نہیں ہوتی کہ محمدؐ میں یہ مذہبی روح کیونکر پیدا ہوئی اور وحدانیت کا ایسا مضبوط اعتقاد کیونکر آیا جو اُن کے جسم اور روح پر بالکل چھا گیا۔

یہ محال ہے کہ یہ اعتقاد توریت اور انجیل کے مطالعہ سے پیدا ہوا ہو۔ اگر محمدؐ ان کتابوں کو پڑھا ہوتا تو ان کو اٹھا کر پھینک دیا ہوتا کیونکہ وہ ان کی فطرت اور وجدان اور مذاق کے مخالف تھیں۔ اس قسم کے اعتقاد کا محمدؐ کی زبان سے ادا ہونا ان کی زندگی کا سب سے بڑا مظہر ہے اور وہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ رسولِ صادق اور پیغمبرؐ مامور تھے۔"

مسٹر کارلائل یورپ کے نامور فاضل اور فلاسفر فرماتے ہیں:-

"اس سیاہ اور روشن چشم۔ فراخ حوصلہ۔ کریم النفس۔ معاشرت پسند اور درد بھرے دل والے بادیہ نشین کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے۔ اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی اور اُس کا شمار اُن لوگوں میں تھا جن کا شعار سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اور جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگ تحکمانہ مسائل اور سُنی سُنائی باتوں کو اپنا مسلک قرار دے کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں لیکن اس شخص کی تسکین ان باتوں سے نہ ہو سکتی تھی، وہ اپنی روح اور عالم شہود کے مظاہر واقعی کے ساتھ عرصۂ کائنات میں اکیلا کھڑا ہوا تھا۔ حیات کا عظیم الشان عقیدہ کبھی اس کو ڈراونی اور بھیانک صورت دکھاتا تھا اور کبھی اپنے انوار کی جھلک سے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتا تھا۔ انا الموجود کی ناقابل اظہار حقیقت کو مظنونات اور مسموعات اس کے ادراک سے مخفی نہ رکھ سکتے تھے۔ اس کی سچائی اور خلوص ایک طرح سے ربانی الاصل معلوم ہوتے تھے ایسے شخص کی بات اُس صدا سے تعبیر کی جا سکتی ہے جو براہ راست خود فطرت کے دل سے نکلی ہو۔ اسی آواز کو انسان سُننا ہے اور لازم ہے کہ سُنے اس ایک آواز کے سامنے باقی تمام صدائیں بے معنی ہیں۔"

(ہیرو اور ہیرو ورشپ)

مسٹر جان ڈیون پورٹ۔ اپنی کتاب اپالوجی فار محمدؐ اور قرآن میں لکھتے ہیں:

"جب ان معاملات پر خواہ اس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو بجز اس کے کچھ چارہ

نہیں ہے کہ اس پر دل سے کچھ توجہ کی جائے۔ اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا ہے ان میں اکثر اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب محمدؐ سے انسان کو فائدہ کثیر ہوگا"

گبن۔ اپنی مشہور کتاب سلطنت روما کا زوال میں لکھتے ہیں:۔

"عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی اُس کے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسےٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے اور اُس کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا کہ جس کی نظیر عیسوی دین میں نہیں ہے۔ چنانچہ نصف صدی کم میں اسلام بہت سی عالیشان اور سر سبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسےٰؑ کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں چھوڑ کر چلدیئے۔ اگر بالفرض اسکی حفاظت کرنے کی ان کو ممانعت تھی تو اس کی تشفی کے لئے تو موجود رہتے۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیروؤں اپنے مظلوم کے گرد و پیش رہے اور اُس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر اس کو کل دشمنوں پر غالب کر دیا"

پروفیسر مارس کہتے ہیں "روم کے عیسائیوں کو کوئی شے غار گمراہی سے نکال نہ سکتی تھی جس میں وہ ڈوبے ہوئے تھے آخر (محمدؐ کی) وہ آواز جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی جس سے یونانی انکار کرتے جاتے۔ ایسی آواز نے دُنیا میں وہ کام کیا اور ایسے عملی پیرایہ میں کیا کہ اس سے بہتر ناممکن تھا"

ڈاکٹر سپرنگ صاحب آپؐ کی نسبت اپنی کتاب لائف آپ محمدؐ میں لکھتے ہیں:۔

"جس کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور تھا اور جس کو طلوع ہوتے آفتاب۔ برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت دکھائی دیتا تھا۔

Marfat.com

اور رعد کی گرج اور پانی کی آواز طیور کی نغمہ سرائی میں خدا ہی کی آواز سُنائی دیتی تھی اور سُنسان جنگلوں اور پُرانے شہروں کے کھنڈرات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔"

ہمیں یقین ہے کہ اب ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ وہ کیا تھے۔ ہماری اپنی شخصی رائے یہ ہے کہ ہم اپنا حشر اصحاب صوفی مزاج کے ساتھ چاہتے ہیں اور ہم اُسی قطار میں کھڑا ہونا اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔

اے شہنشاہ کونین ڈاکٹر اقبال نے آپؐ کی شانِ اطہر میں کیا اچھا کہا ہے

مَیں اس پر آنکھوں سے صاد کرتا ہوں ؎

آپؐ کوثر تشنہ کامانِ محبت کا ہے تو — جس کے ہر قطرے میں سَو موتی ہو وہ دریا ہے تو
طور پر چشمِ کلیم اللہ کا تارا ہے تو — معنیٔ لٰیسین ہے تو مفہوم اَوادنیٰ ہے تو
اُس نے پہچانا نہ تیری ذاتِ پُرانوار کو
جو نہ سمجھا احمدؐ بے میم کے اسرار کو

بزم عالم میں طراز مسند عظمت ہے تو — بہر انسان جبرئیلؑ آیۂ رحمت ہے تو
اے دیار علم و حکمت قبلۂ اُمت ہے تو — اے ضیائے چشم ایمان زیب ہر مدحت ہے تو
دَرد جو انساں کا تھا وہ تیرے پہلو سے اُٹھا
قلزم جوش محبت تیرے آنسو سے اُٹھا

دلربائی میں مثال خندۂ مادر ہے تو — مثل آوازِ پدر شیریں نراز کوثر ہے تو
جس سے تاجِ عرش کو زینت ہو وہ گوہر ہے تو — از پئے تقدیر عالم صورت اختر ہے تو
زیب حُسن محفل اشراف عالم تو ہُوا
تھی مؤخر گرچہ آمد پر مقدم تو ہُوا

تیرا رُتبہ جوہر آئینۂ لولاک ہے — فیض سے تیرے رگِ تاک یقین نمناک ہے
تیرے سائے سے منور دیدۂ افلاک ہے — کیمیا کہتے ہیں جس کو تیرے در کی خاک ہے
تیرے نظارے کا موسیٰ میں کہاں مقدور ہے

Marfat.com

تو ظہور لن ترانی گوئے اوج طور ہے

وہ پناہ دین حق وہ دامن غار حرا
جو ترے فیض قدم سے غیرت سینا ہوا

وہ حصار عافیت وہ سلسلہ فاران کا
جس کے ہر ذرے سے اُٹھی دین کامل کی صدا

فخر پابوسی سے میری آسماں سا ہو گئی
یہ زمین ہمپایہ عرش معلےٰ ہو گئی

اے شاہ حرم مجھے یاد آگیا۔ آپؐ نے بار بار اپنی زبان گوہر فشاں سے فرمایا ہے کہ مَیں تمہارے جیسا بشر ہوں صرف فرق اتنا ہے کہ مَیں نبیؐ ہوں۔ الامر فوق الادب بہت اچھا آپؐ کا فرمانا ہمارے سر آنکھوں پر۔ آپؐ بشر ہی سہی لیکن مَیں اتنا کہنے سے نہیں رہ سکتا کہ آپؐ اسلئے بشر ہیں کہ آپؐ نے خدا کے حکم سے اُس کے بندوں کی بہتری کے لئے جسم اور نفس انسانی اختیار کیا ہے۔ بس اجازت عطا ہو کہ مَیں آپکو خیر البشر کہوں تاکہ آپؐ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے اور میرا ایمان بھی قائم رہے اور میرا تحفہ ناچیز یہ شعر قبول ہو ؎

شرف خیر البشر کے واسطے بخشا ہے خالق نے
لگے تھے ورنہ کیا سرخاب کے پر نوع انساں میں

باب (۱۸)

جناب رسولؐ کی تعلیم اور اُن کی فلاسفی

امر تنقیح طلب یہ ہے کہ پیغمبر آخر الزمان محمدؐ الرسول اللہ بانی اسلام کی تعلیم کیا ہے؟۔ اس سوال کا جواب ماقل و دل جناب حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے بھائی تیرہ سو برس ہوئے دے چکے ہیں۔

Marfat.com

جب قریش کے سفیر نجاشی حبش کے دربار میں پادریوں کی وساطت سے اسلئے پہنچے کہ مسلمانوں کو حبش سے نکلوادیں اور مسلمان دربار میں جواب دہی کے لئے طلب ہوئے تو نجاشی نے ان سے یہی سوال کیا حضرت جعفرؓ نے کہا:-

"ایہا الملک! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بُت پوجتے تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوّی لوگ کمزوروں کو کھاجاتے تھے۔ اس اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہُوا جس کی شرافت اور صدق اور دیانت سے سب واقف تھے اُس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں۔ خون ریزی سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہمسایوں کو آرام دیں۔ عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ شرک اور بُت پرستی چھوڑ دیں"

یہ جواب کماحقہ جامع ہے۔ ہم اپنے الفاظ میں اسے تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں:-

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) خدا کو مانو اور اُسے پہچانو (۲) دُنیا میں اس طرح اوقات بسر کرو کہ تم سے کسی کو نقصان یا اذیّت نہ پہنچے۔

خدا کو ماننے اور پہچاننے کے متعلق قرآن میں احکام نہائیت صاف اور زود فہم ہیں

قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفواً احدؐ

"کہو اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے اُس کے ماں باپ زن و فرزند نہیں اور نہ ہی کوئی اسکا ہم سر ہے"

سُبحان اللہ شرک کو دُور کرنے کے لئے کیسی عُمدہ تعریف توحید کی رسولؐ خدا نے حکم خدا سے کی ہے۔

پھر فرمایا ہے۔

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ؐ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

"اللہ کو مانو وہ اکیلا ہے عبادت کے لائق اور زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا نہ اُسے نیند آتی

Marfat.com

ہے نہ غفلت اور جو کچھ زمین آسمان میں ہے سب اُسی کا ہے۔ اور اللہ نے تم کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔"

خدا اور خدا کے رسولؐ نے گویا فرمادیا ہے کہ خدا نے ہم کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور بندگی صرف اللہ کی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ قرآن میں حکم ہے۔

وما امروا الا لیعبدوا الھا واحدا ۔ اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی

یعنے اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔

شرک کو جناب رسولؐ نے قرآن کے رو سے سب گناہوں سے بڑھ کر گناہ قرار دیا ہے اور ایسا گناہ جو کبھی معاف نہ ہوگا۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء

"یعنے دوسرے گناہ قابل معافی ہیں مگر شرک قابل معافی نہیں ہے"۔

شرک کو اسقدر بُرا سمجھا ہے کہ مشرکوں کے ساتھ شادی اور مناکحت تک حرام کردی ہے۔

الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المومنین

یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر تمہارے خویش اور اقارب مشرک ہوں تو اُن سے کنارہ کرو"

یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا اباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان

شرک کی بیخکنی کے لئے حکم دیا کہ مُرادیں صرف خدا سے مانگا کرو۔ مصیبت کے وقت اُسی کو یاد کیا کرو۔ خدا کے سوا تمہاری پکار کوئی نہیں سُن سکتا اگر سُن ہی لے تو مدد دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ علم غیب کا خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

استعینوا بالصبر والصلوۃ

(۲) ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم

(۳) وللہ غیب السموات والارض والیہ یرجع الامر کلہ

"شرک سے خبردار کر کے اور توحید کا قائل کر کے یہ حکم ہے کہ پیغمبرؐ کی رسالت کا اقرار کرو پیغمبرؐ خدا نے بھیج کر تم پر بڑا احسان کیا ہے۔ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔"

قرآن میں ہے۔

(۱) لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ

(۲) وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

"قرآن کے ان احکامات پر کلمہ اسلام کا پہلا رکن قرار دیا گیا ہے۔ جس سے انسان توحید کا قائل ہوتا ہے اور رسالت کا اقرار کرتا ہے۔"

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

"یعنے گواہی دیتا ہوں تحقیق کہ نہیں ہے کوئی عبادت کرنے کے لائق مگر اللہ اور گواہی دیتا ہوں تحقیق حضرت محمدؐ بندہ اُس کا ہے اور اُس کا رسول۔"

دوسرے الفاظ میں پیغمبرؐ صاحب کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کا پہلا حکم یہ ہے کہ سوا خدا کے بندے دوسرے کی پرستش نہ کریں اور خدا کو واحد۔ زندہ۔ قیوم۔ خالق۔ رازق۔ قادر۔ علیم۔ سمیع اور بصیر جانیں اور محمدؐ کو اس کا رسول مانیں۔ خدا کے حکم مانیں اور سوائے خدا کے اور کسی سے مدد نہ مانگے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ خدا کی عبادت کریں اور عبادت بذریعہ نماز پنجگانہ ہو۔ سال میں ایک مہینہ جو مقرر کیا گیا ہے یعنے رمضان اُس میں روزے رکھیں۔ زکات دیں۔ یعنے ہر سال اپنے مال میں سے چالیسواں حصہ غریبوں مسکینوں۔ محتاجوں کو خیرات دیا کریں۔ اور خانہ کعبہ کا حج کرنے کو ایک بار مکہ میں ضرور جائیں۔

نماز کے لئے آنحضرتؐ نے وضو لازمی کر دیا۔ وضو سے مراد ہاتھ مُنہ دھونا ہے۔ پانچ وقت وضو کا حکم اس لئے دیا کہ ہمارا چہرہ گرد وغبار سے صاف رہے اور ہماری طبیعت صفائی پسند ہو جائے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ مُنہ ہاتھ دھونے سے غفلت اور کاہلی دُور ہو جاتی ہے اور انسان چاک و چوبند ہو جاتا ہے پانچ بار وضو ہماری غفلت کا علاج ہے

آنحضرتؐ عقل کل تھے وضو کا حکم دیتے ہوئے آپؐ نے قلت آب اور عارضات جسمانی کو مدنظر رکھا ہے اور ایسی حالتوں میں جہاں پانی نہ ملے یا پانی کا استعمال مضر ہو وضو کے بدلے تیمم فرض کیا ہے جس سے پانی کے بدلے خاک پاک سے وضو کیا جاتا ہے، اس سے کئی فایدے ہیں یعنے ایک تو قاعدہ نہ ٹوٹے۔ طبیعت کبر و نخوت سے متنفر ہو کر عجز پسند ہو۔ موت یاد رہے کہ ہم خاک سے پیدا ہوئے اور خاک میں ملجانا ہے۔

نماز کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔

(۱) اس سے خدا ہمیں تمام دن یاد رہتا ہے اور دُنیاوی بکھیڑے یا دخدا ہمیں کسی وقت بھُلا نہیں سکتے۔

(۲) نماز کی عادت سے ہم صاف اور ستھرے رہتے ہیں اور صفائی اور پاکیزگی کے عادی ہو جاتے ہیں۔

(۳) قیام اور قعود سے کاہلی اور سُستی ہر اعضائے سے دُور ہو جاتی ہے۔ عبادت کے ساتھ یہ ایک قسم کی ورزش بھی ہے کہ جس سے جسم میں سُبکی اور پھرتی پیدا ہوتی ہے اور سپاہیانہ مزاج مرتے دم تک قایم رہتا ہے۔ جن لوگوں کو اس کا محاورہ نہیں ہے، اُن کو اپنا جسم اُٹھانا دشوار ہو جاتا ہے۔

(۴) نماز ہمیں پابندئ وقت کا عادی بناتی ہے

(۵) نماز ہمیں دل بہ یار و دست بہ کار کا سبق سکھاتی ہے۔

(۶) نماز سے ہمیں طلوع آفتاب سے پہلے جاگنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ جو لوگ سویرے اُٹھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ انسان تمام دن کس قدر مستعد اور ہوشیار رہتا ہے۔

(۷) نماز۔ قیام اخوت کا ذریعہ ہے اور اس سے اتفاق کی بُنیاد مستحکم ہوتی ہے۔ ایک ہی صف میں محمود و ایاز۔ گدا اور گردن فراز کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے اسطرح ملتے ہیں جیسے بھائی بھائی سے۔ بار بار ملنے سے صدہا قسم کی کدورتیں۔ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دُور ہو جاتی ہیں۔

روزے سے جناب رسولؐ کو یہ مدنظر تھا کہ (۱) ہم بھُوک۔ پیاس کی تکلیف کے

Marfat.com

عادی ہو جائیں اور کبھی ایسا موقعہ آپڑے تو ہم کو اپنی طبیعت پر قابو رہے۔

(۲) ہم بھوکوں اور پیاسوں کی تکلیف کی قدر کر سکیں۔

(۳) روزے سے نفس امارہ کو شکست ہوتی ہے۔

(۴) روزے میں جھوٹ بولنا منع ہے اور غیبت وغیرہ سے پرہیز لازم ہے۔ ایک مہینہ زبان بند رکھنے اور طبیعت کو روکنے سے ہمیں جھوٹ اور غیبت اور دیگر افعال بد سے نفرت ہو جاتی ہے۔

اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو روزہ ایسا بوجھ نہیں ہے کہ انسان سے اُٹھایا نہ جائے۔ کیا یُوں ہی ہم رات کے بارہ گھنٹے کھائے پیئے بغیر نہیں گذارتے۔

زکوٰۃ سے رسولؐ خدا کو یہ مطلوب تھا کہ انسان بندہ درم نہ ہو جائے بخیلی اور کنجوسی سے نفرت کرے۔

خود راحت پائے اوروں کو راحت پہنچائے۔ ہمدرد اور متواضع۔ مخیر اور ایثار پسند بن جاوے اور محتاجوں اور بیکسوں کو زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملے۔

حج سے جناب رسالت مآبؐ کا یہ منشا تھا کہ لوگوں کو سفر و سیاحت کا شوق ہو۔ معلومات میں وسعت ہو۔ تبادلہ خیالات ہو۔ جہالت دُور ہو۔ شائستگی پھیلے۔ مسلمان ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ اسلام پھیلے۔ اور مرنے سے پہلے ہر مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کرلے۔ اس بارہ میں احکام قرآن قابل دید ہیں۔

وَالذین یومنون بالاٰخرۃ یومنوا به وهم علےٰ صلاتهم یحافظون ۝ واقیموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ومَا تقدّموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند الله و لله علی الناس حجّ البیت من استطاع الیه سبیلاً ۝ یاایُّھَا الّذِینَ اٰمَنُوا کتب علیکم الصّیام کما کتب عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قبلکم لعلّکم تتّقُوْنَ ۝

پیغمبرؐ صاحب کی تعلیم کے روسے خدا کا تیسرا حکم یہ ہے۔ کہ دین میں اپنی طرف سے کمی زیادتی نہ کرو یعنے بدعت نہ کرو۔ دین کی باتوں میں جھوٹ نہ ملاؤ۔ اور لوگوں کو

گمراہ نہ کرو۔ دین کو کھیل تماشہ نہ بناؤ۔

(۱) ومن یعص اللّٰہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارًا خالدًا فیہا ہ

(۲) فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبًا لیضل النّاس بغیر علم

(۳) وذر الذین اتخذوا دینھم لعبًا و لھوًا وغرتھم الحیٰوۃ الدنیا (سورہ انعام۔ رکوع ۸ پارہ ۱۷)

عبارت بالا سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ خدا کو جاننے اور پہچاننے کے لئے رسول پاکؐ کی تعلیم یہ ہے کہ انسان زبان اور صدق دل سے کہے:۔

اٰمنت باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعد الموت یعنے ایمان لایا میں اوپر اللہ کے اور اوپر فرشتوں کے اور اوپر کتابوں کے اور اوپر رسولوں کے اور اوپر دین قیامت کے اور نیکی بدی خدا کی طرف سے ہے اور موت کے بعد زندہ پھر ہونا ہے۔

جو ان میں سے کسی بات پر بھی ایمان نہ لائیگا وہ کافر ہے۔

ہمارا مطلب ہمارے ناظرین کے خیال شریف میں آگیا ہوگا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کو جاننے اور پہچاننے کے لئے رسولؐ خدا نے کفر اور شرک اور بدعت سے منع کیا ہے اب ہم تعلیم رسولؐ خدا کے دوسرے مقصد کی طرف آتے ہیں یعنے دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو کہ تم سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ اور کوئی بری نگاہ سے تمہاری طرف نہ دیکھے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے رسولؐ پاک کی تعلیم قرآن پاک میں درج ہے خلاصہ یہ ہے۔

(۱) جہالت سے کنارہ کرو۔

قال اعوذ باللّٰہ ان اکون من الجاھلین ہ

وقل رب زدنی علمًا

(۲) اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کو دین کی تعلیم وتربیت سے غافل نہ رکھو۔

یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ

(۳) جس بات کی تم کو خبر نہ ہو وہ جاننے والوں سے پوچھ لیا کرو۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ٥

(۴) اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ٥

(۵) آپس میں اتفاق رکھو۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ٥

(۶) اگر دو فرقے مسلمانوں کے لڑیں تو صلح کرادو۔

"انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم"

(۷) اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

"ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ"

(۸) ظلم نہ کرو خدا ظالموں پر لعنت بھیجتا ہے۔

"الا لعنۃ اللہ علی الظلمین"

(۹) عدل اور انصاف کو نہ چھوڑو۔

"واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"

(۱۰) فضول خرچی نہ کرو۔

"ان اللہ لا یحب المسرفین (سورۃ اعراف رکوع ۳ پارہ ۸)

(۱۱) سخاوت کرو اور نیک کاموں میں حصہ لو۔

"من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ ولہ اجر کریم"

(۱۲) دکھانے کے لئے خیرات نہ کرو۔ خیرات کرکے احسان نہ جتاؤ۔

"یا ایھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی
ینفق مالہ رئاء الناس"

(۱۳) قول اور قسم کو نہ توڑو۔

Marfat.com

"وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا"

(۱۴) تمسخر نہ کرو۔

"لَا يَسْخَرْ قوم من قوم عسٰى ان يكونوا خيرًا مِّنهم وَلَا نساءٌ مِّن نساءٍ عسٰى ان يكن خيرًا مِّنهنّ"

(۱۵) غیبت نہ کرو۔

"وَلَا يغتب بعضكم بعضًا ايحبّ احدكم اَنْ يَّاكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ ميتًا فكرهتموهُ"

(۱۶) زنا نہ کرو۔

"وَلَا تقربوا الزّنا اِنَّهٗ كان فاحشة"

(۱۷) تکلیف اور ایذا نہ دو۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ فتنوا المومنين والمومنات ثُمَّ لَمْ يتوبوا فلهم عذابُ جَهَنَّم ولهم عذابُ الحريق"

(۱۸) شراب نہ پیو

"وَلَا تقربوا الصَّلوٰة وانتم سكرٰى

شراب کی حرمت کے متعلق پہلے یہ آئیت اُتری یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر۔ لوگ تجھ سے شراب اور جوئے کی بابت پوچھتے ہیں کہدے کہ دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ پھر یہ آئیت اُتری کہ نشہ کی حالت میں نماز گناہ ہے اور آخرکار یہ آئیت آئی کہ مسلمانوں۔ شراب۔ جوا انصاب۔ فال کے تیر سب ناپاک اور شیطان کے کام ہیں تو ان سے بچو کہ غالباً تم فلاح پاؤ گے شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تم لوگوں میں عداوت اور بُغض ڈالے اور تم کو خدا کی یاد سے اور نماز سے روکے تو تم باز آؤ گے (مایدہ)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض شرابیوں نے اس آئیت سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ لیس للذین امنوا وعملوا الصلحات جناحٌ فیما طعموا یعنے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے انہوں نے جو کچھ کھایا (یعنے شراب پی) ان پر کچھ الزام نہیں مگر یہ آئیت ان لوگوں کے لئے

Marfat.com

ہے جو شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے مر گئے۔ آنحضرتؐ نے تو شراب پینے کے برتن تک تڑوا دیئے تھے اور شراب کا سرکہ بنانے کی اجازت ہی نہیں دی۔

(۱۹) زینت حرام نہیں ہے۔

"قل من حرّم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق"

(۲۰) مسئلہ ترک لذات دنیوی خدا کا سکھایا ہوا نہیں ہے۔

"ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم"

(۲۱) کسی کے مذہب یا بانی مذہب کو گالی نہ دو۔

"ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم"

(۲۲) اگر مباحثہ و مناظرہ کرو تو نرمی سے کرو۔

"ولا تجادلوا اھل الکتب الا بالتی ھی احسن"

(۲۳) اگر نصیحت کرو تو نرمی سے کرو کیونکہ نرمی سے اثر پیدا ہوتا ہے۔

"ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ"

(۲۴) خلق کے ساتھ احسان کرو۔

"واحسن کما احسن اللہ الیک"

(۲۵) قرابت داروں کے ساتھ نیکی کرو۔

"وبالوالدین احسانا وذی القربی والیتمی والمساکین"

"وات ذا القربی والمساکین وابن السبیل"

(۲۶) غرور اور تکبر نہ کرو۔

"واللہ لا یحب کل مختال فخور"

(۲۷) خیانت نہ کرو۔

"ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامنت الی اھلھا"

(۲۸) ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

"ولا تنقصوا المکیال والمیزان انی اراکم بخیر وانی اخاف علیکم

عذاب یوم محیط"

(۲۹) سُود اور بیاج نہ کھاؤ۔

"یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین ۵

(۳۰) کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔

"والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا"

(۳۱) فساد نہ کرو۔

"لا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین" (سورۃ قصص رکوع ۸ پارہ ۲۰)

(۳۲) جھوٹ نہ بولو اور جھوٹی باتیں نہ سنو۔

" سمعون للکذب اکلون للسحت"

(۳۳) کسی کے اقبال پر حسد نہ کرو۔

"ام یحسدون الناس علی ما اتھم اللہ من فضلہ"

(۳۴) سفر کرو دُنیا دیکھو بھالو۔

"قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین" (سورۃ نمل رکوع ۶ پارہ ۲۰)

(۳۵) صبر کرو صبر بہت اچھی چیز ہے۔

"انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب"

(۳۶) شکر کرو۔ شکر سے خدا راضی رہتا ہے اور شکر کرنے والے کو زیادہ دیتا ہے۔

" واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید"

(۳۷) غصّہ کو روکنا اور قصور معاف کرنا بہت اچھا ہے۔

"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم ۵

(۳۸) بیوہ عورتوں کا نکاح کردو۔

Marfat.com

"وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ"

(۳۹) عورتوں کو پردہ میں رکھو۔ یعنے بے ضرورت باہر نہ نکلیں اور بغیر برقعہ کے باہر نہ نکلیں۔

"يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ"

(۴۰) جو تکلیفیں تمہیں پہنچتی ہیں وہ تمہاری ہی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔

"وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ" (سورۂ شوریٰ۔ رکوع ۴ پارہ ۲۵)

(۴۱) پاکیزہ رہو۔

"وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ" (سورۂ

(۴۲) خدا خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ"

(۴۳) اللہ دغاباز کو پسند نہیں کرتا۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا" (سورۂ نساء رکوع ۱۶ پارہ ۵)

(۴۴) حد سے نہ بڑھو۔

"لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" (سورۂ مائدہ رکوع ۱۲ پارہ ۷)

مادہ مذہب یعنے دینداری انسان کی فطرت میں داخل ہے انسان کو جو اشیا عالم جمادات۔ عالم نباتات اور عالم حیوانات سے علیحدہ کرتی ہیں وہ طاقت گویائی اور دینداری یعنے مذہب ہیں۔ اس لئے مذہب کوئی انوکھی بات نہیں ہے جسے آنحضرتؐ کی ایجاد سمجھا جائے۔ ہماری دُنیا کی آغوش میں صدہا مذاہب نے بمقتضائے فطرت انسان پرورش پائی۔ کئی پیدا ہوتے ہی چل بسے۔ کئی جوان ہوئے اور عالم شباب میں ان پر بجلی گر گئی اور کئی عمر طبعی کو پہنچ کر آخر کار انقلاب روزگار اور اہل نفس اور اہل ہوا و ہوس کی بدکاری سے اس طرح مسخ ہو گئے کہ اب ان کی جگہ بغیر رسم و رواج یا توہمات اور خام خیالات کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ ان مختلف مذاہب میں سے بعض کے بانیوں نے توحید کی جھلک دکھائی مگر کسی نے توحید کو کامل کر کے راسخ نہیں کیا۔ یہہ آنحضرتؐ کی تعلیم کا فیض عام ہے کہ توحید کو کامل کر کے راسخ کر دیا۔ زمانہ لاکھ جدّ و جہد

Marfat.com

کرے مگر توحید قرآن کے آگے کوئی مرحلہ نہیں ہے۔

ہمارے پیغمبرؐ کی تعلیم خدا کی تعلیم ہے یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام کے مقدّس جسم میں جراثیم زوال داخل نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی طرح اہل ہوا و ہوس داخل بھی کر دیں تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ قرآن اور مذاہب کے صحیفوں کی طرح زد انقلاب میں نہیں آسکتا یہ کاغذی حصاروں کا محتاج نہیں ہے یہ خلقت خدا کے سینوں اور زبانوں میں محفوظ ہے اور اس طرح محفوظ ہے کہ ایک نقطہ اِدھر سے اُدھر نہیں ہوا۔ اگر آنحضرتؐ کی تعلیم مکمل تعلیم نہ ہوتی تو قرآن کو اس طرح محفوظ رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ چونکہ آنحضرتؐ نے تربیت روح اور جسم اور دماغ مکمل کر دی اس لئے ان کے تعلیم کے مجموعہ پر جس کا نام کلام مجید یا قرآن ہے انا لہ لحافظون کی مُہر لگ گئی۔ اب اُن کے بعد کسی اور پیغمبرؐ کی ہدائیت کی ضرورت نہیں رہی۔

اگر دو لفظوں میں بیان کرنا ہو تو کہہ دیجئے کہ آنحضرتؐ کی تعلیم یہ تھی کہ اُنہوں نے توحید کو کامل اور راسخ کیا اور اخوت کا بیج بویا جس سے دین و دُنیا میں بیڑا پار ہو گیا۔ توحید سے خدا مل گیا اور اخوت سے بُغض۔ حسد۔ غیبت۔ عداوت۔ خود پسندی۔ غرور و نخوت طمع اور حرص کی بیخکنی ہو کر لوگ محبّت اور ایثار کا کلمہ پڑھنے لگے۔

اے مسافران صراط مستقیم اگر منزل مقصود پر پہنچنا ہے تو آنحضرتؐ کی تعلیم پر کاربند رہو۔ قرآن پڑھو۔ صرف قرآن پڑھو اور اُسے سمجھو۔

آنحضرتؐ نے فرمادیا ہے کہ خدا تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا مگر دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔ اس لئے یاد رہے کہ اسلام کا صورت۔ لباس۔ ڈاڑھی۔ مونچھوں۔ سر کی مانگ اور حجامت سے کچھ واسطہ نہیں ہے ؎

درویش صفت باش و کلاہِ تتری دار

جو لوگ ظاہری بناوٹ کو یا لباس اور وضع قطع کو اسلام کا بڑا اصول سمجھ کر اس میں زیادہ کج بحثی کرتے ہیں وہ اسلام کے دشمن اور اُس کے مقاصد سے بے بہرہ ہیں۔

Marfat.com

باب (۱۹)

نبوّت اور معجزات اور انکی فلاسفی

نبوّت کی تعریف یہ ہے کہ نبوّت وہ قوّت یا ملکہ ہے جس سے ان اشیا کا ادراک ہوسکتا ہے جن کا ادراک حواس سے۔ تمیز سے۔ عقل سے نہیں ہوسکتا۔

امام غزالی منقذ من الضلال میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبوت کے تسلیم کرنے کے یہ معنے ہیں کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک درجہ ہے جو عقل سے بالاتر ہے اور جس میں وہ آنکھ کھُل جاتی ہے جس سے وہ خاص چیزیں معلوم ہوتی ہیں جن سے عقل بالکل محروم ہے جس طرح قوّت سامعہ رنگوں کے ادراک سے بالکل معذور ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ انسان اصل خلقت کے لحاظ سے جاہل محض پیدا ہُوا ہے۔ پیدا ہونے کے وقت وہ اقسام موجودات میں سے کسی چیز سے واقف نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے اس میں لمس کا احساس پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ ان چیزوں کو محسُوس کرتا ہے جو چھونے سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ یبوست۔ نرمی سختی اس حاسہ کو مرئیات اور مسموعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو شے محض سُننے سے معلوم ہوسکتی ہے اس کے حق میں یہ حاسہ بالکل معدوم ہے۔ لمس کے بعد پھر انسان میں دیکھنے کا حاسہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ رنگ اور مقدار کا ادراک کرسکتا ہے پھر سُننے کی قوّت پیدا ہوتی ہے پھر چکھنے کی یہانتک کہ محسوسات کی سرحد ختم ہوجاتی ہے اور ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اب اس کو تمیز کی قوت حاصل ہوتی ہے اور اُن چیزوں کا ادراک کرسکتا ہے جو حواس کی دسترس سے باہر ہیں یہ دور ساتویں برس سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر عقل کا زمانہ آتا ہے جس سے ممکن۔ محال۔ جائز و ناجائز کا ادراک ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ ہے جو عقل کی سرحد سے بھی آگے ہے اور جس طرح تمیز و

عقل کے مدرکات کے لئے حواس بالکل بیکار ہیں اسی طرح اس درجہ کے مدرکات کے لئے عقل محض بیکار ہے اور اسی درجہ کا نام نبوّت ہے۔

یہ درجہ فطری ہوتا ہے یعنے پڑھنے سے یا سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ابتدا سے ہی بعض لوگوں میں یہ قوت مرکوز ہوتی ہے اور اسی وجہ سے دوسرے اشخاص گو کتنی ہی محنت اور کوشش کریں اُن کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ یہ قوت کسی میں کم۔ کسی میں زیادہ اور کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے اور ترّقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پہنچتی ہے کہ کسب تعلیم کے بغیر ان کو حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے۔ ان کو کسی قسم کا بیرونی علم نہیں ہوتا لیکن اس قوت کی وجہ سے خود بخود ان کو اشیاء کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی قوت کا نام ملکہ نبوّت ہے اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔

آپ تجربے اور مشاہدے سے کام لیجیے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ صفات انسانی تمام آدمیوں میں یکساں نہیں ہیں۔ ذہن و ذکاوت۔ فہم و فراست عقل و ذہانت مختلف افراد انسانی میں نہایت مختلف المراتب ہیں۔

ایک شخص کودن ہے تو دوسرا ذہین۔ تیسرا اس سے زیادہ ذہین بڑھتے بڑھتے یہانتک نوبت پہنچتی ہے کہ ایک شخص سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہیں۔

یورپ کے سائنس والوں کو مادے کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن اب تو بڑے بڑے فلاسفر یہ ماننے لگے ہیں کہ حواس اور عقل کے سوا ایک اور قوت بھی ہے جس سے اشیا کا ادراک ہوتا ہے اسی کا نام نبوّت ہے۔

اس بحث سے ظاہر ہے کہ نبوّت کا وجود ممکن ہے اور وہ افراد انسانی میں پائی جا سکتی ہے جس شخص میں یہ قوّت ہو اُسے پیغمبرؐ کہتے ہیں۔ جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں تو اُس کے ایک ایک لفظ سے نبوت کے آثار نمایاں ہیں۔ اس سے صاف یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا حامل بجز پیغمبرؐ اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔

پیغمبرؐ سے جو فعل خرقِ عادت وقوع میں آئے اُس کا نام معجزہ ہے۔ فلسفہ اور

Marfat.com

مذہب میں جو اَن بَن شروع ہوتی ہے اس کی بُنیاد معجزات یا خرق عادات کا مسئلہ ہے فلسفہ کا سرمایہ ناز جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ وہ جزئیات کو کلیات کے تحت میں لاتا ہے اور ہر چیز کی علّت اور سبب ڈھونڈ کر نکالتا ہے۔ خرق عادت اس سلسلے کو بالکل توڑ دیتا ہے اسکے طفیل سے جانور آدمی بن سکتا ہے۔ ذرّہ پہاڑ ہوسکتا ہے۔ آگ پانی ہوسکتی ہے۔ سیارے چلنے سے رُک جاتے ہیں۔

اسلام میں جب فلسفہ اور حکمت کا رواج ہُوا تو اس مسئلے کی بحث پیش آئی۔ جن لوگونکے سر پر فلسفہ کا جن سوار تھا انھوں نے صاف انکار کیا۔ رسائل اخوان الصفا کے ارکان اسی گروہ میں داخل ہیں۔ علامہ ابن حزم ظاہری جو بہت بڑے محدّث تھے ان کا یہ مذہب ہے کہ دُنیا میں علّت و معلول سبب و مسبب تاثیرات اشیاء کا سلسلہ قائم ہے اور دُنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی سلسلے کے مطابق ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خدا بطور اظہار قدرت کے یہ سلسلہ توڑ دیتا ہے اور اسی کا نام معجزہ ہے۔

تمام متکلمین کی یہ رائے ہے کہ معجزہ حِسّی ہوتا ہے۔ حِسّی کے یہ معنے ہیں کہ درحقیقت یہ واقعات اسی طرح وقوع میں آئے۔ اس کے امکان کے دلائل یہ ہیں۔

(الف) جو خدا نُطفہ سے آدمی اور مادہ سے جاندار پیدا کرتا ہے وہ اِس بات پر بھی قادر ہے کہ سنگریزے میں جان ڈالدے اور حیوان کو گویائی کی قوّت دے۔

(ب) تمام اجسام متماثل ہیں اس لئے ایک جسم میں جو باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہر ایک جسم میں پائی جاسکتی ہیں گو بالفعل نہ پائی جائیں۔

(ج) آفتاب ایک مدت میں ایک چیز کو گرم کرسکتا ہے آگ فوراً کرسکتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ جو امور بتدریج وقوع میں آتے ہیں پیغمبر کی تاثیر سے فوراً وقوع میں آئیں۔

معتزلہ کی یہ رائے ہے کہ معجزہ عقلی بات ہے حِسّی نہیں ہے۔ عقلی سے یہ مراد ہے کہ ایک بات سے اس کے معنوی معنے لئے جائیں جیسا کہ خدا کے اس قول میں ہے کہ تمام چیزیں خدا کی تسبیح پڑھتی ہیں اس کے معنے یہ ہیں کہ جسقدر مخلوقات اور محدثات ہیں سب اپنے خالق اور موجد کی گواہی دیتے ہیں۔ جس طرح تعمیر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا

Marfat.com

کوئی بنانے والا ہے اور تحریر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا کوئی لکھنے والا ہے۔ اسکا نام زبان حال ہے اور متکلمین اس کو دلالتہ الدلیل علے المدلول کہتے ہیں۔ حکما اور فلاسفروں کا خیال ہے کہ معجزہ خیالی واقعہ ہے۔ خیالی کے یہ معنے ہیں کہ زبان حال تمثیلاً محسوس صورت میں نظر آتا ہے۔ یعنے زبان حال تمثیل کے طور پر محسوس اور مشاہدہ ہوجاتی ہے اور یہ انبیا اور پیغمبروں کا خاصہ ہے عام لوگوں کے لئے خواب میں جس طرح یہ خیالی کیفیت محسوس صورت پکڑ لیتی ہے اور آوازیں سُنائی دیتی ہیں۔ مثلاً آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک اونٹ اس سے باتیں کر رہا ہے یا گھوڑا اس سے خطاب کر رہا ہے یا کوئی مُردہ اُسے کچھ دے رہا ہے یا اُس سے چھینتا ہے یا اُس کی اُنگلی چاند یا سُورج بن گئی ہے یا اُس کا ناخن شیر ہوگیا ہے۔ اسی طرح انبیا کو یہ چیزیں بیداری میں نظر آتی ہیں اور یہ چیزیں حالت بیداری میں ان سے خطاب کرتی ہیں۔ جاگنے والوں کو اس حالت میں فرق نہیں معلوم ہوسکتا کہ یہ خیالی گویائی ہے یا حسی۔ سونے والے کو جو ان دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جاگ اُٹھتا ہے اور سوتے جاگنے کی حالت میں اس کو فرق معلوم ہوتا ہے۔ جس کو ولائیت تامہ حاصل ہوجاتی ہے اس کی ولائیت کی شعاعیں حاضرین پر بھی پڑتی ہیں یہاں تک کہ ان کو بھی وہ اشیا نظر آتی ہیں اور وہ آوازیں سُنائی دیتی ہیں جو صاحب ولائیت کو نظر آتی اور سُنائی دیتی ہیں۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ معجزات کی تینوں اقسام میں سے تمثیل خیالی زیادہ متعارف ہے لیکن تینوں اقسام پر ایمان لانا واجب ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ آیا معجزہ نبوّت کی دلیل ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اشاعرہ عموماً اس کی دلیل نبوّت ہونے پر متفق ہیں۔ حکمائے اسلام میں سے بوعلی سینا اشاعرہ کا ہمزبان ہے اور کتاب الشفا میں لکھا ہے کہ پیغمبرؐ کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس بات کا یقین ہوجائے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔

ہماری رائے میں نبی کے ارشادات اور ہدایات اور اعمال اور طرز زندگی سے ثابت ہوسکتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ معجزہ اگر پیغمبرؐ کے سچے ہونے کی دلیل ہے تو صرف

اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس معجزہ کو دیکھا۔
نبوّت کی ماہیت اور معجزوں کی حقیقت بیان کر کے اب ہم آنحضرتؐ کے چند معجزات بطور مُشتے نمونہ از خروارے معتبر کتابوں سے لیکر ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

مُعجزات قرآن مجید

(۱) آنحضرتؐ کا اشرف اور اظہر معجزہ خود قرآن شریف ہے۔ آپؐ اُمّی محض تھے اور اُمّی کی زبان سے اس شان کا کلام نکلا کہ جو لاجواب ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے۔
فاتو بسورۃ من مثلہ کسی سے نہ ہو سکا کہ ایسا کلام لکھ سکے یا اُٹھا سکے۔

(۲) مولینا غلام نبی صاحب امرت سری تحریر فرماتے ہیں۔ کہ تین سَو سال سے زیادہ کی تحقیق کے بعد زمانہ حال کے علمائے سائینس دان اور ماہران علمِ کُرۂ زمین نے یہ معلوم کیا ہے کہ زمین اپنے کناروں سے سُکڑ جاتی ہے۔ وجہ یہ بیان ہوتی ہے کہ زمین میں مادہ کشش موجود ہے اور اس کی گرمی کے پھیلاؤ کو سمندر کا پانی کم کرتا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے بغیر کسی کی تعلیم اور محنت کے یہ بات سورۃ رعد کے پانچویں رکوع میں کہدی ہے۔

اولم یروا انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا

کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے یہ کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے ہوئے اُس کے کناروں سے۔

(۳) بڑے فلاسفروں نے بڑی تحقیق کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زمین اور آسمان گٹھڑی ہے۔ یہ بات انہوں نے کئی صدیوں کی تحقیق کے بعد دریافت کی ہے۔
آنحضرتؐ نے پہلے ہی سورۂ انبیا کے تیسرے رکوع میں فرمادیا ہے۔

اولم یر الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا رتقا ففتقنہما وجعلنا من الماء کل شیٍٔ حی افلا یومنون

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کافر ہوئے یہ کہ آسمان اور زمین تھے گٹھری پس جُدا کیا ہم نے ان دونوں کو اور کیا ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا پس نہیں ایمان لاتے۔

(۴) یونانی ہیئت دان کہا کرتے تھے کہ سیّارات آسمان میں نگینوں کی طرح جڑے

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ موجودہ علم ہیئت کی یہ تحقیق ہے کہ سیارات بوسیلہ قوت جاذبہ فضائے بسیط میں معلق ہیں۔

آنحضرتؐ نے یونانی ہیئت کی کچھ پرواہ نہیں کی اور سورۂ یٰسین میں فرمایا۔

کل فی فلک یسبحون

ہر ایک ستارہ بیچ دائرہ کے تیرتا ہے۔

(۵) ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ قریش نے جمع ہو کر آنحضرتؐ سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو گیا تو کیا تم ایمان لاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے درگاہ باری تعالیٰ میں دعا کی اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں ٹکڑوں میں اتنا فرق تھا کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر بھی کافر راہ راست پر نہ آئے اور کہا کہ یہ سحر ہے۔

سورۂ قمر کی پہلی آئت ہے:۔

اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر

قریب آئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیشگی کا جادو ہے۔

اس معجزے پر کئی اعتراض مخالفین کرتے ہیں۔

(الف) وہ کہتے ہیں کہ اس آئت کے یہ معنے ہیں کہ قیامت کے دن چاند پھٹ جائیگا۔ یہ اعتراض واہی ہے۔ انشق صیغہ ماضی کا ہے اور اپنے فاعل سے قائم ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ شروع کلمہ میں اس کے مستقبل کے معنے لئے جائیں۔ اس کے علاوہ ان یروا آیت کے الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ پہلے کفار نے معجزہ دیکھا اور پھر منہ پھیرا۔

(ب) پھر کہتے ہیں کہ آسمان اور ستاروں میں خرق التیام محال ہے یہ اعتراض بھی کم نظری پر مبنی ہے۔ حکمائے انگلستان نے حال میں فیثاغورس کی ہیئت پر بحث کر کے ثابت کر دیا ہے کہ سب ستارے کثیف زمین کی مانند ہیں اور سب قابل کون و فساد

اور خرق اور التیام ہیں۔

(ج) اس کے بعد کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ درست ہوتا تو اور اقلیم کے لوگ بھی دیکھتے۔ اور اپنی تواریخ میں ذکر کرتے اوّل تو شق القمر کا معجزہ رات کو ہُوا۔ لوگ اسوقت جس طرح کسوف و خسوف کے دیکھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں پہلے سے منتظر نہ تھے۔ کئی ملکوں میں چاند اسوقت نکلا بھی نہ ہوگا کئی مُلکوں میں اسوقت دن ہوگا۔ کئی مُلکوں میں ابر میں چاند چھپا ہُوا ہوگا۔ اس لئے تواریخ میں نہ ہونے سے تکذیب معجزہ لازم نہیں آتی۔

یہ غلط ہے کہ اور کسی نے شق القمر نہیں دیکھا۔ زمانہ وقوع میں سب نے یہ حال دیکھا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ملیبار کے راجہ نے جب برہمنوں سے پوچھا تو اُنہوں نے اس وقوعہ کی تصدیق اپنی کتابیں دیکھ کر کی۔

سوانح الحرمین میں ہے کہ شہر دھار کا راجہ اپنی چھت پر بیٹھا تھا اُس نے یہ نظارہ دیکھا۔ مولانا رفیع الدین نے رسالہ شق القمر میں جُملہ اعتراضات کی کماحقہ تردید کی ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ یوشع علیہ السلام کے لئے آفتاب ٹھہر گیا تھا۔ اس قصے کو بھی کسی اہل تواریخ نے نقل نہیں کیا حالانکہ وہ معاملہ دن کا تھا۔ یہ معاملہ تورات کا تھا اور ایسے وقت کا تھا جب بہت رات جا چکی تھی۔

(۶) سورۂ انفال کے دوسرے رکوع میں ہے:۔

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ

"سو تم نے اُن کو نہیں مارا لیکن اللہ نے اور تو نے نہیں پھینکی تھی مٹی جو وقت پھینکی تھی"

اس آیت سے دو باتیں نکلتی ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے مخالفین کو جنگ میں تلوار یا پتھروں سے قتل کیا۔ دوم یہ کہ آنحضرتؐ نے ایک مٹھی خاک سے کُفار مشرکین کو ہلاک کر دیا۔ یہ معجزہ جنگ بدر میں ہُوا۔

(۷) سورۂ روم کی پہلی آیت دیکھئے۔

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین

"مغلوب ہو گئے ہیں رومی بیچ نزدیک زمین کے اور وہ پیچھے مغلوب ہونے اپنے کے شتاب غالب آوینگے"

اس پیشین گوئی کے مطابق اہل روم فارس پر غالب آئے۔ اصل واقعہ یوں ہے۔ روم اور فارس کے بادشاہ ملک کی سرحد پر لڑتے تھے اور یہ ہر دو لائیتیں عرب کے قریب تھیں جب ان کی لڑائی ہو رہی تھی کفّار مکّہ یہ چاہتے تھے کہ اہل فارس جیت جائیں کیونکہ اہل فارس آتش پرست تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ اہل روم جو اہل کتاب تھے فتح یاب ہوں۔ ان دونوں بادشاہوں کی لڑائی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اہل روم مغلوب اور اہل فارس غالب ہوئے۔ اس پر مسلمانوں کو نہائیت رنج ہُوا۔ رسولؐ پاک نے اطلاع دی کہ اگرچہ اہل روم دب گئے ہیں مگر عنقریب ہی غالب آئینگے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ہُوا۔

(۸) سورۂ فتح میں ہے۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون

"البتہ تحقیق سچ دکھلایا اللہ نے رسولؐ اپنے کو خواب ساتھ سچ کے البتہ داخل ہو گے تم مسجد حرام میں اگر چاہا اللہ نے ا سے منڈاتے ہوئے سروں اپنے کو اور کترا تے ہوئے نہ ڈرتے ہو گے۔

سر منڈانا ارکان حج میں سے ایک رُکن ہے لوگ ادا کرتے ہیں۔

کُفّار آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو کعبہ معظّمہ کے قریب نہ آنے دیتے تھے اس آیت کے بعد مسلمانوں کو اجازت ہوگئی اور وہ حج کے لئے مکّہ میں آنے جانے لگے۔

(۹) جب قریش ہزار سپاہیوں کا لشکر جرّار لیکر آئے تو مسلمانوں نے صرف تین سو تیراں آدمیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ جنگ بدر میں کیا۔ اسوقت رسولؐ پاک نے پیشین گوئی کی:۔

سیہزم الجمع و یولون الدبر

"قریب ہے کے جماعت ہزیمت کھائیگی اور پُشت پھیرے گی"

چنانچہ ایسا ہی ہُوا کُفّار کو شکست فاش ہوئی۔

(۱۰) چھٹے پارہ کے اخیر میں ہے:۔

لتجدن اقربہم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصرے ذالک بان منہم قسیسین ورھبانا وانہم لا یستکبرون

"اور البتہ پائیگا تو نزدیک اُن کا دوستی میں واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں ان لوگوں کو کہ کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔

یہ اسواسطے ہے کہ بعض ان میں پادری ہیں اور عبادت کرنے والے ہیں اور یہ کہ وہ نہیں تکبیر کرتے اس عجیب وغریب پیشین گوئی میں آنحضرتؐ کو نصارے کا مسلمانوں کے دوست بننے کی خبر دی جاتی ہے۔

ہرچند کہ علمائے نصارے ظاہر بین نے غیر واجب الزامات آنحضرتؐ کی شان مبارک پر لگائے ہیں لیکن یونہی بہت سے نیک نیت منصف مزاج علمائے نصارے موجود ہیں جنہوں نے اس پیشین گوئی کی تکمیل کر دی ہے مثلاً واشنگٹن ارونگ۔ جان ڈیون پورٹ۔ گاڈ فری ہگنس۔ ڈاکٹر اے اسپرنگر۔ اڈواڈ گبن ریورنڈ راڈویل۔ طامس کارلائل وغیرہ نصارے نے آنحضرتؐ کا ذکر کرتے ہوئے دامن نصاف ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

قرآن کے مُعجزوں کے علاوہ اور مُعجزے

(۱)۔ بخاری نے انسؓ سے روائیت کی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ اُحد پر چڑھے۔ آپؐ کے ساتھ ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔ پہاڑ تھر تھرایا۔ آپؐ نے اس کو لات ماری اور کہا اُحد ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبیؐ۔ ایک صدیق اور دو شہید ہیں آخر کار اس پیشین گوئی کے مطابق ہُوا۔ عمرؓ کو ابولولو مجوسی نے شہید کیا اور حضرت عثمانؓ بھی بلوائیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

(۲)۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ ابی موسیٰ اشعری آنحضرتؐ کے ساتھ ایک باغ میں تھے

Marfat.com

اتنے میں ابو بکرؓ آئے۔ پھر عمرؓ آئے پھر عثمانؓ آئے حضرتؐ نے ان کو باری باری جنتی ہونے کی بشارت دی اور عثمانؓ سے کہا کہ تم پر بلوائی حملہ کرینگے۔ ترمذی میں ہے کہ آپنے فرمایا کہ عثمانؓ بیگناہ مارے جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ عثمانؓ اہل مصر اور عراق کے کے بلوے میں بے گناہ شہید ہوئے۔

(۳) غزوہ خیبر میں آپنے آخر کار فرمایا کہ کل عَلم ایسے شخص کو دونگا جس کے ہاتھ پر فتح خدا دیگا۔ صبح تمام صحابہ اس فخر کے امیدوار بن کر آئے۔ آپنے فرمایا علیؓ کہاں ہے حضرت علیؓ کی آنکھیں دُکھتی تھیں۔ آپنے عَلم اُنہیں دیا اور اُن کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا وہ اچھے ہو گئے اور خیبر فتح ہو گیا۔ (بخاری۔ مسلم)

(۴)۔ ایک دفعہ سعد بن ابی وقاص مکہ میں ایام حجۃ الوداع میں بیمار ہوئے۔ آنحضرتؐ ان کی عیادت کو تشریف لائے سعد کو بوجہ غلبہ مرض اپنی زندگی کی امید نہ تھی۔ آپنے فرمایا کہ تم نہیں مرو گے تم اسقدر جیو گے کہ بہت سے شخصوں کا بھلا اور بہت سے شخصوں کا بُرا تمہارے ہاتھ سے ہوگا۔ آنحضرتؐ کا فرمانا درست ہُوا۔ سعد تندرست ہو کر قریب پچاس برس کے اور جئے۔ عمرؓ کے زمانہ میں مُلک فارس اُنہوں نے فتح کیا۔ قادسیہ کی لڑائی میں انہیں کے حُسن تدبیر سے دشمن کو شکست ہوئی اور رستم بن فرخ زاد قتل ہُوا اور سفید محل کا خزانہ مسلمانوں نے تقسیم کیا۔ ان کے ہاتھ سے صدہا مسلمانوں کو فائدہ ہُوا اور صدہا مجوسی تہ تیغ ہوئے۔ (بخاری۔ مسلم)

(۵)۔ ایک دن ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا بیٹا سیّد ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دو بڑے گروہ مسلمانوں میں صُلح کروائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے اور ایک لشکر جرّار لیکر امیر معاویہ پر چڑھ گئے ادھر سے وہ بھی بڑا لشکر لے کر آیا آپنے اس خیال سے کہ ہزارہا بندگان خدا ناحق مارے جائینگے صُلح کر لی۔ (بخاری)

(۶)۔ حضرت عمرؓ سے روائیت ہے کہ آنحضرتؐ نے جائے قتل ایک ایک کافر کی جو

Marfat.com

بدر میں مارے گئے ایک دن پہلے دکھادی تھی۔ کسی نے ان میں سے اسجگہ سے تجاوز نہ کیا جہاں رسول اللہؐ نے ان کا مقتل بتایا تھا۔ (مسلم)

(۷)۔ غزوۂ خندق میں جب لشکر کُفّار بھاگ گیا اور محاصرہ اُٹھ گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب ہم اُن پر چڑھ جائینگے اور وہ ہم پر نہ چڑھ سکیں گے۔ اسی کے مطابق ہُوا۔ پھر کفار مدینہ پر لشکر کشی نہ کر سکے اور مسلمانوں نے مکّہ فتح کر لیا۔ (بخاری۔ سلیمان)

(۸)۔ غزوۂ خندق سے پہلے جب آنحضرتؐ خندق کھود رہے تھے تو عمار بن یاسر بھی خندق کھودنے میں مشغول تھا۔ آنحضرتؐ نے براہ شفقت اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ تمہیں باغی شہید کرینگے پھر عمار کو جنگ صفین میں معاویہ کی فوج نے شہید کیا۔

(مسلم۔ ابی قتادہ)

(۹)۔ غزوۂ حنین میں آپؐ نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص قزمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ دوزخی ہے۔ جب کُفّار سے مقابلہ ہُوا تو یہ شخص زخمی ہُوا۔ لوگوں نے کہا کہ یا حضرتؐ آپ تو اسے دوزخی فرماتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ تحقیق یہ دوزخی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد زخموں کی تکلیف سے تنگ آکر قزمان نے خودکشی کی۔ یہ منافق تھا۔

(بخاری۔ ابوہریرہؓ)

(۱۰)۔ غزوہ تبوک میں آنحضرتؐ نے آندھی آنے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آج رات کو آندھی آئیگی اس میں کوئی نہ اُٹھے اور جس کے پاس اونٹ ہو اُسے مضبوط باندھ لے۔ رات کو ایسا ہی ہُوا شدید آندھی آئی ایک شخص اُٹھا تو اُسے آندھی اُڑا لیگئی۔

(بخاری۔ ابوحمید ساعدی)

(۱۱)۔ ایک دن آنحضرتؐ غنائم تقسیم کر رہے تھے۔ ذوالخویصرہ آیا۔ یہ ایک شخص بنی تمیم میں سے تھا۔ اُس نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ عدل کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ حضرت عمرؓ موجود تھے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو اس کا سر اُڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جانے دو اس کے ہمراہی دکھاوے کی نماز پڑھینگے اور یہ ایک دن بہترین فرقہ پر خروج کرینگے ان کے ساتھ اُسوقت ایک کالا آدمی ہوگا

Marfat.com

کہ اُس کا ایک بازو مثل پستان عورت کے جنبش کرتا ہوگا۔

آنحضرتؐ کا فرمانا درست ہُوا حضرت علیؓ کے زمانے میں اُن پر خوارج نے خروج کیا وہ لوگ قوم ذوالخویصرہ میں سے تھے اُن کا سردار ذوالثدیہ تھا جس کا رنگ سیاہ تھا اور اُس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان جیسا تھا۔ حضرت علیؓ نے ان سب کو قتل کیا۔

(بخاری۔ مسلم۔ ابوسعید)

(۱۲)۔ آنحضرتؐ نے ایک دن فرمایا کہ مُلک حجاز میں ایک آگ نکلیگی جو شہر بصرہ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی۔ عہد خلفائے عباسیہ میں ایسا ہی ہُوا۔ جمادی الآخر کی تیسری تاریخ ۶۵۴ھ ہجری میں جمعہ کے دن عشا کے بعد یہ آگ مُلک حجاز میں متصل مدینہ طیبہ نکلی۔ یہ آگ کیا تھی آگ کا قلعہ تھا جو طول میں چار فرسنگ یعنے بارہ میل اور عرض میں چار میل تھا اور جس کا ارتفاع بقدر نو فیٹ تھا۔ یہ آگ دریا کی طرح موجیں مارتی تھی سیلاب کی طرح رواں تھی اور اس کی آواز رعد کی آواز کے متشابہ تھی۔ اس میں ایک بات عجیب تھی کہ اس سے پتھر سُرمہ ہوجاتے تھے اور پہاڑ رانگے کی طرح موم ہوجاتے تھے۔ مگر درختوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اس آگ کی روشنی میں رات کو لوگ مدینہ میں دن کی طرح کام کرتے تھے اور اس کی چمک مکّہ اور شہر بصرہ میں دکھائی دیتی تھی۔ ستائیسویں تاریخ رجب کی یہ آگ فرو ہوئی۔

(بخاری۔ مسلم۔ ابوہریرہ)

(۱۳)۔ ایک دن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قوم ثقیف میں ایک شخص بڑا ظالم اور خونریز ہوگا اور ایک شخص بڑا جھوٹا اور کاذب ہوگا۔

آنحضرتؐ کے فرمانے کے بموجب حجاج نے ضحاک کے نام پر اوس برسادی تھی ہشام بن حسان سے روائیت ہے کہ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کئے۔ اور بڑا کاذب مختار ثقفی تھا کہ جس نے بہ اظہار قصد قصاص قاتلان امام حسینؑ سیاست حاصل کی اور آخر جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا۔

(مسلم۔ اسما بنت ابوبکر)

(۱۴)۔ ایک دن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ان لوگوں کے طریقوں کی جو تم سے پہلے ہوئے دست بدست اور بالشت بہ بالشت پیروی کروگے اگر وہ لوگ سوسمار کے سوراخ

گھُسے ہونگے۔ تو اس بات میں بھی ان کی پیروی کرو گے۔ آنحضرتؐ کی مراد ان لوگوں
سے یہود و نصارا تھی۔ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی مسلمانوں نے یہودیوں کا حسد اور طمع
اور عادت اخفائے حق اختیار کی اور نصارا کی طرح پیروں اور مرشدوں کو خدائی
رُتبہ تک پہنچا دیا ۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابو سعید خدری)
(۱۵) جابرؓ سے ایک دن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ میری اُمت عُمدہ فرش
(انماط) بچھائیگی۔ چند دن کے بعد صحابہ جو تنگ دست تھے مالدار ہو گئے اور جابرؓ کی اہلیہ
نے بھی پُر تکلف فرش گھر میں بچھایا ۔ (بخاری۔ مسلم)
(۱۶) مسیلمہ۔ ایک شخص نبی حنیفہ میں سے تھا وہ مدینہ منورہ میں آیا۔ اور حضرتؐ کو کہلا
بھیجا کہ اپنے بعد اگر آپؐ مجھے اپنا ولیعہد بناؤ تو بس آپؐ کی مطابعت کے لئے تیار
ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اُسے کہدو اسے میں ایک شاخ درخت بھی نہیں دے سکتا اور
کہا کہ یہ ہلاک ہوگا۔ آنحضرتؐ کے بعد بہت سے آدمی اُس کے پیرو ہو گئے مگر آخر کار
خالد بن ولید نے اس پر چڑھائی کی اور وہ مارا گیا ۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابن عباس)
(۱۷)۔ جب مُوتہ کے حاکم نے اسلامی قاصد کو قتل کر دیا تو اسلامی لشکر اس کی سرکوبی
کے لئے روانہ ہُوا۔ اس لشکر کا سپہ سالار آنحضرتؐ نے زید بن حارث مقرر فرمایا ساتھ
ہی فرمادیا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ سپہ سالار ہوں اگر وہ بھی شہید ہوں تو عبد اللہ
بن رواحہ سپہ سالار ہوں ان کے بعد مسلمان کسی کو اپنے درمیان سپہ سالار کر لیں۔
نتیجہ جنگ سے مطلع ہونے سے پہلے آپؐ نے خبر شہادت زید جعفر اور عبد اللہ سُنادی۔
آپؐ نے فرمایا کہ نشان لیا زید نے اور شہید ہُوا۔ نشان لیا جعفر نے اور شہید ہُوا۔ نشان
لیا عبد اللہ نے اور شہید ہُوا۔ یہ فرماتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے آخر فرمایا
کہ نشان لیا خدا کی ایک تلوار نے اور فتح حاصل کی۔ خالد بن ولید کو سیف اسلام کا
خطاب عطا ہوا تھا ۔ (بخاری۔ انس)
(۱۸) جب اصحمہ نجاشی حبش فوت ہُوا تو جس دن وہ مرا اُسی دن آپؐ اصحاب کے ساتھ
عیدگاہ کی طرف گئے اور صف باندھ کے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی۔ خبر آنے سے پہلے

Marfat.com

ہی آپؐ کو آگہی ہوگئی ٭
(بخاری۔ مسلم۔ ابوہریرہؓ)

(۱۹) آنحضرتؐ سفر سے واپس آرہے تھے راہ میں آندھی آئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے آئی ہے۔ جب مدینے میں آئے تو معلوم ہُوا کہ رفاعہ بن زید منافق مرگیا ٭
(مسلم۔ جابرؓ)

(۲۰) آنحضرتؐ نے ایک دن حضرت علیؓ کو فرمایا کہ تم اور زبیرؓ اور مقدادؓ روضۂ خاخ تک جاؤ وہاں تمہیں ایک عورت ملیگی اُس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ یہ تینوں گھوڑے دوڑاتے وہاں گئے اور ایک عورت کو دیکھا کہ جارہی تھی انہوں نے خط مانگا اُس نے انکار کیا انہوں نے تلاشی کی دھمکی دی تب تو اُس نے سر کے بالوں میں سے خط نکالدیا۔ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ بدری نے کافران مکّہ کو لکھّا تھا اور غزوہ مکّہ کے ارادہ سے اطّلاع دی تھی آپؐ نے حاطب سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو اُس نے عرض کی کہ میرے لڑکے بالے مکّہ میں ہیں اس لئے میں نے قریش پر احسان کرنا چاہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حاطب کو قتل کیا جائے مگر آپؐ نے معاف کردیا کہ انہیں بدریوں کے تمام قصور خدا نے معاف کردیئے ہیں۔ یہ حال آنحضرتؐ کو بوحی الٰہی معلوم ہوگیا تھا ٭
(بخاری۔ مسلم۔ حضرت علیؓ)

(۲۱) حضرت سعد بن ابی وقاص سے روائیت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اُحد کی لڑائی میں آنحضرتؐ کے جانب راست و جانب چپ ۲ دو سفید پوش شخص دیکھے جو خوب قتال کرتے تھے انہیں میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام تھے۔ جنگ بدر میں بھی فرشتے امداد کے لئے آئے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

(۲۲) حضرت ابن عباسؓ سے روائیت ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کررہا تھا ناگاہ اُس نے دیکھا کہ ایک سوار کسی کو کوڑے ماررہا ہے پھر اُس سوار نے کہا بڑھا اے حیزومؔ اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ مشرک جس کا وہ تعاقب کررہا تھا چت گر پڑا ہے اور گرنے سے اس کی ناک بیٹھ گئی ہے اور سر پھٹ گیا اور جہاں جہاں کوڑا لگا تھا وہاں جگہ نیلی ہوگئی ہے مسلمان نے آنحضرتؐ کے

Marfat.com

روبرو یہ واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ فرشتہ تھا حیزُومُ آسمان سوم کے فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔ (مسلم)

(۲۳) ابن عباسؓ سے روائیت ہے کہ انہوں نے حضرت جبرئیل کو دوبار جناب رسُول اللہؐ کے پاس دیکھا۔ (ترمذی)

(۲۴) اُسامہ بن زید سے روائیت ہے کہ انہوں نے بھی حضرت جبرئیلؑ کو رسول اللہؐ کے پاس دیکھا۔ (بخاری۔مسلم)

(۲۵) ایک دن ابوجہل نے قسم کھائی کہ اگر محمدؐ کو میں نے سجدہ کرتے دیکھا تو لات و عزیٰ کی قسم ان کی گردن کو پانوں سے کچل دوں گا۔ آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اسی ارادے سے آیا مگر یکبارگی اُلٹا پھرا اور اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو روک رہا تھا۔ لوگوں نے کہا تجھے کیا ہُوا تو اُس نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ اور اپنے درمیان ایک خندق آگ کی اور فرشتوں کے پَر دیکھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر وہ نزدیک آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ (مسلم۔ابوہریرہؓ)

(۲۶) ابوہریرہؓ کی والدہ مشرک تھیں۔ ایک دن انہوں نے آنحضرتؐ کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ کہا۔ ابوہریرہؓ کو بہت ناگوار ہُوا اور وہ روتے ہوئے رسول اللہؐ کے روبرو آئے اور کہا حضورؐ دعا فرمائیں کہ میری والدہ کو خدا ہدائیت دے۔ آپؐ نے اُسی وقت دُعا فرمائی۔ ابوہریرہؓ خوش خوش گھر کی طرف لوٹے۔ جب مکان پر پہنچے تو دروازہ بند تھا اور پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ جب آپ کے قدموں کی آہٹ والدہ نے سُنی تو آواز دی کہ ابوہریرہؓ وہیں ٹھہرے رہو میں نہا رہی ہوں غُسل سے فارغ ہوکر والدہ نے دروازہ کھولا اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ ابوہریرہؓ کے جوش مسرت سے آنسو نکل آئے۔ (مسلم)

(۲۷) آنحضرتؐ نے جریر بن عبداللہ سے کہا کہ بُت خانہ ذی الخلصہ جاکر ویران کردو۔ اُن کا یہ حال تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار نہ ہوسکتے تھے اگر سوار ہوتے تھے تو گر پڑتے تھے انہوں نے یہ حال صاف صاف کہدیا آپؐ نے جریرؓ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور

کہا کہ یا اللہ اس کو برقرار رکھ اس کو ہادی اور مہدی بنا۔ اُس دن سے جریرؓ پھر کبھی گھوڑے سے نہیں گرے۔ اور ڈیڑھ سو سوار اپنے ساتھ لیجا کر بُت خانہ ذی الخلصہ برباد کر دیا۔ (مسلم۔بخاری)

(۲۸) آنحضرتؐ کی خدمت میں حضرت انسؓ کی والدہ حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ انسؓ آپؐ کا خادم ہے اُس کے لئے دُعا فرمایئے۔ آپؐ نے اُسی وقت دُعا کی کہ یا اللہ انسؓ کو بہت مال دے اور بہت اولاد دے اور جو کچھ تو نے اُسے دیا ہے اُس میں برکت دے۔ انسؓ سے روایت ہے کہ مَیں بہت مالدار ہو گیا اور میری بیٹیوں اور بیٹوں کی اولاد میں اسقدر کثرت ہوئی کہ ان کا شمار ۱۰۰ تک پہنچ گیا۔ ابن جوزی کا قول ہے کہ حضرت انسؓ کے انگور کے درختوں کو برس میں دُو بار پھل لگتا تھا۔ (بخاری۔انسؓ)

(۲۹) عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ سے روائیت ہے کہ ایک دفعہ وہ آنحضرتؐ کے ہم کاب تھے۔ کُل ہمراہیوں کی تعداد ایکسو تیس ۱۳۰ تھی۔ ان سب کے لئے ساڑھے تین سیر آٹا گوندھا گیا اور ایک بکری ذبح کر کے اُس کی کلیجی بھُونی گئی۔ خدا کی شان سب نے وہ بھُنی ہوئی کلیجی کھائی۔ بکری کا گوشت دُو بڑے پیالوں میں بھر دیا گیا جو سب نے سیر ہو کر کھایا اور بچ رہا۔ (بخاری۔مسلم)

(۳۰) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ تمام اہل صُفّہ کو بلالو۔ ابو ہریرہؓ سب کو بُلا لائے۔ ان سب کے روبرو ایک پیالہ رکھا گیا جس میں سے سب نے سیر ہو کر کھایا اور پھر بچ رہا۔ بقول ابو نعیم ۱۰۰ آدمی ایک پیالہ میں سیر ہو گئے۔ (مسلم۔ابو ہریرہؓ)

(۳۱) آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ کے حق میں دُعا کی کہ الٰہی ان کو سمجھ درست دے اور ان کو علم تفسیر سکھا۔ اس دُعا کی برکت سے اُن کا لقب ترجمان القرآن ہو گیا۔ (بخاری۔مسلم۔عباسؓ)

(۳۲) ایک دن عروہ بن الجعد البارقی نے آپؐ سے دُعا کی درخواست کی آپ نے دُعا کی جس کی برکت سے وہ مالا مال ہو گیا۔ اگر وہ مٹّی بھی خرید تا تھا تو اُس میں بھی اُسے نفع ہوتا تھا۔ (بخاری)

Marfat.com

(۳۳) اسما بنت ابوبکرؓ کے پاس ایک جُبّہ تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ آپ اس جُبّہ کو اگر بیمار کے جسم سے لگا دیتی تھیں تو وہ تندرست ہو جاتا تھا۔ (مسلم۔ اسما بنت ابوبکرؓ)

(۳۴) مُلک حجاز میں ایک سوداگر ابورافع نامی رہتا تھا یہ بڑا کافر تھا اس کو آنحضرتؐ سے قلبی دشمنی تھی اور دشمنوں سے مِلا ہُوا تھا۔ عبداللہ بن عتیک اس کی سرکوبی کے لئے چند جوان انصاری لیکر روانہ ہوئے۔ ابورافع کی رہائش ایک گڑھی میں تھی۔ عبداللہ حکمت عملی سے اس کی خوابگاہ میں پہنچے اور اندھیرے میں تلوار چلائی۔ پہلا وار کارگر نہ ہُوا اور ابورافع بیدار ہو گیا۔ انہوں نے آواز بدل کر پوچھا کہ ابورافع خیر ہے اُس نے سمجھا کوئی اُس کا مُلازم ہے غضبناک ہو کر بولا کہ تمہارا بُرا ہو ابھی کسی نے مجھ پر تلوار چلائی ہے یہ سُن کر عبداللہ نے آواز پر وار کیا اور ابورافع کو قتل کر ڈالا۔ گڑھی سے نکلتے وقت ان کا پانوں پھسلا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ عبداللہ نے اپنی پنڈلی اپنی پگڑی سے کس کر باندھی اور لنگڑاتا ہُوا خدمت عالی میں حاضر ہُوا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ عبداللہ نے پانوں پھیلایا۔ آپؐ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور عبداللہ کی پنڈلی صحیح وسالم ہو گئی گویا کبھی کوئی صدمہ پہنچا ہی نہ تھا۔ (بخاری۔ براء بن عازبؓ)

(۳۵) خیبر کی لڑائی میں سلمہ بن اکوع کو ساق پر ایسا زخم آیا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ آپؐ نے چوٹ پر تین بار دم کیا وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ (بخاری۔ یزید بن ابی عبید)

(۳۶) ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپؐ نے دیکھا اور کہا کہ دہنے ہاتھ سے کھایا کرو۔ اس شخص نے جھوٹ موٹ کہا کہ میرا دہنا ہاتھ بیکار ہے میں اُس سے کھانا نہیں کھا سکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا بیکار رہی سہی اُسوقت سے اُس کا دست راست واقعی بیکار ہو گیا۔ (مسلم۔ سلمہ بن اکوع)

(۳۷) قوم مضر کی شرارت جب حد سے بڑھ گئی تو آپؐ نے اُن کے حق میں بددُعا کی۔ خدا نے اُن پر قحط کا عذاب نازل کیا۔ ابوسفیان نے حالانکہ مخالف تھا رحم کی استدعا کی۔ آپؐ رحمت مجسم تھے فوراً دُعا کی اور خوب بارش ہوئی جس سے قحط جاتا رہا۔ (بخاری مسلم ابن عباس)

Marfat.com

(۳۸) صُلح حدیبیہ کے بعد آنحضرتؐ نے اکثر سلاطین اور فرمانرواؤں کے نام نامے لکھے اور اُنہیں دعوت اسلام دی۔ اس زمانہ میں فارس کا فرمانروا کسریٰ پرویز نوشیرواں کا پوتا تھا۔ اس کے نام بھی خط گیا۔ سرنامہ میں آنحضرتؐ کا نام کسریٰ کے نام سے پہلے تھا یہ حال دیکھ کر آگ ہوگیا اور براہِ تکبر نامہ عالی پھاڑ ڈالا۔ آنحضرتؐ نے بد دعا دی اور کہا کہ اے خدا اس متکبر کی سلطنت کو پاش پاش کردے۔ آپؐ کی دُعا قبول ہوئی۔ وہ مغرور بادشاہ قتل ہُوا اور اُس کی سلطنت کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ پھر فراہم نہ ہُوا ٭

(بخاری۔ مسلم۔ عبداللہ بن عباس)

(۳۹) ایک دن خانہ کعبہ کے مُتصّل آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اُس کے چند ہمراہی وہاں آگئے۔ ابوجہل نے کہا کہ کوئی جائے اور اونٹ کا اوجھ لاکر ان پر رکھ دے۔ عقبہ بن ابی معیط دوڑا ہُوا گیا اور اونٹ کا اوجھ لے آیا۔ جبوقت آپؐ سجدے میں گئے وہ اوجھ آپؐ پر ڈالدیا اور تمام ہنسنے لگے۔ جناب فاطمہؓ زہرا کو خبر ہوئی وہ آئیں اور اوجھ اُٹھایا۔ آپؐ نے سر اُٹھاکر ابوجہل۔ عقبہ۔ ولید بن عتبہ۔ ابی بن خلف۔ عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کے حق میں بددُعا کی کہ الٰہی ان کو تباہ کر۔ آنحضرتؐ کی بددُعا قبول ہوئی۔ یہ سب لوگ ہلاک ہوئے اور اکثر ان میں سے جنگ بدر میں جہنّم واصل ہوئے ٭ (بخاری۔ مسلم۔ عبداللہ بن مسعود)

(۴۰) ایک دن حضرت عمرؓ بُتوں کے پاس حاضر تھے ایک شخص آیا اور ایک گوسالہ بُتوں کی نذر کرکے ذبح کیا اسوقت ایک بُت کے شکم سے آواز آئی۔ "اے مرد قوی ایک کام کی بات ہے ایک شخص فصیح کہتا ہے لاالٰہ الا اللہ"

یہ آواز سُن کر سب لوگ بھاگ گئے۔ حضرت عمرؓ وہیں ٹھہرے رہے۔ بُت کے پیٹ سے پھر وہی آواز بلند نکلی۔ کچھ دن کے بعد حضرت عمرؓ نے سُنا کہ آنحضرتؐ لاالٰہ الا اللہ تلقین کرتے ہیں ٭ (بخاری۔ حضرت عمرؓ)

(۴۱) جب آنحضرتؐ ہجرت سے پہلے غار میں پناہ گزین ہوئے تو کُفار نے آپکی گرفتاری کے لئے انعام مقرر کرکے اشتہار دیا۔ سُراقہ بن مالک کے دہن آز میں پانی بھر آیا۔

Marfat.com

جب آنحضرتؐ غار سے نکل کر مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو سُراقہ گھوڑا دوڑاتا ہُوا آپؐ کے قریب آپہنچا۔ حضرت ابوبکرؓ نے سراقہ کو دیکھا اور کہا کہ یا حضرت دشمن آگیا۔ آپؐ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا اور سراقہ گھوڑے سے زمین پر آرہا۔ پھر اُٹھ کر سوار ہُوا تو گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا اب تو سُراقہ کے اوسان خطا ہو گئے اور عاجزی سے معافی مانگی۔ آنحضرتؐ نے دُعا کی اور اُس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا۔ وہ اُسی وقت واپس ہُوا اور راہ میں جو دوسرے تعاقب کرنے والے ملے اُن کو بھی واپس لے گیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے جب اپنے چچازاد بھائی قارون سے زکوٰۃ طلب کی تو وہ ناراض ہُوا اور ایک فاحشہ عورت کو کچھ روپے دے کر آپ پر زنا کا الزام لگانا چاہا مگر وہ عورت اسقدر مرعوب ہوئی کہ اُس نے کچا چٹھا کہہ سُنایا۔ اسوقت موسیٰؑ نے بددُعا کی اور قارون زمین میں رفتہ رفتہ سما گیا۔ قارون نے سر تک سمانے سے پہلے ہر چند معافی مانگی اور رحم کی درخواست کی مگر حضرت موسےٰؑ نے معاف نہ کیا۔ آنحضرتؐ کی رحمت کا یہ عالم تھا کہ دشمنوں کو بھی معاف کر دیتے تھے + (بخاری۔مسلم)

(۴۲) حضرت انسؓ سے روائت ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں لکھنے کا کام کرتا تھا۔ وہ مُرتد ہو گیا اور کافروں سے جا ملا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کو زمین بھی قبول نہ کریگی۔ ابُو طلحہ ایک دن حضرت انسؓ سے ملے اور کہنے لگے کہ میں نے اس شخص کا مرنا دیکھا ہے۔ اُسے کئی بار دفن کیا گیا مگر ہر بار قبر سے وہ باہر آجاتا تھا۔ اس کا مُردہ اسی طرح خراب ہُوا + (بخاری۔مسلم۔انسؓ)

(۴۳) جب آنحضرتؐ حدیبیہ میں تھے تو لشکر میں پانی کی قلت ہو گئی۔ لوگ پیاس سے گھبرا گئے۔ آنحضرتؐ کے پاس ایک لوٹا تھا اس میں پانی تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ لوٹے میں ڈالا اور آپؐ کی انگلیوں سے پانی چشموں کی طرح نکلنے لگا۔ سب نے سیر ہو کر پیا اور وضو کیا۔ لشکر میں اسوقت تخمیناً پندرہ سو آدمی کی بھیڑ بھاڑ تھی + (بخاری۔مسلم۔جابرؓ)

حضرت موسےٰؑ نے پتھر پر عصا مارا اور اس میں سے پانی جاری ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے

انگلیوں میں سے پانی نکال کر دکھا دیا +

(۴۴) حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جو پانی سے خالی ہو گیا۔ آنحضرتؐ کنوئیں پر تشریف لائے۔ تھوڑا سا پانی منگایا اور اس کنوئیں میں ڈلوا کر دُعا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کنوئیں میں اسقدر پانی ہو گیا کہ تمام لشکر نے جس میں چودہ سو آدمی تھے پانی پیا + (بخاری۔ براء عازب)

(۴۵) ایکبار آنحضرتؐ سفر میں تھے۔ پانی ختم ہو گیا۔ لوگ تشنگی سے سراسیمہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے علیؓ کو اور ایک اور شخص کو بُلا کر فرمایا کہ جاؤ پانی ڈھونڈ کر لاؤ یہ ایک عورت کو ڈھونڈ لائے جس کے پاس دو بڑی مشکیں پانی سے بھری ہوئی تھیں۔ آپؐ نے ایک برتن منگایا اور دونوں مشکوں سے پانی اس میں ڈلوایا پھر چالیس آدمیوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور جتنی مشکیں اور برتن ساتھ تھے وہ سب پانی سے بھر لئے۔ اس پر بھی اس عورت کی مشکیں بھری رہیں + (بخاری۔ مسلم۔ عمران بن حصین)

(۴۶) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن آنحضرتؐ کے ہمرکاب مدینے کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ تین سو یا قریب تین سو کے آدمی تھے۔ آپؐ نے ایک برتن منگایا اس میں پانی تھا۔ آپؐ نے دست مبارک اس پانی میں رکھا اور انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی نکلنے لگا جس سے سب نے وضو کر لیا + (بخاری۔ مسلم۔ انسؓ)

(۴۷) عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں بھی ایک دفعہ سفر میں تھا۔ پانی ختم ہو گیا ہم آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا کچھ بچا ہوا پانی لاؤ ہم ایک برتن میں لے گئے۔ آپؐ نے دست مُبارک اُس پانی میں ڈالا اور انگلیوں میں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا + (بخاری۔ عبداللہ بن مسعود)

(۴۸) ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم سب سفر میں تھے۔ میرے پاس ایک لوٹا تھا اس میں پانی تھا۔ اس لوٹے سے آنحضرتؐ نے وضو کیا تھوڑا سا پانی بچ رہا آپؐ نے فرمایا کہ اس کو احتیاط سے رکھنا یہ کام آئیگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب دھوپ نکلی تو لوگ پیاس سے بیتاب ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اور وہی لوٹا منگوایا اور اس سے پانی ڈالنا شروع ہوا۔ آنحضرتؐ پانی ڈالتے جاتے تھے اور میں پلاتا جاتا تھا لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے آپؐ نے فرمایا

Marfat.com

گھبراؤ نہیں سب کے لئے کافی ہے۔ جب سب پی چکے تو آنحضرتؐ نے پہلے مجھے پلایا اور سب سے پیچھے خود پیا اور فرمایا کہ ساقی کو سب سے پیچھے پینا چاہئے۔ تمام لشکر ایک لوٹے سے سیراب ہو گیا۔ (مسلم۔ ابو قتادہ)

(۴۹) غزوۂ خندق کے ایام میں مسلمان خندق کھود رہے تھے آنحضرتؐ بھی مزدوروں کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ ایک سخت پتھر خندق میں نکلا۔ سب نے کوشش کی مگر وہ نہ ٹوٹا آنحضرتؐ تین دن کے فاقہ سے تھے۔ پیٹ پر پتھر بندھے تھے۔ کدال لیکر اُترے اور پتھر پر مارا وہ پتھر سُرمہ ہو گیا۔ جابرؓ گھر میں گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسولؐ خدا فاقہ سے ہیں کچھ ہے تو اُن کے کھانے کے لئے دو۔ جابرؓ نے ایک بکری کا بچّہ ذبح کیا اور اُس کی عورت نے ایک صاع جو نکالے اور ان کو پیسا اور دیگچی چولہے پر رکھی۔ جابرؓ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چپکے سے کہا کہ یا حضرتؐ آپ کے لئے کھانا تیار ہو رہا ہے آپؐ مع چند آدمیوں کے تشریف لے چلیئے۔ آپؐ نے پکار کر کہا کہ اے اہل خندق جابرؓ نے تمہاری دعوت کی ہے تیار ہو جاؤ پھر جابرؓ سے کہا کہ چولہے سے دیگچی نہ اُتارنا اور جب تک میں نہ آؤں آٹا نہ پکانا۔ پھر آپؐ اور تمام اہل خندق جابرؓ کے ہاں گئے۔ آپؐ نے دُعا کی۔ دیگچی چولہے پر تھی۔ سب نے اس میں سے پیالے بھر بھر کے کھایا نہ تو سالن کم ہوا نہ آٹا ختم ہوا اور ہزار آدمی سیر ہو گئے۔ (بخاری مسلم۔ جابرؓ)

(۵۰) ایک دن آنحضرتؐ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسولؐ اللہ قحط نے مویشی ہلاک کر دیئے اور ہمارے عیال بھوکے مر رہے ہیں آپؐ نے اُسی وقت مینہ کے لئے دُعا کی۔ ابھی دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ معاً آسمان پر ابر نمودار ہوا اور سات دن برابر پانی برسا۔ پھر اُسی اعرابی نے کہا کہ اب دُعا فرمائیں کہ بارش تھم جائے۔ مکان گر پڑے اور مال ڈوب گیا ہے۔ آپؐ نے پھر دعا کی کہ مدینے میں نہ برسے ارد گرد برسے۔ وہیں ابر کھل گیا اور مطلع صاف ہو گیا مگر مدینے کے ارد گرد بارش ہوتی رہی۔ (بخاری مسلم۔ انسؓ)

(۵۱) غزوۂ خندق میں جب کُفّار لشکر عظیم لیکر مدینہ پر چڑھ آئے تو آپؐ نے سلمانؓ فارسی کے

مشورہ سے مدینہ کے گرد خندق کھودی اور قریب ایک مہینے کے لشکر کفّار محاصرہ کئے رہا۔ آخر آنحضرتؐ نے دُعا کی اور ایسی آندھی چلی کہ ایسی کبھی نہ چلی تھی جس سے خیمے اُکھڑ گئے۔ جانور ہلاک ہو گئے۔ انسان تہ و بالا ہو گئے۔ اور آندھی کے ساتھ کفّار بھی اُڑ گئے۔

خدا نے فرمایا ہے۔

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَاءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝"

"اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا جو تم پر کیا جب آئیں تم پر فوجیں۔ اسوقت بھیجی ہم نے ان پر ہوا سرد کہ جس سے کڑاکے کا جاڑا پڑا اور ہوا نے ان کو نہائیت عاجز اور تنگ کیا اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔"

عبداللہ بن عباسؓ سے روائیت ہے کہ جناب رسولؐ نے فرمایا کہ نُصرتُ بالصّبا واھلکت عادٌ بالدّبور

یہ معجزہ آنحضرتؐ کا ہود کے معجزہ کے متشابہ ہے۔ قوم عاد بھی ہوا سے ہلاک ہوئی تھی۔

(بخاری۔ عبداللہ بن عباسؓ)

(۵۲) حضرت علیؓ سے روائیت ہے کہ مَیں آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ مکّے کے زمانہ کا ذکر ہے۔ جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا تھا کہتا تھا السلام علیک یا رسولؐ اللہ۔ (ترمذی)

(۵۳) جابر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں اُس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھے مکّے میں سلام کیا کرتا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ آنحضرتؐ کا اشارہ سنگ اسود کی طرف تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اور پتھر ہے جو ابتک مکّے میں موجود ہے اور زقاق المرفق میں اب بھی لوگ اسے دیکھنے جاتے ہیں۔

(۵۴) خانہ کعبہ میں کُفّار کے تین سَو ساٹھ ۳۶۰ بُت تھے جن کے پانوں سیسے سے جمے ہوئے تھے۔ جب فتح کے سال آپؐ مکّہ میں داخل ہوئے آپؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ آپؐ اُس لکڑی سے بُتوں کی طرف اشارہ کرتے تھے اور زبان مُبارک سے فرماتے جاتے تھے "جاء الحق وزھق الباطل"۔ بُت مُنہ کے بل اوندھے گرتے جاتے تھے۔

(بخاری۔ مسلم طبری)

(۵۵) جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرتؐ کے ہمراہ تھا ہمارا گذر ایک چوڑے میدان میں ہُوا۔ آنحضرتؐ کو رفع حاجت کی ضرورت ہوئی۔ کوئی شے وہاں ایسی نہ دکھائی دی جس کی آڑ میں آپؐ فارغ ہوں۔ اس وادی کے کنارہ پر دو درخت نظر آئے۔ آپؐنے باری باری سے دونوں کی شاخیں پکڑ کر کہا کہ خدا کے حکم سے میرا کہنا مانو دونوں درخت جو فاصلہ پر تھے باہم مل گئے۔ جب آپؐ فارغ ہو چکے تو پھر وہ درخت اپنی اپنی اصلی جگہ پر چلے گئے۔ (مسلم۔ جابرؓ)

(۵۶) ایک بار ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا اور کہا کہ مَیں کیسے جانوں کہ آپ پیغمبرؐ ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اگر مَیں بُلاؤں اُس خوشے کو جو اس درخت خرما میں ہے تو وہ گواہی دیگا کہ مَیں رسولؐ ہوں۔ پھر آپؐنے اُس خوشے کو بُلایا وہ درخت سے جُھکتا ہُوا آپؐ کے روبرو آ گرا اور آپؐ کی پیغمبری کی گواہی دی پھر آپؐنے فرمایا کہ پھر جا اور وہ واپس چلا گیا اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ (ترمذی۔ ابن عباس)

(۵۷) آنحضرتؐ کا دستور تھا کہ خطبے کے وقت ایک ستون مسجد سے کہ جو چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے۔ جب منبر بنا تب آنحضرتؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر خُطبہ پڑھنا شروع کیا ناگاہ اس ستون مسجد سے چلّا کے رونے کی آواز آنے لگی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ستون پھٹ جائے گا۔ آنحضرتؐ اُسی وقت منبر سے اُترے اور ستون کو بدن سے چمٹا لیا۔ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جسے رونے سے منع کیا جائے ہچکیاں لیتا ہے۔ آخیر خاموش ہو گیا۔ آپؐنے فرمایا کہ یہ ہمیشہ ذکر سُنا کرتا تھا آج جو نہ سُنا تو رونے لگا۔ (بخاری۔ جابرؓ)

(۵۸) ایک دن آنحضرتؐ منبر پر کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے جب خدا کی شان بیان کرتے ہوئے آپؐنے فرمایا کہ خدا بڑا جبّار ہے۔ جبار ہے اور بہت بڑا ہے اور بہت بلندی والا تو جس منبر پر آپؐ کھڑے تھے کانپنے لگا۔ (مسلم۔ عبداللہ بن عمرؓ)

(۵۹) اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر ایک رات آنحضرتؐ کی خدمت میں موجود تھے۔ جب رخصت ہونے لگے تو رات بہت جا چکی تھی اور رات بہت اندھیری تھی۔ ان دونوں کے

Marfat.com

ہاتھ میں ایک چھوٹی لکڑی تھی دفعتاً ایک کی لکڑی مشعل کی طرح روشن ہوگئی دونوں اس روشنی میں چلے جب ایسی جگہ پہنچے جہاں سے دونوں نے علیحدہ ہونا تھا تو دوسرے کے ہاتھ کی لکڑی بھی روشن ہوگئی۔ اس طرح روشنی میں دونوں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے (بخاری۔ انس)

(۶۰) جابرؓ کے والد کا جب انتقال ہُوا تو وہ قرضدار تھے۔ جابرؓ نے قرضخواہوں سے کہا کہ ہمارے نخلستان کے چھوہارے لیلو۔ انہوں نے نہ مانا۔ جابرؓ رسولؐ پاک کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ان قرضخواہوں کو سمجھاؤ۔ آپؐ نے فرمایا تم جا کر سب قسم کے چھوہاروں کے علیحدہ علیحدہ انبار لگاؤ میں آتا ہوں جب آپؐ وہاں گئے تو قرضخواہ آپؐ کو دیکھ کر اور بھی زیادہ تقاضا کرنے لگے۔ آنحضرتؐ بڑے خرمن کے گرد تین بار گھومے اور پھر اُس پر بیٹھ گئے اور قرضخواہوں سے کہا کہ تولتے جاؤ۔ جب چھوہارے تُلنے لگے تو تمام قرضہ بھی ادا ہوگیا اور وہ خرمن جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ جابرؓ کی آرزو تھی کہ کاش تمام خرمن تقسیم ہو جائیں اور ایک چھوہارا بھی اُس کے بیٹوں کے لئے بچ جائے تو غنیمت ہے اور یہاں آنحضرتؐ نے یہ معجزہ دکھایا کہ ایک ہی خرمن سے تمام قرضہ ادا ہوگیا اور خرمن برقرار رہا۔ (بخاری۔ جابرؓ)

(۶۱) غزوہ تبوک میں ذخیرہ ختم ہوگیا اور لوگوں کو بھوک کی تکلیف محسوس ہونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو کچھ توشہ لوگوں کے پاس باقی رہ گیا ہے اسے منگا کر آپ دُعائے برکت فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے کہا بہت اچھا۔ ایک چرمی دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر جو کچھ کسی کے پاس تھا لا کر ڈھیر کر دیا گیا۔ بعض آدمی مٹھی بھر جوار یا تھوڑے سے چھوہارے یا ایک روٹی کا ٹکڑہ ہی لائے۔ آپؐ نے اسی پر دعائے برکت فرمائی اور لوگوں سے کہا کہ اپنے اپنے برتن بھر لو۔ تمام لشکر نے برتن بھر لئے اور سیر ہو کر کھایا اور بچ رہا۔ (مسلم ابوہریرہؓ)

(۶۲) ایک دن ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا کہ آج جناب رسولؐ کی آواز میں بھوک کی وجہ سے مجھے نقاہت معلوم ہوتی ہے ام سلیم نے چند روٹیاں جَو کی نکالیں اور ایک اوڑھنی میں لپیٹ کر انس کو دیں۔ وہ روٹیاں لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے آپؐ مسجد میں تھے آپؐ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ انسؓ نے سلام کیا آپؐ نے کہا کیا تمہیں ابوطلحہ نے کھانا

دیکر بھیجا ہے انسؓ نے عرض کی کہ ہاں۔ آپؐ نے حاضرین سے کہا کہ اُٹھو چلو۔ آپؐ میرے ساتھ ہو لئے اور آپؐ کے ساتھ ستر اسی آدمی جو اسوقت موجود تھے وہ بھی ہو لئے۔ انسؓ نے آگے بڑھ کر ابو طلحہ کو خبر دی اُس نے کہا کہ ہمارے پاس اسقدر کھانا تو نہیں ہے ام سلیم نے کہا کہ رسولؐ خدا سب کچھ جانتے ہیں۔ ابو طلحہؓ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ آنحضرتؐ نے اُمّ سلیم سے کہا کہ جو کچھ ہے لے آؤ۔ انہوں نے وہ روٹیاں پیش کیں آپؐ نے فرمایا کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ اُمّ سلیم نے گھی کا برتن نچوڑ کر ان ٹکڑوں کو چُپڑ دیا۔ آنحضرتؐ نے ان پر کچھ پڑھا اور فرمایا کہ دس دس آدمی آئیں۔ غرض دس دس آتے تھے اور پیٹ بھر کر اُٹھ جاتے تھے۔ اس طرح ستر یا اسی آدمی سیر ہو کر گئے ۔ (بخاری۔ مسلم۔ انس)

(۶۳) ایک بار آپؐ ابو طلحہؓ کے گھوڑے پر سوار ہوئے یہ گھوڑا نہایت سُست رو اور تنگ قدم تھا۔ جب واپس دیا تو فرمایا کہ یہ گھوڑا تو صبا رفتار ہے۔ اُس دن سے وہ گھوڑا اسقدر تیز رو ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ نکل سکتا تھا ۔ (بخاری۔ انس)

(۶۴) ایک سفر میں جابرؓ کا اونٹ تھک گیا اور چلنے کے قابل نہ رہا۔ آپؐ نے جابرؓ سے پوچھا کہ تیرے اونٹ کو کیا ہو گیا۔ میں نے کہا چلتا نہیں۔ آپؐ نے پھر کے اُسے ہانکا اور دُعا کی وہ تازہ دم ہو کر سب سے آگے نکل گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو چالیس روپے سے میرے پاس بیچ دو۔ جابرؓ نے منظور کیا مگر مدینہ تک اُس پر جانے کی اجازت لیلی۔ مدینہ پہنچ کر جب جابرؓ اونٹ لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہُوا تو آپؐ نے قیمت عنائیت فرمائی اور اونٹ بھی پھیر دیا ۔ (بخاری۔ مسلم۔ جابرؓ)

(۶۵) آنحضرتؐ ایک دن ایک باغ میں تشریف لے گئے اس میں ایک اونٹ تھا کہ بوجہ شرارت ہر ایک پر جو اس باغ میں آتا تھا حملہ کرتا تھا۔ آپؐ نے اس کو بُلایا اور وہ جھک کر بیٹھ گیا آپؐ نے اُس کی ناک میں مُہار ڈالدی ۔ (مسلم۔ عبداللہ بن جعفر)

(۶۶) ام مالکؓ ہمیشہ ایک ظرف میں آنحضرتؐ کو گھی بھیجا کرتی تھیں۔ جب گھر میں کوئی شے نہ ہوتی تھی اور وہ اس برتن میں تلاش کرتی تھیں تو اس میں گھی موجود ہوتا تھا۔ ایک دن انہوں نے برتن کو نچوڑ لیا۔ جب آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ اگر

نہ نچوڑتیں تو ہمیشہ اس برتن میں گھی ملا کرتا۔ (مسلم۔جابرؓ)

(۶۷) جب آنحضرتؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوا تو اُمّ سلیم نے چھوہاروں۔ گھی اور پنیر سے حیس (حلوہ) تیار کیا اور ایک پیالے میں رکھ کر انسؓ سے کہا کہ اسے آنحضرتؐ کی خدمت میں لیجاؤ۔ انسؓ خدمت عالی میں حیس لیکر روانہ ہُوا آپؐ نے کہا پیالہ رکھدو اور فلاں فلاں آدمی کو بُلالاؤ۔ انسؓ کے بُلانے پر قریب تین سَو آدمی آگئے۔ آنحضرتؐ نے دست مُبارک اس پیالے میں ڈالا اور کچھ زبان مبارک سے کہا۔ اس کے بعد آپؐ دس دس آدمیوں کو بُلاتے تھے اور فرماتے تھے خدا کا نام لو اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ ایک گروہ نکلتا تھا اور دوسرا آتا تھا۔ جب سب کھا چکے تو پیالہ اس طرح حیس سے لبریز تھا (بخاری۔مسلم۔انسؓ)

(۶۸) ایک دن ابوہریرہؓ بھُوک سے بیتاب تھے آپ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے۔ آپؐ کے پاس ایک دودھ کا پیالہ تھا جو کہیں سے ہدیہ آیا تھا۔ آپؐ نے کہا ابوہریرہؓ اصحاب صفہ کو بُلالاؤ۔ ابوہریرہؓ نے دل میں کہا کہ ایک پیالہ دودھ سے اصحاب صفہ کو کیا ہوگا کاش یہ مجھے ہی دیدیتے تو مَیں تو سیر ہو جاتا۔ ابوہریرہؓ اصحاب صفہ کو بُلالائے آپؐ نے فرمایا ان کو دودھ دو ابوہریرہؓ پیالہ ایک کو دیتا تھا جب وہ سیر ہو جاتا تھا تو دوسرے کو دیتا جب سب کھا چکے تو آنحضرتؐ نے کہا ابوہریرہؓ اب تم کھاؤ۔ ابوہریرہؓ بیٹھ گئے اور دودھ کھایا۔ آپؐ نے فرمایا اور کھاؤ۔ ابوہریرہؓ نے اور کھایا پھر آپؐ نے فرمایا اور پیو تو ابوہریرہؓ نے کہا اب پیٹ میں جگہ نہیں ہے یہ سُن کر آپؐ نے پیالہ لے لیا خدا کی تعریف کی اور باقی دودھ خود نوش فرمایا۔ (بخاری۔ابوہریرہؓ)

(۶۹) ایک دن ابوذر آنحضرتؐ کی خدمت میں موجود تھے آپؐ نے فرمایا قریب ہے کہ تم فتح کرلوگے مصر کو جہاں قیراط کا بہت رواج ہے۔ (قیراط پانچ جَو برابر سونے کا سکّہ ہوتا ہے) وہاں کے لوگوں سے نیکی کرنا کیونکہ ان سے قرابت ہے۔ اور جب تم دیکھو کہ دو آدمی ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے ہیں تو وہاں سے نکل آنا۔

مصر جناب عمرؓ کے عہد میں فتح ہُوا اور ابوذر نے جب عبدالرحمٰن بن شُرحبیل بن حسنہ

اور ربیعہ اُس کے بھائی کو ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے دیکھا تو وہاں سے چلے آئے
کچھ دن کے بعد مصر سے فتنہ عظیم اُٹھا جس میں حضرت عثمانؓ بلوایوں کے ہاتھ سے شہید
ہوئے ۔ (مسلم - ابوذر)

(۸۰) ایک اندھا خدمت عالی میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا نبیؐ دُعا فرمائیں میں بینا ہو جاؤں
آپؐ نے فرمایا کہ اُٹھ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ اور پھر صدق دل سے دُعا کر۔ اُس نے ایسا
ہی کیا اور اُس کی آنکھیں کٹورہ سی کھُل گئیں ۔ (ترمذی - نسائی - عثمان بن حنیف)

ہمارے خیال میں اسی قدر تفصیل کافی ہے۔ اس سے زیادہ طُول کلامی ہے۔
اکثر انبیا نے اُن پر سلام ہو معجزے دکھائے - لاٹھی - سانپ - پتھر - دریا - آگ کی قلب
ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دکھایا لیکن ہمارے پیغمبرؐ نے بڑا معجزہ یہ دکھایا کہ دلوں کو
بدل دیا۔ دلوں کو پاکیزہ کر دیا۔ جس نے آپؐ کی صورت دیکھی شیدا ہو گیا اور جس نے
کلام پاک سُنا وہ غلام بن گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ

باب (۲۰)

آنحضرتؐ کی اولاد

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک تو اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے
بطن سے اولاد ہوئی اور دوسرے جناب ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے ان کے علاوہ اور کسی بی بی
سے اولاد نہیں ہوئی۔ آپؐ کی اولاد کا مجملاً ذکر ہم جناب حضرت خدیجہؓ اور جناب ماریہ
قبطیہؓ کے ذکر میں کر چکے ہیں اس لئے اس باب کی ضرورت نہ تھی لیکن ہمارے چند
معزز دوستوں نے جن کی عقل سلیم پر ہمیں ناز ہے ہمیں مجبور کیا ہے کہ اولاد کا ذکر کسی قدر
مفصل علیحدہ باب میں ہونا چاہئے اس لئے اپنے احباب کے حکم کی تعمیل میں ہمیں یہ

باب بڑھانا پڑا۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے بطن سے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کے ہاں سات اولادیں چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے بہ این تفصیل پیدا ہوئیں۔ زینبؓ۔ رقیہؓ۔ اُمّ کلثومؓ۔ فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہم۔ قاسمؓ۔ طاہرؓ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہم۔ آنحضرتؐ نے قاسم کے نام پر اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔

صاحبزادوں میں سب سے عمر میں بڑے قاسم تھے اور صاحبزادیوں میں زینبؓ۔ یہ چاروں صاحب زادیاں اور تینوں صاحب زادے پیغمبرؐ صاحب کے زمانہ بعثت سے پیشتر ہی پیدا ہو چکے تھے بلکہ تینوں صاحب زادے تو نبوّت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ ہاں صاحب زادیوں نے نبوّت کا عہد مُبارک دیکھا اور سب مشرّف بہ اسلام ہوئیں۔

ابراہیم صاحب ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے مدینہ منوّرہ میں ۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے یہ ایک سال آٹھ ماہ اور آٹھ یوم زندہ رہے۔ آنحضرتؐ کو ابراہیم سے بہت محبّت تھی۔ ولادت کے وقت آنحضرتؐ کی کنیز سلمیٰ دائی کی خدمت بجا لائی۔ جب آپؐ نے ولادت کا مژدہ سُنا تو ابو رافع کو جنہوں نے یہ خبر آکر سُنائی ایک غُلام عطا فرمایا۔ یہ بچہ اُمّ بردہ بنت منذر انصاریہ کے سپرد ہُوا جنہوں نے اسے دودھ پلایا۔ یہ صاحب زادہ جب عالم رضاعت میں جاں بحق تسلیم ہُوا تو اس کے دفن کے وقت آنحضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا۔

"تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الّا ما یرضی ربّنا وانا علیك یا ابراھیم لمحزونون"

"آنکھوں میں نم ہے۔ دل میں غم ہے پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے۔ ابراہیم ہم کو تیری وجہ سے رنج ہُوا"

جناب زینبؓ جو سب بہنوں میں بڑی تھیں پیغمبرؐ صاحب کے نکاح کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں یعنے ان کی ولادت کے وقت پیغمبرؐ صاحب کی عمر تیس برس کی تھی۔ ان کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے ہُوا جو جناب خدیجہؓ کے حقیقی بھانجے تھے۔

Marfat.com

یعنے ہالہ کے فرزند تھے۔ بیبی زینبؓ کے ہاں ابوالعاص سے ایک صاحبزادے علی نام اور ایک صاحب زادی امامہ پیدا ہوئیں۔ علی بلوغ کے قریب پہنچ کر انتقال کر گئے اور امامہ جوان ہوکر جناب فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بیاہی گئیں لیکن جب جناب علیؓ نے شہادت پائی تو امامہ کا دوسرا عقد مغیرہ بن نوفل بن حارث سے ہُوا اور ان سے ایک فرزند رشید یحییٰ نام پیدا ہوئے۔

ابوالعاص کا شمار مکّہ کے بڑے دولتمندوں میں تھا بعثت کے بعد حضرت زینبؓ تو باپ کی پیغمبری پر ایمان لے آئیں مگر اُن کے شوہر کافر ہی رہے۔ آنحضرتؐ نے چاہا کہ میاں بیوی میں مفارقت ہوجائے مگر بس نہ چلا۔ جب آنحضرتؐ مکّہ سے ہجرت کر گئے اور زینبؓ کو بُلایا تو ابوالعاص نے جانے کی اجازت نہ دی۔ آخر جنگ بدر میں ابوالعاص بھی گرفتار ہُوا اور مدینہ میں لایا گیا۔ ان کی رہائی کے لئے حضرت بیوی زینبؓ نے اپنا قیمتی ہار جو ماں نے جہیز میں دیا تھا مدینہ بھیجا۔ جس وقت آنحضرتؐ نے وہ ہار دیکھا تو پہچان گئے اور خدیجہؓ یاد آئیں جس سے دل پر چوٹ لگی آبدیدہ ہوئے اور صحابہ سے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو اس قیدی کو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو تاکہ ماں کی دی ہوئی چیز بیٹی کے پاس رہے۔ سب نے سر تسلیم خم کیا۔ ابوالعاص آزاد ہوکر اور وہ ہار لیکر اپنی پیغمبر زادی بیوی کی طرف روانہ ہوئے۔ جاتے ہوئے وعدہ کر گئے کہ وہاں جاکر زینبؓ کو مدینہ بھیجدوں گا۔ آپ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو مکّہ کی طرف روانہ کیا کہ صاحب زادی کو بہ آرام وحفاظت لے آویں۔ ابوالعاص گو ابھی مسلمان نہ ہُوا تھا مگر وعدہ کا پکّا تھا گھر پہنچتے ہی بیوی زینبؓ کو مدینے جانے کی اجازت دی اور جب معلوم ہُوا کہ زید بن حارث لینے بھی آگئے ہیں تو کنانہ بن ربیع برادر ابوالعاص نے بیوی زینبؓ کو ناقہ پر سوار کیا اور مسلح ہوکر ساتھ ہولئے تاکہ جاکر زید کے سپرد کردیں۔ کُفار مکّہ کو اس بات کی خبر ہوگئی اور راہ میں بیوی زینبؓ کے محمل کو گھیر لیا۔ کنانہ نے جب اہل قریش کی یورش دیکھی تو کمان سنبھالی اور للکار کر کہا کہ جو قریب آئیگا وہ زندہ نہیں رہیگا۔ کنانہ کی وجہ سے کسی کو قریب آنے کی جرأت تو نہ ہوئی مگر حضرت بیوی

زینبؓ پر اسقدر خوف طاری ہُوا کہ اسقاط حمل ہو گیا۔ اتنے میں ابوسفیان وہاں آ گیا اور کنانہ سے کہا کہ ہمیں اس عورت کے روکنے سے کیا فایدہ مگر خیال صرف یہ ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ پیغمبرؐ کی بیٹی کو دن دہاڑے لے گئے اور کسی سے روکا بھی نہیں گیا۔ رات کو ان کو زید کے سپرد کر دینا اسوقت مکّہ میں واپس آجاؤ۔ کنانہ نے اس بات کو منظور کیا اور مکّہ میں پلٹ آئے۔ رات کو چپکے سے حضرت بی بی زینبؓ کو لیجا کر زید کو سونپ دیا وہ لیکر مدینے میں آ گئے۔

ابوالعاص چند دن کے بعد تجارت کے لئے مُلک شام کو گئے وہاں سے واپسی پر ان کے قافلہ پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور یہ بھاگ کر اپنی اہلیہ حضرت زینبؓ کے پاس آ گئے۔ دوسرے دن علی الصباح جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگ نماز کے لئے مسجد میں جمع ہوئے تو حضرت بی بی زینبؓ نے اُس حصّہ مسجد سے جہاں عورتیں نماز پڑھا کرتی تھیں پُکار کر کہا کہ میں نے ابوالعاص کو اپنی پناہ میں لیا ہے آنحضرتؐ نے سُن کر کہا کہ مجھے اس حال کی خبر نہ تھی اگرچہ ہر ایک شخص اپنے قرابتی کو پناہ دیسکتا ہے لیکن زینبؓ دیکھو تم مسلمان ہو یہ مشرک تم اس پر حلال نہیں ہو۔ پھر سریہ والوں کی طرف توجہ فرما کر کہا کہ تم نے جو کچھ مال اور اسباب اس شخص کا لوٹا ہے اگر واپس کر دو تو مناسب ہے لیکن یہ بات تمہاری مرضی پر منحصر ہے کوئی زبردستی نہیں ہے سب نے بخوشی تمام واپس کر دیا۔ ابوالعاص وہ اسباب لیکر مکّے آئے اور سب کو سب کا مال دیکر کہا کہ میں نے مدینے میں اس لئے اسلام قبول نہیں کیا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہمارا مال کھانے کو ایسا کیا ہے اب میں نے تمہاری امانت تمہیں دیدی ہے اس لئے میں مرخص ہوتا ہوں اور صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں یہ کہکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطیب خاطر مسلمان ہوئے۔

بیبی رقیہؓ اور بیبی اُم کلثومؓ کا پہلا عقد پیغمبر صاحب کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عُتیبہؔ سے ہُوا۔ جب آنحضرتؐ نے تبلیغ اسلام شروع کی تو ان دونوں کافر شوہروں نے دونوں معصوم صفت صاحبزادیوں کو طلاق دیدی۔ عتیبہ نے تو

یہاں تک گستاخی کی کہ اُمِّ کلثومؓ کو طلاق دے کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ آپؐ کی طرف تھوکا اور صاحب زادی کو آنحضرتؐ کے پاس چھوڑ گیا آپؐ کو یہ حال دیکھ کر بہت صدمہ ہُوا مگر صبر کیا اور اتنا کہا کہ اے خدا اپنے کتّوں میں سے کسی کو اس پر قابض کر۔ خدا کی شان چند دن کے بعد عتیبہ اپنے والد ابولہب کے ساتھ شام کی طرف سے واپس آرہا تھا ناگاہ ان کا گذر ایسے جنگل میں ہُوا کہ جہاں شیروں کا ڈر تھا رات کو ایک شیر آیا اور عتیبہ کو ہلاک کر کے چلا گیا۔ (دیکھو السیرۃ الحلبیہ)

جس قدر ابولہب اور اُس کے بیٹوں کو آنحضرتؐ سے عداوت تھی اس سے بڑھ کر ابولہب کی جورو اُمِّ جمیل کو آپؐ سے دشمنی تھی۔ کمبخت سو کام چھوڑ کے بڑے بڑے کانٹے جمع کر کے لاتی اور آپؐ کے راستے میں بچھایا کرتی تھی۔

جب عتیبہ بن ابولہب نے بی بی رقیہؓ کو طلاق دیدی تو اُن کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان سے ہُوا جن سے ایک صاحب زادہ عبداللہ پیدا ہُوا جو چھ برس کی عُمر کو پہنچ کر انتقال کر گیا۔

جب مکہ میں مسلمانوں پر کفّار کا ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو آنحضرتؐ کی صاحبزادی رقیہؓ اور اُن کے شوہر حضرت عثمانؓ نے بھی حبش کے سفر کی تیاری کر دی۔ حضرت رقیہؓ کے ساتھ آنحضرتؐ کی دائی اور کھلائی اُمِّ ایمن بھی تھیں۔ عورتوں میں رقیہؓ مکہ میں نہائیت صاحب جمال مشہور تھیں اور مردوں میں حضرت عثمانؓ یوسفِ ثانی سمجھے جاتے تھے ان کی خوبصورتی کا چرچا تھا اکثر عورتیں یہ شعر گایا کرتی تھیں ؎

احسن شئ قد یری انسان
رقیۃؓ و بعدہا عثمانؓ

یعنے سب سے بہتر شئے جسے انسان دیکھے رقیہؓ ہے اور اُن کے بعد عثمانؓ ہے۔

جب آنحضرتؐ مدینے تشریف لے گئے تو رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ بھی مدینے آگئے۔
جب آنحضرتؐ جنگ بدر میں شریک ہونے کے لئے جارہے تھے تو یہ صاحب جمال اور معصوم پیغمبر زادی چیچک میں مبتلا تھی۔ حالت چونکہ نازک تھی آپؐ حضرت عثمانؓ کو اُنکی

خبر گیری کے لئے چھوڑ گئے۔ جب فتح بدر کی خبر مدینے میں آئی اُسوقت حضرت رقیہؓ وفات پاکر دفن ہو رہی تھیں۔ اس سانحہ سے فتح بدر کی خوشی میں بہت سا فرق آگیا۔

انہیں ایام میں ابولہب جو جناب رقیہؓ کا سابق خُسر تھا مرض طاعون میں گرفتار ہو کر جہنم واصل ہُوا۔ اس کی موت کا قصہ اہل شام نے عجیب بیان کیا ہے۔ لکھا ہے کہ ابولہب شکست بدر کے بعد حضرت عباسؓ کے گھر کے پاس سے گذر رہا تھا۔ یہ شریک جنگ نہ ہُوا تھا اتفاقاً مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب سے دوچار ہُوا۔ ابولہب نے کہا جنگ کا حال سُناؤ تو اُس نے کہا کہ کچھ نہ پوچھو ہماری خوب ہی گت بنائی گئی اور ہمیں میدان جنگ میں چند گورے گورے انسان ابلق گھوڑوں پر سوار دکھائی دیئے جو آسمان سے زمین تک پھیلے ہوئے تھے۔ ابورافع غلام حضرت عباسؓ نے یہ گفتگو سُنی اُس سے رہا نہ گیا بیساختہ بول اُٹھا کہ ہاں وہ فرشتے ہونگے۔ یہ سُن کر ابولہب جھنجھلایا اور ابورافع کو زدوکوب کرنے لگا اور اُسے گرا کر اُس کی چھاتی پر ہو بیٹھا۔ یہ حال دیکھکر اُمّ الفضل زوجہ محترمہ جناب حضرت عباسؓ کو غصّہ آگیا اُنہوں نے پتھر اُٹھا کر ابولہب کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر پھٹ گیا اور کہا کہ اس کا مالک جو یہاں نہیں ہے اس لئے اسے بیکس سمجھ کر مارتا ہے اس واقعہ کے بعد جلد ہی ابولہب دل شکستہ ہو کر سگ طاعون کا شکار ہُوا۔

جناب حضرت فاطمہؓ کو اپنی بہن رقیہؓ سے بہت محبت تھی ان کی وفات کے بعد آپ کی یہ حالت تھی کہ رسولؐ اللہ قبرستان میں تشریف لیجاتے تو آپ ساتھ ہو لیتیں۔ اور قبر رقیہؓ کو دیکھ کر رویا کرتیں آنحضرتؐ اپنے دامن سے جناب فاطمہؓ کے آنسو پونچھا کرتے تھے۔

حضرت بی بی رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نہایت پریشان حال رہا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح اُن سے کرنا چاہا مگر اُنہوں نے اس وجہ سے کہ خیال تھا کہ وہ تنگ مزاج ہیں پہلوتہی کی اس لئے آنحضرتؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی اُمّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا اور یہی وجہ ہے

کہ حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

آنحضرتؐ کی چوتھی صاحبزادی عابدہ۔ زاہدہ۔ صدیقہ خاتون جنت جناب فاطمۃ الزہراؓ تھیں۔ آپ ٢٠ جمادی الآخر سنہ ٦٠٥ عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ اسوقت رسول کریم صلعم کا سن مُبارک ٣٥ سال کے قریب تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مکّہ میں کعبہ کی تجدید ہو رہی تھی۔ آپکی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ جناب خدیجہؓ کی عمر ساٹھ سال کی تھی اور شادی کو بیس برس ہو چکے تھے۔ جب آپ کی عُمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا آپ کو اُم المؤمنین جناب سودہؓ نے حقیقی بیٹیوں کی طرح پرورش کیا۔ جب آپ جوان ہوئیں تو آنحضرتؐ نے آپ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا اور فرمایا کہ بیٹی میں نے تجھے وہ خاوند دیا ہے جس سے بہتر اور کوئی اہل بیت میں نہیں ہے۔ یہ نکاح بعد شوال ٢ھ ہُوا۔ جناب سیدہ کا والد بھی فقیر غنی تھا اور خاوند بھی درویش تھا اس لئے آپ نے تمام عُمر تنگی میں بسر کی لیکن اس قسم کا استقلال اور ایثار دکھایا کہ اُس کی نظیر دُنیا میں نہیں ملتی۔ آپ فاقہ سے رہتی تھیں اور اپنے ہاتھ سے چکّی پیستی تھیں اور خوش تھیں۔

جنگ خیبر تک ان کے گھر میں کوئی لونڈی یا غلام نہ تھا۔ جنگ خیبر کے بعد آنحضرتؐ نے ایک کنیز فضہ نامی آپ کے پاس بھیجی اور کہلا بھیجا کہ آدھا کام گھر کا یہ کرے اور آدھا تم کرنا اور دونوں مل کر چکی پیسنا۔ جو کھانا تم خود کھاؤ وہی اس کنیز کو کھلانا۔

جناب سیدہؓ شکل وصورت اور حرکات وسکنات میں آنحضرتؐ سے بہت مِلتی جُلتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی طرح آپ کے جسم مبارک میں سیب بہشت کی خوشبو تھی۔ آنحضرتؐ سے جناب سیدہؓ کو اسقدر محبّت تھی کہ آپؐ کی وفات کے بعد بہت کم عرصہ زندہ رہیں اور اس عرصہ میں کبھی آنسو نہیں تھمے۔ آخر کار دُنیا میں ٢٨ سال زندہ رہ کر اور عصمت عفت۔ جرأت اور استقلال۔ زُہد اور تقویٰ کی نظیر قائم کر کے ماہ رمضان المبارک کی تیسری تاریخ سنہ ١١ ہجری سہ شنبہ کی رات کو آپ جنّت کو سدھاریں اور وہاں جا کر خاتون جنّت بن گئیں۔ جناب سیدہؓ کے ٢ صاحبزادے حسنؑ اور حسینؑ اور تین صاحبزادیاں زینبؓ۔ اُم کلثومؓ اور رقیہؓ تھیں۔

Marfat.com

رقیہؓ کا انتقال چھوٹی سی عمر میں ہو گیا۔

اُمّ کلثومؓ کی شادی حضرت علیؓ نے اپنی رضا و رغبت سے حضرت عمرؓ بن خطاب سے کردی جن سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی لیکن دونوں کی عمر نے وفا نہ کی دونوں بچپن ہی میں چل بسے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد عون ابن جعفرؓ نے اُمّ کلثومؓ سے نکاح کر لیا ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اُس کے بعد آپ سے محمدؓ بن جعفرؓ نے نکاح کیا ان سے ایک بیٹا ہوا جو عہد طفلی میں وفات پا گیا۔ ان کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ سے آپ نے نکاح کیا۔ ان سے بھی کوئی بال بچہ نہ ہوا آخر انہیں کے نکاح میں آپ جنت سدھاریں۔

اُمّ کلثومؓ کی وفات کے بعد زینبؓ کی شادی عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوئی جس سے ایک صاحب زادہ علی اور ایک صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اُمّ کلثوم کا نکاح قاسم بن محمد بن جعفرؓ سے ہوا جن سے بکثرت اولاد ہوئی اور علی بن عبداللہ سے بھی سلسلہ اولاد بکثرت چلا جو جعفر بن فاطمی کہلاتے ہیں۔

جناب سیّدہ کے صاحب زادوں میں جناب حسنؑ سر سے سینے تک آنحضرتؐ سے مشابہ تھے حضرت علیؓ کے بعد یہ خلیفہ ہوئے۔ امیر معاویہ نے بغاوت کی آپ نے اس خیال سے کہ ناحق بندگان خدا کا خون ہو گا صُلح کر لی اور شرائط صُلح میں جو خط امیر معاویہ کو لکھّا اُس کا مضمون یہ تھا کہ مَیں صرف شام نہیں بلکہ اپنی مقبوضہ مملکت بھی تیرے حوالہ کر دیتا ہوں اور خود احد من الناس ہو کر خلع خلافت کرتا ہوں بشرطیکہ تو اس بات کو مصمّم کرلے کہ مدینہ عالیہ۔ حجاز اور عراق کے لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھّے اور کوئی چیز طلب نہ کرے اور یہ بھی کہ تیرے بعد ولیعہد مَیں ہوں گا اور یہ کہ بیت المال پر مجھے اختیار ہو کہ مَیں اپنی حاجات کے مناسب اس سے لیتا رہوں۔ امیر معاویہ تو یہ خدا سے چاہتا تھا اُس نے منظور کر لیا اور آپ نے بیت المقدّس میں جا کر بیعت کر لی اور صلح ہو گئی۔

خلافت کے زمانہ میں آپ نے حاجب اور دربان نہیں رکھّا۔ دربار ہر وقت کھُلا رہتا تھا۔ اس لئے آپ کو چند بار زہر دیئے گئے اور اثر نہ ہُوا آخر کار جعدہ بنت

اشعث نے جو آپ کی منکوحہ تھی اس قسم کا زہر پلا دیا کہ آپ کا جگر شق ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جعدہ نے یہ کام یزید کے مشورہ سے کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اُس کے والد امیر معاویہ کے کہنے سے کیا۔ زہر کے واقعہ کے بعد آپ چالیس یوم زندہ رہے کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مُنہ سے نکلتا تھا۔ رنگ سبز ہو گیا مگر زہر دینے والوں کا نام نہیں بتایا۔ وقت وفات آپ کی عمرؑ بقول واقدی اور شیخ ابن حجر عسقلانی چھیالیس سال پانچ ماہ اور کچھ دن کی تھی۔

امام حسنؑ کثیر الاولاد تھے لیکن نسل آپ کی صرف دو صاحبزادوں سے چلی جن کے نام حسن بن حسن اور زید بن حسن ہیں۔

تذکرۃ السادات میں آپ کے گیارہ فرزند لکھائے گئے ہیں۔

زیدؒ۔ حسینؒ اثرم۔ طلحہؒ۔ اسمٰعیلؒ۔ حمزہؒ۔ یعقوبؒ۔ عبدالرحمٰنؒ۔ عبداللہؒ۔ حسن مثنیٰؒ عمرؒ اور قاسمؒ۔

نمبر چار سے سات تک امام حسنؓ کے سامنے لاولد فوت ہوئے۔ تین کربلا میں شہید ہوئے۔ یہ بھی لاولد تھے چار سے اولاد ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔ زید حسن مثنےٰ۔ حسین اثرم اور عمر۔

حسین اثرم اور عمر کی اولاد ہوئی لیکن لڑکپن میں سلسلہ منقطع ہو گیا۔ باقی رہے دو زید و حسن مثنےٰ یہ کثیر الاولاد ہوئے روئے زمین پر جو جتنے سادات ہیں اسکا منبع اور مصدر یہی دو صاحبزادے ہیں زید کا انتقال بعمر ۹۰ سال سنہ ۱۲۰ ہجری میں ہوا۔

حافظ ابرو کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السّلام کے پندراں بیٹے تھے۔ حسن مثنیٰ۔ زید۔ عمر۔ حسینؑ۔ عبداللہ۔ عبدالرحمٰن۔ عبداللہ۔ اسمٰعیلؑ۔ محمد یعقوب جعفر۔ طلحہ۔ حمزہ۔ ابوبکر۔ قاسم اور پانچ بیٹیاں تھیں اُم حسن۔ زینب۔ اُم عبداللہ۔ اُم سلمہ۔ فاطمہؑ۔

حضرت امام حسینؑ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب شہید اور سید الشہدا اور سبط اصغر ہے۔ آپ کو اُم الفضل بنت حارس حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بی بی نے دودھ

Marfat.com

پلایا تھا۔ آپ ناف سے قدم تک جناب رسالتمآب سے ہمشکل تھے۔ آپ کی سخاوت اور بُردباری زبان زد خلائق ہے۔ ایک دن ایک سائل خدمت عالی میں آیا اور کہا کہ جناب درماندہ اور محتاج ہوں آپ نے اُسے ٹھہرایا اتنے میں پانچ توڑے دیناروں کے معاویہ بن سفیان نے بھیجے آپ نے پانچوں توڑے اس فقیر کو دیدیئے اور عُذر کیا کہ تجھے انتظار میں بہت تکلیف ہوئی۔

ایک دن آپ مہمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا تناول فرمارہے تھے کہ خادمہ ایک پیالے میں آش لیکر آئی۔ اتفاقاً اس کا پانوں پھسل گیا اور کاسہ آپکے سر مُبارک پر گرپڑا۔ آپ نے تادیب کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا وہ سہم گئی اور کہا۔ والکاظمین الغیظ۔ آپ نے فرمایا میں نے غصہ روکا اُس نے کہا والعافین عن الناس۔ آپ نے فرمایا میں نے مُعاف کیا اُس نے کہا واللہ یُحب المحسنین۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔

جب معاویہ بن ابی سفیان نے انتقال کیا اور یزید بن معاویہ اُس کی جگہ ممالک اسلام پر مسلط ہوا تو اُس نے جناب امام حسینؑ کو بیعت کا پیغام بھیجا۔ آپ نے بیعت سے انکار کیا۔ اس پر وہ ہنگامہ برپا ہُوا جسے فتنہ کربلا کہتے ہیں۔ یہ مضمون طول اور طویل ہے جس فریب اور مکر سے اہل کوفہ نے آپ کو مدعو کیا اور جس بزدلی اور سفاکی سے شمر اور یزید نے آپ کو اور آپکے کُنبے کو عذاب تشنگی دے کر شہید کیا اس ذکر کو دوہراتے ہوئے قلم کا کلیجہ شق ہوتا ہے۔ خدا کی شان کہ اشقیا نے مسلمان کہلا کر رحمت اللعالمین کے نواسے اور اُس کے عیال اور اطفال سے یہ سلوک کیا۔ اس بیان کی گنجائش اس کتاب میں نہیں ہے اور یہ مضمون سیرت نبوی کے احاطہ سے باہر ہے۔ صرف اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت محمدؐ اور حضرت عبداللہ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عبیداللہ جناب امیرالمومنین کے صاحبزادے اور حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ امام حسنؑ کے جگر پارے اور حضرت علی اکبر اور حضرت عبداللہ معروف علی اصغر جناب امام حسین کے لخت جگر اور دیگر اصحاب اور موالی

Marfat.com

اور تمام شجاعان اہلبیت صدہا اشقیا کو فی النار کرکے العطش کہتے ہوئے ماء الحیات شہادت سے زندۂ جاوید ہو گئے تو سید الشہدا بنفس نفیس معرکہ قتال میں تشریف لائے اور دم زدن میں صفیں اُلٹ دیں لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ کسی کو مجال نہ تھی کہ ان سے دوبدو مقابلہ کرتا۔ اسوقت شمر ذی الجوشن بہت سے تیرانداز لیکر آگے بڑھا اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہر طرف سے نیزوں کی مار اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی آخر آپ زخموں سے چُور ہو کر گھوڑے سے جُدا ہوئے اور زمین پر گر پڑے۔ شمر نے اسوقت چہرہ مبارک پر تلوار ماری اور سنان بن انس نے نیزہ کا سوار کیا جس سے آپ شہید ہوئے۔ شبل بن یزید نے اُتر کر آپ کا سر مبارک تن سے جُدا کیا۔ کہتے ہیں کہ ظالموں نے شمر اور ابن سعد کے حکم سے آپ کے جسم پر گھوڑے دوڑائے۔

جناب امام حسینؑ کے چار بیٹے اور دو صاحبزادیاں تھیں سب سے بڑے صاحبزادے کا نام امام زین العابدین تھا۔ ان کو بعض علی اکبر اور بعضے علی اوسط اور اکثر علی اصغر لکھتے ہیں۔ آپکی والدہ شہر بانو یزدجرد بن شہریار بادشاہ ایران کی صاحبزادی تھیں۔ آپ سنہ اڑتالیس ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۴ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ معرکہ کربلا میں جہاد سے اسلئے معذور رہے کہ بیمار تھے۔ شمر نے آپ پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا مگر ابن سعد اور حمید بن مسلم کی فہمائش سے باز رہا۔ جناب امام حسینؑ کی نسل فقط آپ کی ہی اولاد سے باقی رہی۔

جناب امام حسینؑ کے دوسرے صاحبزادے کا نام علی اکبرؓ تھا۔ آپ لیلےٰ دختر ابی مرہ کے بطن سے تھے اٹھارہ سال کی عُمر میں معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔

جناب امام حسینؑ کے تیسرے صاحبزادے عبداللہ معروف علی اصغرؓ تھے یہ شیرخوار تھے اور رباب بنت امرء القیس کے شکم سے تھے یہ پیاس سے تڑپ رہے تھے امام حسینؑ گود میں لیکر باہر آئے کہ اشقیا کو ان کا حال دکھائیں شائد رحم آجائے ایک لعین نے پانی کی جگہ ایک تیر مارا کہ گلے کے پار ہو گیا اور معصوم نے جان دی چوتھے صاحبزادے حضرت جعفرؓ تھے کہ چار سال کے ہو کر والد کی زندگی

Marfat.com

میں ہی چل بسے۔

صاحب زادیوں میں آپ کی بڑی صاحب زادی کا نام فاطمہ تھا ان کی شادی حسن مثنیٰ جناب امام حسنؑ کے صاحبزادے سے ہوئی۔ چھوٹی صاحب زادی کا نام حضرت سکینہ تھا۔ ان کا مصعب بن زبیر سے نکاح ہوا تھا۔ جب آپ کوفہ میں گئیں اور اہل کوفہ استقبال کو نکلے تو آپنے فرمایا اے کوفے والو تمہارا بُرا ہو تم نے مجھے بچپن میں تییم کیا اور جوانی میں بیوہ کر دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ جناب امام حسین کی تیسری صاحب زادی رقیہ نامی تھیں جس کا نام فاطمہ صغرا بھی تھا جب آپ شہید ہوئے تو یہ شام میں تھیں آپنے والد کو خواب میں دیکھا اور صبح انتقال فرمایا۔ بعض کتابوں میں حضرت امام حسین کے بیٹے بیان کئے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں:۔

امامؑ زین العابدین حضرتؑ علی اصغر۔ عبداللہؑ۔ جعفرؑ۔ محمدؑ۔ عمرؑ۔

آنحضرتؐ کی عزت اور احترام اور ان کے احسانات کی وجہ سے اب تک اگر کوئی اپنے آپ کو سیّد بیان کرے خواہ وہ سیّد ہو یا نہ ہو مسلمان اُس کی تعظیم کر کے اسے واجب التکریم سمجھتے ہیں اور بعض مُلکوں کی معزز ذاتوں میں سب سے ممتاز تصوّر ہوتے ہیں۔

باب (۲۱)

آنحضرتؐ اور توریت اور انجیل

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جناب محمدؐ الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمت عالم تھے۔ اُن کی تشریف آوری کی پیشینگوئی انبیاء سابقین نے کی ہے اور آپ کی بشارت توریت اور انجیل میں موجود ہے۔ اس باب میں ہم اس دعویٰ کو ثابت کرینگے۔

ہم اس مضمون پر غور کر رہے تھے کہ ہمیں یاد آ گیا کہ اس بارہ میں امرتسر کے فضیلت مآب جناب مولوی غلام نبی صاحب نے ایک بے بدل رسالہ لکھا ہے اس سے بہتر ہم کیا کر سکیں گے اس لئے ہم جناب مولوی صاحب موصوف سے اجازت لیکر اُن کے پاکیزہ خیالات سے اپنے ناظرین کو بہرہ ور کرتے ہیں۔

(الف) سورۂ آل عمران ۵۔ ۷ ایت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اور اے پیغمبر ان کو وہ وقت یاد دلاؤ جبکہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ ہم جو تم کو اپنی کتاب اور عقل سلیم سے دین اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اُس کی تصدیق بھی کرے تو دیکھو ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا اور فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا اور ان باتوں پر جو ہم نے تم سے عہد و پیمان لیا ہے اس کو تسلیم کیا (پیغمبروں نے) عرض کیا کہ (ہاں) ہم اقرار کرتے ہیں (خدا نے) فرمایا اچھا تو آج کے قول قرار

کے گواہ رہو تمہارے ساتھ گواہوں میں سے (ایک گواہ) ہم (بھی) ہیں تو بات کے) اس (قدر بپکے ہوئے) پیچھے جو کوئی (قول سے) منحرف ہو تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس آئیت میں صاف اشارہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے نبیوں کو آنحضرتؐ کی خبر دی اب توریت کو دیکھئے کتاب استثنا کے ۱۸ باب ۱۵ آئیت سے اخیر باب تک جو مضمون ہے وہ قابل غور ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔

"خداوند تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا کہ اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی پیدا کروں گا" اور اس نبی کی صفت میں فرمایا کہ اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا اور جو کچھ کہ میں کہوں گا وہ سب اُن سے کہیگا۔ خدا کا کلام تو موسیٰ سے یہ تھا:۔

"اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا نبی پیدا کروں گا"

اس کلام کی جگہ توریت میں موسیٰ کا کلام بنی اسرائیل سے اس طرح درج ہو گیا ہے۔

"خداوند تیرا تیرے لئے تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی پیدا کرے گا تم اُس کی طرف کان دھرلو"

"تیرے درمیان" کے الفاظ خدا کے کلام میں نہیں ہیں۔ یہ بعد ازاں درج ہو گئے ہیں۔ وجوہات یہ ہیں۔

(۱) پطرس حواری نے "تیرے درمیان" کے الفاظ اپنی تصنیف میں نہیں لکھے۔ دیکھو کتاب اعمال باب ۳ آئیت ۲۲۔

"کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی اُٹھائیگا تم اس کی سُنیو،،

(۲) استفنس حواری کی تصنیف میں بھی یہ جملہ "تیرے درمیان" نہیں ہے دیکھو کتاب اعمال باب ۷ آئیت ۳۷۔

"یہ وہی موسیٰ ہے جسنے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی اُٹھائے گا تم اس کی سُنیو،،

(۳) توریت کا سب سے پُرانا ترجمہ یونانی سپٹوا رجنٹ مبعین کہلاتا ہے۔ اس میں

یہ جملہ "تیرے درمیان" نہیں ہے۔

غرض یہ جملہ "تیرے درمیان" اس ترجمہ کے وقت جو مسیح سے تخمیناً تین سو سال پہلے ہُوا توریت میں موجود نہ تھا۔

یہ خطاب بنی اسرائیل سے تھا اور بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ تمہارے بھائیوں میں سے بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل تھے۔

توریت کے الفاظ ہیں "میرے مانند" یعنے موسیٰ کی مانند اب دیکھنا ہے کہ آیا آنحضرتؐ موسیٰ کی مانند تھے مفصلہ ذیل مناسبتوں سے جواب اثبات میں دینا پڑتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) آنحضرتؐ نے موسیٰ کی طرح جہاد کیا۔

(دیکھو خروج ۷ا باب ۸ و ۱۶ گنتی ۲۱ باب ۲۳ و ۲۵ اور ۳۱ باب استثنا اوّل باب ۴)۔

(۲) حضرت موسیٰ اور آنحضرتؐ دونوں پر شریعت نازل ہوئی۔

(دیکھو خروج ۲۱-۲۲-۲۳ باب اور استثنا ۲۳ باب)

(۳) آنحضرتؐ نے مدینہ میں ہجرت کی اور حضرت موسیٰ نے ندیان میں (دیکھو خروج ۱۶ باب ۱)

(۴) آنحضرتؐ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا اور موسیٰ نے دریائے نیل کو دو کر دیا۔

(دیکھو خروج ۱۴ باب ۱۶ و ۲۱)

(۵) آنحضرتؐ نے معراج میں خدا سے گفتگو کی اور موسیٰ کوہ طور پر ہمکلام ہوئے۔

ہم نے ایک نعت میں لکھا ہے ؎

قرب رسولؐ حضرت موسیٰ سے پوچھئے
کتنا خدا کے گھر سے پرے کوہ طور تھا

(۶) آنحضرتؐ کی اُنگلیوں سے چشمہ جاری ہُوا اور موسیٰ نے پتھر پر عصا مار کر پانی نکالا۔

Marfat.com

(۱۷ باب گنتی ۲۰ باب ۱۱ اوّل قرنتیوں کا ۱۰ باب ۴)

(۷) آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو کہا کہ تم مجھے ایسے ہو جیسے ہارون حضرت موسیٰؑ کو تھے

(۸) آنحضرتؐ نے چالیس سال کی عُمر میں نبوّت حاصل کی اور موسیٰؑ نے بھی اسی عُمر میں۔ (اعمال ۷ باب ۲۳ و ۳۰ خروج ۷ باب ۷)

(۹) آنحضرتؐ کی پُشت مُبارک پر مُہر نبوّت تھی اور موسٰےؑ کے ہاتھ میں ید بیضا دیکھو خروج ۴ باب ۶)

(۱۰) آنحضرتؐ نے بُت پرستوں میں ہوش سنبھالا اور موسیٰؑ نے صحبت فرعون میں۔ (اعمال ۷ باب ۲۲ خروج ۲ باب ۱۰)۔

(۱۱) آنحضرتؐ بڑے موحد تھے اور یہ ہی حال موسیٰؑ کا تھا (استثنا ۳۲ باب ۳۹)۔

(۱۲) آنحضرتؐ کا سنہ ہجری جاری ہُوا اور موسیٰؑ کا مصری ہجرت کا سنہ جاری تھا۔ (گنتی ۳۲ باب ۳۸ اوّل سلاطین ۶ باب ۱)۔

(۱۳) آنحضرتؐ اور موسیٰؑ دونوں نے گلہ بانی کی (خروج ۳ باب ۱)

(۱۴) آنحضرتؐ نے بُتوں کو توڑا اور موسٰےؑ نے گوسالہ سامری کو (خروج ۳۲ باب ۲۰ گنتی ۳۳ باب ۵۲)۔

قرآن شریف میں آنحضرتؐ اور موسیٰؑ کی مناسبت ظاہر ہوئی ہے۔ سورہ مزمّل میں آیا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا،،

تحقیق بھیجا ہم نے (اے عرب والو) تمہاری طرف ایک رسول گواہی دینے والا جیسے کہ بھیجا ہم نے طرف فرعون کی رسول۔

بہ وجوہات ذیل توریت کی یہ بشارت حضرت عیسٰےؑ پر راست نہیں آسکتی۔

(۱) حضرت عیسٰیؑ بنی اسرائیل میں سے ہے اور یہ بشارت بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنے بنی اسمٰعیل کے متعلق تھی۔

Marfat.com

(۲)۔ حضرت عیسیٰ کی قوم بت پرست نہ تھی۔ جب وہ تشریف لائے تو ان کی قوم میں تعلیم الٰہی کا بہت چرچا تھا۔ موسیٰ اور آنحضرتؐ کی قوم بت پرست تھی۔

(۳)۔ حضرت عیسےٰ کے مشہور حواری پطرس نے حضرت عیسےٰ کو اس بشارت سے صاف علیحدہ کر دیا ہے۔

(ب)

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ"

وہ اللہ تعالیٰ جسنے اٹھایا ان پڑھوں میں سے ایک رسول اُنہیں میں کا پڑھتا ہے اُن پر آئتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت اور اس سے پہلے پڑے تھے صریح گمراہی میں۔

قرآن شریف کی اس آئت کا مقابلہ توریت کی بشارت سے کیجیے۔

توریت میں موسیٰ کی زبانی ہے۔

"انہوں نے (یعنے بنی اسرائیل نے) اس کے سبب سے جو خدا نہ تھا مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی اُنہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے اُنہیں خفا کرونگا" (استثنا باب ۳۲ آئیت ۲۱)۔

اس میں صاف اشارہ بنی اسمٰعیل کی طرف ہے جو عرصہ دراز تک اُمی رہے اور جن سے توریت میں خدا نے ازدیاد نسل اور برکت کا وعدہ کیا تھا۔

(ج)

سورۂ شعراء دس دیکھیے:۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝

اور اے (پیغمبرؐ) کچھ شک نہیں کہ یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اُتارا ہُوا ہے اس کو جبرئیلؑ امین نے (ہمارے حکم سے) سلیس عربی زبان میں تمہارے دل پر القا کیا ہے تاکہ اور پیغمبروں کی طرح تم (بھی لوگوں کو عذاب خدا سے) ڈراؤ اور اس میں شک نہیں کہ بنی اسرائیل کے عالم اس (کی پیشین گوئی) سے واقف ہیں۔

اس آئیت سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی خبر پہلی کتابوں میں دی گئی ہے اور بنی اسرائیل کے علما اس بات کو جانتے ہیں۔

اب توریت میں کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۲ و حبقوق نبی باب ۳ آیت ۳ لغائیت ۵ دیکھو۔

استثنا میں ہے:۔

"اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہُوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہُوا اور دس ہزار قُدسیوں کے ساتھ آیا اُس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی۔

اس کا مطلب صاف ہے۔

سینا سے خدا کا آنا توریت کا اُترنا ہے شعیر روم کو کہتے ہیں جہاں اوّل مرتبہ انجیل پھیلی۔ فاران سے مراد مکّہ ہے۔ جہاں رسول کریمؐ مبعوث ہوئے۔

حبقوق نبی کی عبارت ہے۔

"خدا تیماں سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اُس کی جلمگاہٹ نُور کی مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں پر وہاں بھی اُس کی قدرت درپردہ تھی۔"

اس میں فاران یعنے مکّہ معظمہ کی طرف اشارہ ہے۔

(د)

قرآن شریف میں ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا

مِّنۡهُمۡ لَيَكۡتُمُوۡنَ الۡحَـقَّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ‏

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی پہچانتے ہیں اس کو جیسا کہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور ایک فرقہ ان میں چھپاتے ہیں حق کو اور وہ جانتے ہیں۔

پہلے آنحضرتؐ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے پھر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کی اس پر یہودی ناراض ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یسعیاہ نبی نے پیشین گوئی کی ہے "تم خداوند کا ایک نیا گیت گاؤ اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو" دیکھو یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۹ لغایت ۱۲ حضرت یسعیاہ کہتا ہے۔

"قیدار کے آباد دیہات اور اُس کے بیابان اور اُس کی بستیاں اپنی آوازیں بلند کرینگی سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے"۔

قیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹے کا نام ہے اور سلع مدینہ کا پہاڑ ہے۔

یہ پیشین گوئی بیت اللہ کے حج اور حضرت کے اوصاف پر صادق آتی ہے۔

اب انجیل کی طرف آیئے۔

سورۂ الصف میں ہے:۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ؕ

(اے پیغمبر لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب مریمؑ کے بیٹے عیسےٰ نے (بنی اسرائیل) سے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہُوا آیا ہوں (یہ کتاب) تورات جو مجھ سے پہلے (نازل ہو چکی) ہے اس کی تصدیق کرتا اور (ایک اور) پیغمبر کی (تم کو) خوشخبری سُناتا (ہوں) جو میرے بعد آئینگے اور ان کا نام ہوگا احمدؐ۔

اس بشارت کو یوحنا نے انجیل کے باب ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ میں نقل کیا ہے۔

عربی تراجم میں اس موعود نبی کو فارقلیط تعبیر کیا ہے۔ فارقلیط کے معنے ہیں احمدؐ یعنے ۱۴ باب ۱۶ درس میں ہے:۔

"وانا اطلب من الاب فیعطیکم فارقلیط اخری"

Marfat.com

اُردو ترجموں میں فارقلیط کی جگہ جس کے معنے ہیں ستودہ "تسلی دینے والا" کا جملہ استعمال کیا گیا ہے۔

سریانی یا خالدیہ یا عربی لفظ کے معنے ستودہ ہیں۔ یونانی لفظ یا تو پیری کلیو طاس ہے یا پاراکلیطاس ہے اگر پیری کلیوطاس ہے تو اس کا ترجمہ ہے احمدؐ اگر لفظ پاراکلیطاس ہے تو اس کے معنے ہیں تسلّی دہندہ معترضین کہتے ہیں کہ لفظ پیری کلیوطاس نہیں تھا پاراکلیطاس تھا۔ مسٹر راڈویل اپنے ترجمہ قرآن میں سورۃ والصّفّت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ محمدؐ نے یہ پیشین گوئی اپنی طرف منسوب کرنیکو پاراکلیطاس کو پیری کلیوطاس بنالیا۔ یہ خیال خام ہے۔ در اصل لفظ پیری کلیو طاس تھا۔ سینٹ جیردم نے جو ترجمہ لاطینی زبان میں چوتھی صدی میں کیا ہے اس میں صاف پیری کلیوطاس استعمال کیا ہے۔ تو قدیمی اصل میں ضرور پیری کلیوطاس ہوگا جس کے معنے ہیں احمدؐ۔

ہمارے فاضل دوست مولوی غلام نبی صاحب امرتسری نے اس دعویٰ کی تائید میں کہ یہ پیشین گوئی آنحضرتؐ کے متعلق ہے اپنے لاجواب رسالہ میں مفصلہ ذیل وجوہات دی ہیں:-

(۱)۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا ہے "میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا تسلّی دینے والا بخشیگا"۔

عیسائیوں کے اعتقاد کے بموجب خدا مسیحؑ اور روح القدس ایک ہستی ہے دوسرا تسلی دینے والا کوئی اور ہونا لازم ہے اسلئے وہ محمد الرسول اللہ تھے۔

(۲)۔ یوحنا ۱۴ میں ہے "وہ انہیں سب چیزیں سکھلائیگا" "اور سب باتیں یاد دلائیگا"۔

جب آنحضرتؐ آئے تو حضرت مسیحؑ کے مذہب میں بہت سی ابتری پھیل گئی تھی آنحضرتؐ نے آکر کفر۔ شرک اور بدعات کو طشت از بام کیا۔

(۳)۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہیں اس کے واقعہ ہونے سے پیشتر کہا

Marfat.com

تھا کہ تم ایمان لاؤ (۱۴/۲۹)

اس سے ظاہر ہے کہ وہ جس پر ایمان لانے کو کہا اسی آنے والی شے سے جس پر شک ہو سکتا تھا۔ اگر اپنی روح کی طرف اشارہ ہوتا تو شک کی گنجائش نہ تھی۔

اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ معترضین کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی پیشین گوئی اس روح کے متعلق ہے جو حواریوں پر چنگاریوں کی طرح اُتری۔

(۴) حضرت مسیح فرماتے ہیں "وہ میری گواہی دیگا (۱۵/۲۶)

گواہی دینے والے شاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ خارج میں موجود ہو یا کہ شہادت معتبر ہو۔ روح نے کیا گواہی دینی تھی۔ علاوہ بریں روح القدس تو حواریوں میں حلول کر گئی تھی پھر اُس نے ان کے روبرو کیا شہادت دینی تھی وہ غیر تو نہ تھے۔

آنحضرتؐ نے صدہا برس گذرنے کے بعد حضرت مسیح کے حق میں گواہی دی اور ان کو نبی برحق بیان کیا۔ یہ پیشین گوئی صاف اُن کے متعلق ہے۔

(۵)۔ گاڈفری ہینگنس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۱۶۳ میں لکھتے ہیں "اعمال کی کتاب میں کہیں پایا نہیں جاتا کہ یہ زبان ہائے آتشین جن سے سب زبانیں بولنے کی طاقت عطا ہوتی تھی تشفی دہندہ موعود ہوں اور جو ایسا ہوتا تو ضرور کتاب مذکور میں ہوتا" اور دفعہ ۱۶۱ میں بیان کرتے ہیں "حواریوں کے اعمال اور خود عیسائیوں کی کتاب سے کسی طرح نہیں پایا جاتا کہ روح القدس کا حواریوں میں آنا تشفی دہندہ موعود کا آنا ہوا اور صرف زبان سے ایسے دعوئی کی تصدیق نہیں ہو سکتی"۔

(۶) حضرت مسیح فرماتے ہیں "تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا"۔

اس سے ظاہر ہے کہ وہ آنے والا جب حضرت مسیح نے یہ فرمایا اسوقت تک نہ آیا تھا۔ روح القدس تو ان سے پیشتر نازل ہو چکی تھی اور اسوقت موجود تھی۔

پس ظاہر ہے کہ وہ آنے والے نبی جناب رسولؐ تھے۔

(۷)۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر تم اُنکی

Marfat.com

برداشت نہیں کرسکتے (۱۶/۱۲)۔

پھر فرمایا "وہ اپنی نہ کہینگے لیکن جو سنینگے وہ کہینگے"۔ روح القدس نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس کے سننے کی طاقت حواریوں میں نہ تھی اور قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ یعنے نہیں کہتا کچھ اپنی خواہش سے مگر جو اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ یہ صفت آنحضرتؐ کی تھی۔ روح القدس تو خود خدا ہے پھر اس کے کیا معنے کہ وہ اپنی نہ کہیگا

جو لوگ فارقلیط سے مراد اقنوم ثانی لیتے ہیں جو حواریوں پر نازل ہُوا وہ ان باتوں پر زور دیتے ہیں۔

اوّل۔ فارقلیط کی تفسیر میں روح القدس اور روح حق آتا ہے محمدؐ کبھی روح القدس اور روح حق نہیں کہلائے۔

اوّل تو روح الحق کی تفسیر الحاقی ہے لیکن اس بات کو جانے دیجئے پھر بھی یہ کون کہتا ہے کہ روح حق بمعنے پیغمبر نہیں آیا۔ نامہ اوّل یوحنا باب ۴ درس ۶ میں روح اللہ نسخہ عربیہ اور درس ۶ میں روح الحق پیغمبر کو لکھا ہے۔ حضرت کا نام روح القدس اور روح الحق بھی ہے۔ اس تفسیر کے یہ معنے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے آنحضرتؐ کے کئی نام بتائے مثلاً احمدؐ۔ روح القدس اور روح الحق۔

دوم۔ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ فارقلیط کی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ سب چیزیں حواریوں کو سکھلائیگا اور مسیحؑ کی بات اُنہیں یاد دلائیگا اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا۔ یہ باتیں آنحضرتؐ پر صادق نہیں آتیں۔

معترضین کی یہ غلط فہمی ہے کہ وہ اس خطاب کو صرف اسوقت کے حواریوں کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ خطاب کل لوگوں کی طرف ہے۔ اگر صرف حواریوں کی طرف ہوتا تو ان حواریوں کو ہمیشہ فارقلیط کے ساتھ زندہ رہنا چاہیئے۔ مطلب اس خطاب کا یہ ہے کہ فارقلیط یعنے احمدؐ تمام باتیں لوگوں کو سکھلائیگا اور جو کچھ میں نے سکھایا ہے اس کو سمجھائیگا اور جو فضولیات مذہب میں داخل ہوجائینگی ان سے آگاہ کریگا اور

Marfat.com

ہمیشہ تمہارے ساتھ اس طرح رہیگا کہ خاتم النبیین ہوگا پھر اُس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور وہی پھر تمہارا نبیؐ رہیگا۔

سوم۔ اعتراض ہے کہ فارقلیط کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ دُنیا اُسے نہیں دیکھتی اور آنحضرتؐ کو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا اس لئے فارقلیط سے مراد روح القدس ہے ہم کہتے ہیں کہ یہاں بھی معترضین کی سمجھ کا قصور ہے اس جملے کے وہ لفظی معنے لیتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دُنیا اس کے مرتبہ کو نہیں دیکھتی اور نہ اُس کی قدر و منزلت جانتی ہے انجیل مقدّس میں اس قسم کے محاورے بکثرت ہیں مثلاً انجیل متی کے باب ۱۱ درس ۲۵ میں ہے۔

"وے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سُنتے ہوئے نہیں سُنتے اور نہیں سمجھتے"۔

خود حضرت مسیحؑ نے روح القدس اور فارقلیط کو جُدا جُدا کر دیا ہے۔

جب حضرت مسیحؑ اس دُنیا سے آسمان پر جانے لگے تو آپ نے حواریوں کو فرمایا کہ اے حواریو دیکھو کہ میں اپنے باپ کے پاس سے اس موعود یعنے فارقلیط کو تم پر بھیجتا ہوں لیکن جب تک کہ تم عالم بالا کی قوت یعنے روح القدس سے ملبس نہ ہو یروشلم میں ٹھہرے رہو (دیکھو لوقا ۲۴ باب ۴۹ و ۱۱)۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے موعود سے مُراد فارقلیط ہے جس کا ذکر یوحنا (۱۴۔ ۱۵-۱۶) باب میں ہو چکا ہے۔

چونکہ یوروشلم کو بنی اسرائیل سے ایک تعلق تھا اس لئے یوروشلم سے حضرت مسیحؑ نے بنی اسرائیل کی قوم مراد لی۔

الغرض بقول مولوی غلام نبی صاحب جس کی بابت یہود نے حضرت یوحنا سے پوچھا دیکھو یوحنا ۱ باب ۱۹ ایت سے ۲۱ ایت تک اور جس کی بابت یہود نے مسیحؑ سے بھی ذکر کیا دیکھو یوحنا ۷ باب ۴۰ ایت جس کی منادی پطرس رسولؐ نے کی دیکھو اعمال ۳ باب ۱۹ سے اخیر تک محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے لئے یہود اور نصاریٰ اپنا وطن چھوڑ کر عرب میں آباد ہوئے۔

باب (۲۲)

تکثیر ازدواج۔ طلاق۔ غلامی

ہمارے رسولؐ کے یورپین سوانح نگاروں کا سلسلہ نہائیت وسیع ہے سترہویں صدی سے پہلے پہلے جس شخص نے اس میدان میں فرس رانی کی اُس کے مرکب نے انجانی کی وجہ سے سکندری کھائی اور راکب اور مرکب دونوں غار ندامت میں مُنہ کے بل گرے۔

اس قماش کے لوگ ہلدی برٹ اور اُس کے ہمخیال تھے۔ یہ لوگ عربی زبان سے ناآشنا تھے ان کا سرمائہ معلومات سُنی سُنائی باتیں تھیں۔ ان لوگوں نے سُنی سُنائی باتوں کو تعصب اور سوءِ ظن کی وجہ سے اس طرح بگاڑا کے ان کی کتابیں اصلیت سے اسقدر دُور ہوگئیں جتنا کہ مغرب مشرق سے فاصلہ پر ہے۔

سترھویں صدی کے وسط میں مستشرقین یورپ غواص بن کر نکلے اور علم وزبان عربی کے ناپیداکنار سمندر میں شناوری کرنے لگے۔ اٹھارھویں صدی میں ان مستشرقین کا شوق اسقدر بڑھا کہ السنہ مشرقیہ کے مدارس کھل گئے۔ مشرقی کتب خانے قائم ہوئے اور مشرقی السنہ کے پروفیسر بیت العلوم میں مقرر کئے گئے۔

انیسویں صدی میں عربی زبان کی واقفیت۔ عربی زبان کی کتابوں کے تراجم کی اشاعت تعلقات باہمی کی انگیخت اور آزادانہ تحقیقات کی رغبت سے تاریخ اسلام کے مصنفوں اور بانیٔ اسلام کے سوانح نگاروں کا ایک کثیر التعداد گروہ پیدا ہوگیا۔

سنہ ۱۸۰۰ء میں اکسفورڈ کے ڈاکٹر وائیٹ نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق چند خطبات لکھے پھر سنہ ۱۸۲۹ء میں انگلستان کے مسٹر گاڈفری ہگنس نے محمد رسول اللہ کے متعلق ربالوجی یعنے معافی نامہ لکھا۔ پھر جرمنی کے ڈاکٹر جے۔ اے ملر نے سنہ ۱۸۳۰ء

میں اسلام پر کتاب لکھی۔ اس کے بعد ۱۸۳۱ء میں فرانس کے گارسن ڈی ٹاسی نے
اسلام اور قرآن پر مضامین لکھے جو ۱۸۷۴ء میں ختم ہوئے۔ پھر ۱۰۴۵ء میں جرمن
کے ڈاکٹر ویل نے اپنی کتاب ترجمہ وتحشیہ ابن ہشام و کتاب محمدؐ پیغمبر تصنیف کی۔
۱۸۴۶ء میں انگلستان کے مشہور مورخ اور فلاسفر کارلائل نے اپنی بے نظیر کتاب
ہیروز اور ہیرو ورشپ تصنیف کی۔ ۱۸۴۷ء میں فرانس کے کوسن ڈی برسیوال
نے تاریخ عرب لکھی۔ ۱۸۴۹ء میں انگلستان کے مشہور مصنف واشنگٹن ارونگ نے
سیرت محمدؐ چھاپی۔ ۱۸۵۱ء میں جرمنی کے ڈاکٹر اسپرنگر نے سیرت محمدؐ شائع کی۔ ۱۸۵۶ء
میں جرمنی کے واں کریمر نے ترجمہ ومحشیہ واقدی لکھا۔ ۱۸۵۸ء میں نیشنل ریویو میں محمدؐ
پر مضمون نکلا۔ ۱۸۶۱ء میں ہالینڈ کے ڈوزی نے تاریخ اسلام لکھی۔ اسی سال انگلستان
کے نیشنل ریویو میں ایک مضمون رسولؐ پاک پر بعنوان بزرگ ترین عرب نکلا۔ اسی
سال میں ذی لین نے سیرت محمدؐ تصنیف کی۔ اسی سال انریبل سر ولیم میور نے
انگلستان میں سیرت محمدؐ لکھی۔ ۱۸۶۵ء میں فرانس کے برتھالمی سینٹ ہیر نے کتاب
محمدؐ و قرآن تصنیف کی۔ ۱۸۶۹ء میں جرمن پروفیسر نولڈکی نے مضامین قرآن و
اسلام لکھے۔ ۱۸۷۴ء میں فرانس کے جولیس چارلس نے تاریخ بانیٔ اسلام لکھی۔ ۱۸۷۵ء
میں انگلستان کے مشہور مورخ بالورتھ سمتھ نے کتاب محمدؐ اور اسلام تصنیف کی۔ ۱۸۷۷ء
میں فرانس کے سیدیو نے تاریخ عرب تصنیف کی۔ ۱۸۸۲ء میں جرمنی کے لہوسن نے
واقدی پر تبصرہ لکھا۔ ۱۸۸۴ء میں ایل کراہل نے جرمنی میں سیرت محمدؐ لکھی۔ ۱۸۹۰ء
میں جرمنی کے گولڈزیہر نے مطالعہ اسلام لکھا۔ ۱۸۹۳ء میں ایچ گریم نے ہولینڈ میں
سیرت محمدی لکھی۔ اسی سال کوہل نے محمدؐ اور اسلام کتاب تصنیف کی۔ پھر ۱۹۰۵ء میں
ایف بوہل نے اپنی کتاب آدھ گھنٹہ محمدؐ کے ساتھ تصنیف کی۔ ۱۹۰۵ء میں مور
گیولیوس نے حیات محمدؐ لکھی۔ یورپ کے مصنف بقول مولانا شبلی نعمانی تین قسم
کے ہیں ایک تو وہ ہیں جو عربی زبان سے واقف نہیں ان کی معلومات کی بنیاد تراجم
ہیں۔ یہ لوگ اندھا دھند مشتبہ اور غیر مکمل مواد کو کاغذی پیکروں میں بھر دیتے ہیں جو بجائے

اس کے کہ ایک دلکش نازنین دکھائی دے ایک پکا ہُوا پھوڑا بن کر جب پھُوٹتا ہے تو اس میں پیپ اور گندہ لہو بہنے لگتا ہے۔ دوسرے وہ ہیں جو عربی زبان۔ علم ادب اور تاریخ اور فلسفۂ اسلام کے ماہر ہیں مگر مذہبی لٹریچر سے ناآشنا ہیں۔ انہوں نے سیرت یا مذہب اسلام پر کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی لیکن ضمنی موقعوں پر عربی دانی کے زعم میں اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق مُنہ زوری دکھائی ہے اور اس دلیری سے دُرِّ شہوار کو پوت بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ ہمیں تعجب آتا ہے۔ ان لوگوں کی تصانیف ایک کارآمد خرمن تھا مگر تعصّب کی چنگاری نے اس کو تودۂ خاکستر بنا دیا ہے یا یُوں کہو کہ بدگمانی کی نجاست نے اس کو ناقابل استعمال کر دیا ہے۔ افسوس ان لوگوں کی آنکھیں ہیں مگر دکھائی کچھ نہیں دیتا ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

افسوس ہے اکثر اسی قسم کے مصنفان یورپ نے جناب رسول ؐ کی زندگی پر نہائیت بیجا حملے کئے ہیں۔

انریبل سر ولیم میور اپنی کتاب لائیف آف محمد ؐ میں تحریر کرتے ہیں کہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں سے قطع نظر کی جائے تو مذہب اسلام سے تین بڑی بڑی خرابیاں ظہور میں آئی ہیں۔

اوّل۔ مذہب اسلام میں تکثیر ازدواج۔ طلاق دینا اور غلام بنا لینا مستحکم کیا گیا ہے اور یہ باتیں اخلاق کے لئے بیخ کن ہیں اور تمام زندگی کو ناپاک۔ اور حُسن معاشرت کو تہ و بالا کرتی ہیں۔

دوم۔ مذہبی آزادی کا اسلام نے خون کر دیا ہے۔

سوم۔ عیسوی مذہب کی ترقی میں مزاحمت قائم کی ہے۔

سر ولیم میور نے تو اسی قدر کہا ہے لیکن بعض متعصّب لوگ اسقدر دریدہ ذہن ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول ؐ خدا نے نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد صرف شہوت پرستی اور

عیاشی کے لئے بہت سے نکاح کئے۔ انہوں نے خدا کے حکم کو اپنے لئے کالعدم سمجھا۔ شریعت کے خلاف کیا۔ اپنی اُمت کے لئے چار بیبیاں جائز کیں اور اپنے لئے خصوصیت رکھی اور بعض بیویوں سے حیلہ۔ فریب یا جبر سے نکاح کیا۔

ازواج مطہرات کا ذکر ہم فرداً فرداً ہر نکاح کے محل پر مفصل اس کتاب میں درج کر چکے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ رسولؐ پاک نے عورتوں کی ذلت کی اصلاح کی لاتعداد ازدواج کو منع فرما کر چار عورتوں کی حد خاص شرائط کے ساتھ مقرر فرمائی۔ غیر منکوحہ عورتوں کو حرم کے طور پر رکھنا ممنوع قرار دیا اور بے وجہ طلاق دینے کی ممانعت فرمادی اب ہم پھر یہ ثابت کر کے دکھا دینگے کہ رسول کریمؐ کا ہر نکاح ایک نہ ایک مصلحت پر مبنی تھا اور اس ظہور قدسی کو توبہ توبہ عیش و عشرت سے کچھ سروکار نہ تھا۔

جن لوگوں کو تاریخ میں کچھ بھی دخل ہے وہ جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ رسم تعداد ازدواج اس جہان میں بانیؐ اسلام کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے صدیوں سے جاری تھی۔ حضرت ابراہیمؑ جیسے مقدس نبی نے تین بیبیاں سارہ۔ ہاجرہ اور قطورہ کیں۔ حضرت موسیٰؑ جیسے رسولؐ کی ۲ عورتیں تھیں۔ حضرت یعقوبؑ کی چار ۴ جورواں تھیں۔

حضرت داؤدؑ کی ایک سو عورتیں تھیں۔ حضرت سلیمانؑ کی سو عورتیں تھیں تین سو حرمیں تھیں۔ حضرت سلیمانؑ کے بیٹے رجعا کی اٹھارا ۱۸ عورتیں اور ساٹھ ۶۰ حرمیں تھیں۔ حضرت سلیمانؑ کے پوتے ربیاہ کی چوداں ۱۴ عورتیں تھیں۔

تینوں کو جانے دیجئے۔ عرب۔ بابل۔ اسیریا۔ ایران مصر۔ یُونان۔ ہندوستان غرض ہر ملک اور ہر مذہب میں کثرت ازدواج کی رسم جاری تھی۔ عیسایوں۔ یہودیوں۔ زرتشتوں۔ ستارہ پرست اور ہنود کسی نے تعداد ازدواج کو محدود نہیں کیا نہ کہیں صریح طور پر منع کیا ہے۔ عیسائی ملکوں کے بڑے بڑے ریفارمر سولہویں صدی تک کثرت ازدواج کے حامی رہے۔ شاہ قسطنطین اور اُس کے جانشینوں نے اس رسم کو جائز رکھا۔

Marfat.com

اسلام سے پہلے رسم کثرت ازدواج کئی وجوہات سے شروع ہوئی اور رائج ہوگئی۔ چند وجوہات جو ہمارے خیال میں آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱)۔ انسان کا بڑا فرض بقائے نوع انسان سمجھا جاتا تھا۔ وہ شخص جو زیادہ اولاد پیدا کرے زیادہ قابل تحسین ہوا کرتا تھا۔ بس زیادہ بیویاں اس لئے کی جاتی تھیں کہ زیادہ اولاد پیدا ہو۔

(۲)۔ مرد اکثر لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اور لڑائیوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد اسقدر گھٹ جاتی تھی کہ جب تک ایک مرد کئی عورتیں نہ کرے پوری نہ پڑتی تھی۔ عورتوں کو خاوند مشکل سے ملتے تھے۔

(۳)۔ عورتیں ایام حمل و زچگی و رضاعت کے باعث ہمبستری کے قابل نہ رہتی تھیں اور مرد عورت کے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

(۴)۔ گو نکاح تعلق زناشوی اور ہمبستری محض توالد و تناسل کے لئے ہے مگر خالق نے اس فعل میں اس قسم کی لذت رکھدی ہے کہ مرد اصل مطلب کو نظر انداز کر کے ہمبستری کو سامانِ عیش و عشرت سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں اور ہمیشہ اس تلاش میں رہتے تھے جیسا کہ اب بھی رہتے ہیں کہ ایسی عورت ملے جو ان کی نگاہوں میں حسین ہو۔ اور جب تک اُن کو ایسی بیوی نہ ملے جو ان کو پسند ہو اُن کو ہرگز صبر نہ آتا تھا۔ مذاق حُسن مختلف ہے۔ ہم میں کئی ایسے ہیں جو سُنہری بالوں پر مرتے ہیں۔ کئی سُرخ بالوں کو پسند کرتے ہیں۔ کئی سیاہ آنکھوں کو چشم حور کہتے ہیں کئی کنجی اور ازرق آنکھوں کے شیدا ہیں۔ اُسوقت نکاح کے لئے کوئی قید نہ تھی اس لئے جب تک خاطر خواہ بیوی حُسن پرست شوہر کو نہ ملے عورتوں کی ہمیشہ تلاش رہا کرتی تھی۔ اور مرد کا گھر اچھا خاصہ مُرغی خانہ بن جاتا تھا۔

بہ تقاضائے بشریت ہمارا دستور ہے کہ ہم اوروں کے تنکے کو دیکھتے ہیں اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہیں کرتے۔ تکثیر ازدواج کا مجرم اسلام کو بنایا جاتا ہے اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہم میں سے وہ لوگ جنہیں اہل الرائے سمجھا جاتا ہے اس معاملہ کو

Marfat.com

کیسا سمجھتے ہیں۔

مُلک الشعرا جان ملٹن جیسے بیدار مغز انسان نے بائیبل سے بہت سی آئتیں نقل کر کے تعدادِ ازواج کی حمائت کی ہے۔

جان ملٹن لکھتا ہے" علاوہ اس کے خدا نے ایک تمثیلی صورت (حزقیل) میں مسلمان اہولا و اہولیبا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا طرزِ بیان ہے کہ اس کو خداوند تعالےٰ بالتخصیص اس طوالت کے ساتھ ایک تمثیل میں بھی ہرگز اختیار نہ کرتا اور نہ درحقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جس کی دلالت اُس سے ہوتی ہے فی نفسہٖ معیوب یا مذموم ہوتی پس جس رسم کا امتناع انجیل میں بھی کسی کو نہیں ہے وہ کیونکر معیوب یا مذموم خیال کیجا سکتی ہے۔ کیونکہ انجیل میں اُن ملکی آئین میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیا گیا ہے جو انجیل سے پیشتر جاری تھے"۔

جان ملٹن نے یہ بھی لکھا ہے کہ" تعدادِ ازدواج کی رسم یا تو نکاح جائز ہے یا فجور ہے یا زنا ہے۔ ان کے علاوہ مقدّس رسولؑ نے اور کوئی چوتھی صورت تسلیم نہیں کی۔ پس میں یقین کرتا ہوں کہ ان سب سے بزرگوں کی تعظیم و توقیر کے لحاظ سے جو کثیر الازواج تھے ہر ایک شخص اس کو فجور یا زنا خیال کرنے سے باز رہیگا۔ کیونکہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کو سزا دیگا حالانکہ اُن بزرگوں پر خدا کی خاص نظر تھی۔ جیسا کہ خود اُس نے فرمایا ہے۔ پس اگر متعدد نکاحوں کا کرنا ٹھیک ٹھیک نکاح ہو تو وہی جائز ہے"۔

مسٹر ڈیون پورٹ اپنی کتاب میں بحوالہٗ آیات بائیبل لکھتے ہیں کہ" ان آیات سے ظاہر ہے کہ تعدادِ ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں ہے بلکہ خاص خدا نے اس میں برکت دی ہے"۔

غرض حالات متذکرہ بالا سے اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے کہ رسم تعدادِ ازواج دُنیا میں رسولؐ خدا سے پہلے نہائت بے اعتدالی سے جاری تھی اور یہ کہنا کہ اس کی بُنیاد رسولؐ خدا نے رکھی سراسر جہالت ہے۔

Marfat.com

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا رسول کریمؐ نے اس رسم کی حمایت کی یا اس کو روا رکھا؟ اس کا جواب بھی وہی ایک ہے یعنے نہیں ہرگز نہیں۔

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ رسم ظہور اسلام سے پہلے بڑے زور سے جاری تھی اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جسوقت پیغمبرؐ خدا تشریف لائے تو عورت کی کیا حالت اور کیا عزت تھی۔ اسلام سے پہلے ایران مصر۔ روم۔ شام اور عرب میں عورت سامان آرائش سمجھی جاتی تھی۔ مرد کو اجازت تھی جتنی شادیاں چاہے کرلے اور جسوقت چاہے طلاق دیدے۔ مرد مرضی کا مالک تھا۔ عورت کو یارائے دم زدن نہ تھا۔ یہ بھی مرد کے دست قدرت میں تھا کہ جب چاہے طلاق دیدے جب چاہے پھر بلالے۔ شادی میں کسی رشتے کی ممانعت نہ تھی۔ بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا۔ بیٹے کو ماں ورثہ میں پہنچتی تھی۔ ایک مرد کئی بہنوں سے ایک وقت شادی کرسکتا تھا۔ پھوپھی۔ ممانی۔ خالہ۔ بھانجی بھتیجی سب جایز تھیں۔ عورت کو اس درجہ ذلیل سمجھتے تھے کہ لڑکیاں پیدا ہوتے ہی ہلاک کردی جاتی تھیں۔ بیٹی ذات کو جینے ہی نہیں دیتے تھے۔ زندہ دفن کردیتے تھے۔ مردوں کو کسی کا سالا یا سُسر کہلانا باعث ننگ و عار تھا۔ ایسے وقت میں جبکہ عورتوں کی یہ گت ہو رہی تھی رسولؐ خدا نے بجائے اس کے تعداد ازدواج کی حمائیت کرتے یا اس کو روا رکھتے مسلمانوں کو قرآن کے رو سے وقت واحد میں چار بیبیوں تک کے جمع کرنے کی مشروط اجازت کا حکم صادر فرمایا۔ وہ حکم یہ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ ط

"اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف قایم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تم کو

اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم برابری کے ساتھ برتاؤ نہ کر سکو گے تو ایک ہی بی بی کرنا یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو اُسی پہ قناعت کرنا نا انصافی سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔"

"اور تم بہت چاہو لیکن یہ تم سے ہو نہیں سکیگا کہ کئی بیبیوں میں پُوری پُوری برابری کر سکو تو بالکل ایک ہی کی طرف مت جُھک پڑو کہ دوسری کو اس طرح چھوڑ بیٹھو گویا اَدھر بیں لٹک رہے ہو۔"

لوگ اسلام سے پہلے تکثیر نامحدود پر عمل کرتے تھے۔ عورتوں کی یہ مراد تھی کہ مرد تکثیر سے مطلقاً فائدہ نہ اُٹھائیں۔ رسولؐ خدا نے تکثیر کو محدود کر کے عورتوں پر احسان کیا۔ ہرچند تکثیر نسل انسان اور مرد اور عورت کی فطرت اس امر کی مقتضی ہے کہ مرد کو تکثیر ازواج کی اجازت دی جائے اور چونکہ عورتوں میں تکثیر ازواج سے نسل بڑھانے کی صلاحیت نہیں اس کو تکثیر ازواج کی اجازت دینا لاحاصل ہے لیکن رسولؐ خدا جو خیر مجسم تھے ان کو یہ بھی مطلوب تھا کہ میاں بیوی امن و عافیت کی زندگی بسر کریں تکثیر اطفال سے سقیم الحال نہ ہو جائیں۔ صحت میں فرق نہ آئے۔ فارغ البال اور خوشحال رہیں اس لئے آپؐ نے عدل مستطاع کی قید لگا کر مردوں کو چار تک کی اجازت دے کر ایک طرف اُن اغراض کی حفاظت کی جو تکثیر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ دوسری طرف عورتوں کے حقوق کی نگہبانی کی تاکہ اُن پر ظلم نہ ہو اور ان کی زندگی ناقابل برداشت نہ ہو جائے۔ ہم کو لازم ہے کہ ہم رسولؐ کے حکم دوربین کو نگاہ عمیق سے دیکھیں۔ ایسے بہت کم ہونگے جو تکثیر ازواج کی حالت میں عدل قائم رکھ سکیں۔ ہزار میں ہمیں کوئی دکھائی نہیں دیتا شاید لاکھ دو لاکھ میں کوئی اِکا دُکا ایسا ہو گا جس کو یہ فخر حاصل ہے۔

نتیجہ یہ ہُوا کہ عدل مستطاع کی شرط نے مرد کو ایک بیوی کا پابند کر دیا۔ اس لئے اگر اعتراض کرنے والے بجائے یہ کہنے کے کہ رسولؐ خدا نے تعدد ازواج کی حمایت کی اگر یہ کہتے کہ رسولؐ خدا نے اس رسم کی بیخکنی کر دی تو مناسب تھا۔ ہمارے پاک نبیؐ نے معنوی طور پہ کہہ دیا ہے ؎

ہم معتقد دعویٰ باطل نہیں ہوتے
سُنتے ہیں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

تیسرا سوال جس پر بہت زور دیا جاتا ہے یہ ہے کہ کیا رسول کریمؐ نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا انہوں نے اپنے لئے وہ بات روا رکھی جس کی اُمت کو اجازت نہیں دی اور کیا انہوں نے بہت سی شادیاں عیش پرستی کے خیال سے کیں؟ اس کا جواب بھی ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں۔

ازواج مطہرات کا مفصّل حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ آپؐ نے مسلمہ طور پر گیارہ نکاح کئے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جناب ماریہ قبطیہ صاحبہ بھی آپؐ کی منکوحہ تھیں اور آپؐ کے فرزند ابراہیمؑ کی والدہ تھیں جو ایام رضاعت میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ ان کے علاوہ ریحانہ آپؐ کی کنیز تھیں۔ ان سے آپؐ نے نکاح کرنا چاہا مگر اُس نے کہا کہ مجھے فخر کنیزی کافی ہے اور میرے اور میرے خاندان کے لئے یہی بہتر ہے کہ میں کنیز رہوں۔ رسولؐ خدا نے یہ درخواست بخوشی تمام منظور فرمائی۔ جہاں تک ہم نے تحقیق کیا ہے ریحانہ بنت شمعون سے آپؐ نے مقاربت نہیں فرمائی۔

مخالف مورخوں نے لکھا ہے کہ رسولؐ خدا نے قریظہ کے قیدیوں میں سے ایک یہودی عورت کو جس کا نام ریحانہ تھا الگ کر لیا اور پھر اس کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ جب بانیٔ اسلام سات سو مقتولوں کی لاشوں کے تڑپنے کا تماشہ دیکھ چکا تو ریحانہ کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہُوا۔ لیکن یہ تمام روائتیں بے سروپا ہیں ان کا راوی واقدی ہے اور اُس نے صاف لکھا ہے کہ ریحانہ بھی منکوحہ تھی۔ حافظ ابن حجر لکھتا ہے کہ وہ رسولؐ خدا کی زوجہ تھیں۔ حافظ بن مندہ کا قول ہے کہ ریحانہ کو رسولؐ خدا نے آزاد کر دیا اور اپنے خاندان میں چلی گئی اور وہیں پردہ نشین ہو کر رہی۔

Marfat.com

شجرۂ نسب ازواج مطہرات

Marfat.com

اس شجرہ میں سات اُمہات المومنین کا نسب دکھایا ہے کیونکہ یہ ہی قریشیہ تھیں اور ان کا سلسلہ رسولؐ خدا سے ملتا ہے۔ ان کے علاوہ امّ المومنین زینب اُمّ المساکین۔ جناب صفیہؓ۔ جناب میمونہؓ۔ جناب جویریہؓ اور جناب ماریہ قبطیہؓ کا ذکر ہم پہلے مفصل کر چکے ہیں ان تمام نکاحوں کے بعد یہ آئت نازل ہوئی۔

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِہِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُہُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ط

"آج کے بعد تجھ پر کوئی عورت حلال نہیں ہے اور نہ حلال ہے کہ کسی بیوی کو چھوڑ کر اُس کی بجائے اور کرے خواہ اُن کا حُسن تجھ کو کیسا ہی پسندیدہ ہو۔ ہاں جو لونڈیاں قبضہ میں آچکیں تو مضائقہ نہیں اور اللہ ہر شئے پر نگہبان ہے۔"

اس کے بعد ۸ ہجری میں وہ حکم اُترا جس میں چار عورتوں کی حد قائم ہوئی پس یہ کہنا کہ رسولؐ خدا نے اپنے لئے قرآنی حدبندی کو توڑا سراسر نادانی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس حدبندی کے حکم کے بعد بقول ابوداؤد اور ابن ماجہ جب قیس ابن الحرث مسلمان ہوئے تو اُن کے پاس آٹھ جوروئیں تھیں۔ رسولؐ خدا نے ان کو کہا کہ صرف چار رکھو اور بقول ترمذی جب غیلان الثقفی مسلمان ہُوا تو اُس کے پاس دس عورتیں تھیں وہ سب کی سب اُس کے ساتھ مسلمان ہوئیں مگر پیغمبر خدا نے اس کو حکم دیا کہ ان میں سے چار چُن لو اور باقی چھوڑ دو۔ ابوہریرہؓ جب مسلمان ہُوا تو اُس کے پاس دس عورتیں تھیں۔ معاویہ کا بیٹا نوفل جب مسلمان ہُوا تو اُس کے پاس پانچ عورتیں تھیں ان دونوں کو حکم ہُوا کہ صرف چار رکھو اور خود رسولؐ خدا نے چار سے زیادہ اپنی ازواج مطہرات رکھیں یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہُوا تو دس بیویاں زندہ تھیں۔ مگر اس کا سبب یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے ان عورتوں سے جو آنحضرت صلعم کی زوجیت میں آچکی ہوں دوسروں کو نکاح کرنے سے منع کیا تھا اور وہ آئت یہ ہے۔

وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا ط

"اے مسلمانو پیغمبر خدا کی بیبیوں سے اُس کے بعد کبھی نکاح مت کرو"

یہ ہی وجہ تھی کہ رسول خدا کسی زوجہ کو اپنی زوجیت سے خارج نہ کر سکتے تھے۔ یہ حکم صرف رسولؐ خدا کے متعلق تھا اس لئے آپؐ نے اپنی تمام ازواج کو قائم رکھا اور جن مسلمانوں کے پاس چار عورتوں سے زیادہ تھیں ان کو فرمایا کہ چار رہنے دو باقی چھوڑ دو۔

باری تعالیٰ کا یہ حکم کہ وہ عورت جو رسولؐ خدا کی زوجیت میں آچکی ہو پھر کسی سے نکاح نہ کرے۔ نہایت مناسب اور مبنی پر مصلحت تھا اگر یہ حکم نہ ہوتا تو اسلام میں فتور واقع ہوتا عورتیں اپنے نئے خاوند کے سبب اور اُن کے مطلب کے موافق سیکڑوں حدیثیں اور روائتیں گھڑ لیتیں جس سے فتنہ عظیم برپا ہو جاتا۔

رسولؐ خدا پچیس سال کی عُمر تک مجرّد رہے یہ ہی وقت شباب تھا۔ یہ زمانہ آپؐ نے اس نیکی اور نیک چلنی اور پاکدامنی سے بسر کیا کہ لوگوں نے آپؐ کو الامین اور الصادق کا لقب عطا کیا۔ آپؐ کے چاروں طرف مے خواری اور بادہ گساری کا بازار گرم تھا مگر آپؐ کبھی کسی محفل میں شریک نہیں ہوئے۔ نہ کسی کو یہ جرأت ہے کہ آپؐ کے چال چلن کے متعلق ایک لفظ ہی کہہ سکے۔ جب آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اکاون سال کی عمر تک آپؐ نے ایک ہی بیوی پر قناعت کی جو اسوقت چھیاسٹھ سال کی ہو چکی تھیں آپؐ نے ان کی زندگی میں دوسرے نکاح کا خیال تک نہیں کیا۔ پچیس سے لیکر اکاون سال کی عُمر تک جو جوانی کا وقت تھا آپؐ نے تمام عبادت میں بسر کیا۔ لوگوں نے آپ کو طرح طرح کی لالچ دی۔ صاف صاف کہدیا کہ اگر کوئی خوبصورت بیوی مطلوب ہے تو اُس کا انتظام ہو سکتا ہے مگر رسولؐ خدا نے صاف انکار کر دیا اگر آپ کو حُسن پرستی مطلوب ہوتی یا نفسانی اغراض مدنظر ہوتیں تو اس سے بہتر اور کونسا موقعہ تھا۔ آپؐ نے جواب دیا تو یہ دیا کہ اگر چاند اور سُورج کو میری گود میں لا بٹھائیں تو بھی مَیں اپنے ارادے سے باز آنیوالا نہیں ہوں۔ آپ کو قوم کی بہبودی کی دُھن تھی آپ بُت پرستی سے نفور تھے اور اپنے مُلک کو مبتلائے گمراہی دیکھ کر اسقدر بیقرار تھے کہ عیش پرستی تو درکنار آپ کو کھانا پینا سونا مِلنا جُلنا کوئی شئے بھلی معلوم نہ ہوتی تھی۔ آپ تھے اور غار حرا آپ تھے اور ادھر مونس و دمساز خدیجہؓ۔ پس ایسے

عزلت پسند نبیؐ کی نسبت جس نے اپنی جوانی یادِ الٰہی میں ایک غار میں گذار دی یہ کہنا کہ وہ عیش پسند تھا ہماری رائے میں بڑا بھاری گناہ ہے۔

جناب خدیجہؓ کے بعد جتنے نکاح رسولؐ خدا نے کئے وہ خاص مطلب کے لئے کئے۔ اور جو نکاح ہُوا وہ ایک نہ ایک وجہ سے ہُوا۔ ورنہ آخر عمر تک رسولؐ مقبولؐ کا یہ حال تھا کہ عورتیں بیعت کے لئے آتیں تو دُور سے ہی کہدیتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہوگئی کبھی کسی اجنبی عورت کا ہاتھ تک نہیں چھوا۔ تعدّد ازواج کی وجوہات یہ تھیں۔

۱۔ پاسداری اسلام۔

۲۔ عزّت افزائی مستوراتِ اُمہات المومنین کا بڑا رُتبہ ہے۔

یٰنساء النّبیّ لستنّ کاحدٍ مّن النّسآءِ

"پیغمبرؐ کی بیبیو تم کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں"

جو شرف مردوں میں پیغمبرؐ صاحب کو حاصل تھا عورتوں میں شرف ہمبستری پیغمبرؐ بھی اُسی کے قریب سمجھنا چاہیئے۔

الطّیّبٰتُ للطیّبین والطیّبون للطیّبٰت (پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے)۔

۳۔ ایسی بیوگان کی امداد جو مصیبت زدہ یا بیکس تھیں جو راہ خدا میں سب کچھ قربان کر چکی تھیں اور جن کے خاوند جہادوں میں شہید ہو چکے تھے۔

۴۔ تسخیر قلوب دشمناں و بیخکنی خصومت و عناد۔

ایسے پیغمبرؐ کو جس کی بیبیاں اپنے ہاتھ سے چکّی پیسیں۔ جو خود تین تین دن فاقہ سے رہے اور جس کی ازواج کھجوروں اور جو پر اوقات بسر کریں جو ایثار مجسّم ہو جو بیت المال میں سے ایک حبہ تک اپنے اوپر صرف نہ کرے نہ اس کو اپنی اولاد یا ازواج کو چھونے دے یہ کہنا کہ وہ عیش پرست تھا ہم پھر کہتے ہیں گناہ ہے۔

اب ہر ایک نکاح کو فرداً فرداً لیجئے۔

Marfat.com

(۱)۔ حضرت خدیجہؓ کے حالات سے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں دوست دشمن ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تقاضائے دین داری محرک نکاح ہُوا۔ رسولؐ خدا نے خود فرمایا ہے کہ وہ ایمان لائی تھیں جبکہ سب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے اُنھوں نے اپنا مال مجھ پر اسوقت فدا کر دیا جبکہ سب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا۔ خدا نے ان کے بطن سے مجھے اولاد دی۔

جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ زندہ رہیں مخالفین کو پیغمبر صاحبؐ کی ایذا رسانی اور زیادہ تکلیف دہی پر جرأت نہیں ہوئی ان کا انتقال ہونا تھا کہ چاروں طرف سے دشمن طرح طرح کے حملے کرنے لگے۔

(۲)۔ جناب سوؔدہؓ بنت زمعہ کا جب نکاح رسولؐ خدا سے ہُوا تو ان کی عُمر غالباً پچاس سال کی تھی۔ آپ سے رسولؐ خدا نے اس لئے نکاح کیا کہ اس بی بی نے اپنا گھر اور مال اور تمام آرام خدا کے واسطے قُربان کر دیا تھا اور اسلام کے واسطے سب مصیبتیں جھیلیں تھیں مزید براں رسولؐ خدا کو جناب سوؔدہؓ جیسی عابدہ زاہدہ اور نیک بی بی کی اپنی صاحب زادیوں کی خبر گیری کے لئے ضرورت تھی۔ کیا انصاف چاہتا ہے کہ اس نکاح کو عیش پرستی پر محمول کیا جائے۔ جناب سودہؓ اس قسم کی ایثار پسند اور منصف مزاج تھیں کہ جب اور بیبیاں پیغمبرؐ صاحب کے نکاح میں آگئیں تو آپ نے اس خیال سے کہ مبادا جناب پیغمبر خداؐ صلعم مجھے ضرورت سے زائد سمجھ کر چھوڑ دیں اور مَیں شرف ازدواج سے محروم رہ جاؤں۔ ایک دن رسوؐل خدا سے عرض کی کہ مَیں سن رسیدہ ہوگئی ہوں میری آرزو یہ ہے کہ میرا حشر آپؐ کی ازواج مطہرات میں ہو مَیں اپنی باری اور اپنا حق بطوع خاطر بی بی عائشہؓ کو دیتی ہوں۔ پیغمبرؐ صاحب نے اس درخواست کو قبول فرمایا۔ اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ

”اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے علیحدگی اور بے پرواہی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں پر کچھ گناہ

Marfat.com

نہیں ہے کہ وہ آپس میں صُلح کر لیں اور صُلح بہتر ہے۔"

(۲۱) حضرت عائیشہ صدیقہؓ کے نکاح کے متعلق مخالفین نے طرح طرح کی شگوفیاں کی ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ نکاح اس لئے ہُوا کہ یہ اکیلی کواری پیغمبرؐ صاحب کے نکاح میں آئیں۔ باقی سب دہاجن تھیں کوئی کہتا ہے اسوجہ سے کہ نو عُمر تھیں اور کوئی کہتا ہے کہ اسوجہ سے کہ یہ نہائیت حسین تھیں اور رسولؐ خدا پیار سے انہیں حمیرا اور عویش کہا کرتے تھے۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ نہائیت حسین تھیں۔ یہ نہائیت زیرک تھیں مگر اس سے نکاح بھی اسلام کی دُھن کی وجہ سے ہُوا۔ حضرت عائیشہؓ کے والد بزرگوار اسلام کے فدائی اور پیغمبرؐ صاحب کے جان نثار رفیق تھے یار غار اور خادم تھے۔ ان کی مدد سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ ان کی مدد سے اسلام نے غلبہ پایا۔ ان کی مدد سے اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔ حضرت عائیشہؓ کا نکاح پیغمبر صاحبؐ کی طرف سے ابوبکرؓ کی خدمات کا معاوضہ تھا اور معاوضہ بھی بھرپور۔

ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ جس طرح رسولؐ خدا دُنیاوی الائیشوں سے پاک تھے اسی طرح حضرت عائیشہ صدیقہؓ بھی طاہرہ تھیں۔ جب آپ اور رسول کریمؐ یکجا ہوتے تھے تو وحی نازل ہوتی تھی۔ وہ ایک نُورِ مجسّم تھیں جسے خدا نے اپنے محبُوب کی ہمنشینی کے لئے عورت کی شکل میں اُتارا تھا اور پردہ داری کے لئے اُمِّ رومان کو واسطہ بنا لیا گیا تھا۔

روائیت ہے کہ نکاح سے پہلے حضرت عائیشہؓ کی تصویر حضرت جبرئیلؑ نے رسولِ خداؐ کو دکھائی تھی اور یہ نکاح آسمان پر ہُوا تھا۔ یہ روائیت بالکل درست ہے یہ نکاح خدا نے آسمان پر پڑھا تھا کیونکہ خدا نے رسولؐ خدا کے بعد علمِ حدیث اور علمِ فقہ کو زندہ رکھنا تھا۔

اے جناب صدیقہؓ جس طرح ہمارے رسولؐ نبیوں میں انتخاب تھے ایسی تم طبقہ نسواں میں لاجواب تھیں۔ جبرئیلؑ امین تم کو سلام کیا کرتے تھے اور تمہارے علم و فضل کے روبرو عمرؓ فاروق جیسے صاحبِ عظمت و شان سر تعظیم خم کرتے تھے۔

تمہارے نکاح پر کسی کا اعتراض کرنا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ میں آپ کے شوہر عالی وقار کا ادنےٰ غلام ہوں میرے سلام کا تحفہ قبول ہو۔

(۴) حفصہؓ بنت عمرؓ کے نکاح کا ذکر ہم اُن کے حال میں کر چکے ہیں۔ یہ نکاح سراسر بربنائے مصلحت ہُوا۔ آپ تلخ مزاج تھیں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں ان سے نکاح کرنے سے انکار کر چکے تھے اس انکار سے حضرت عمرؓ غضبناک ہو رہے تھے کہ آپؐ نے اپنی قبولیت کا اظہار کر کے حضرت عمرؓ کے غصّہ کو ٹھنڈا کیا۔

(۵)۔ اُمّ سلمہؓ سے نکاح کرنے کے تین سبب تھے۔

اوّل۔ رسولؐ خدا نے ان کو ان کی ایام مہاجرت کی مصیبتوں کا معاوضہ دینا تھا۔

دوم۔ خاندان مغیرہ سے تعلق پیدا کرنا تھا۔

سوم۔ مسئلہ وقف علی الاولاد کو جائز قرار دینا تھا ان کی زندگی اور نکاح کے حالات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

انہوں نے رسولؐ اللہ سے عرض کی کہ یا رسولؐ خدا کیا مجھ کو کچھ ثواب ملیگا کہ میں سلمہ کی اولاد پر جو درحقیقت میری ہے کچھ خرچ کروں پیغمبرؐ صاحب نے فرمایا کہ تم ان پر خرچ کرو تم کو اجر ملیگا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو وہ مقدمہ یاد ہوگا کہ جس میں کسی مسلمان نے بڑی مالیّت کی جائیداد اپنی اولاد کے نام وقف کر دی تھی دوسرے حقدار اس بنا پر دعویدار ہوئے کہ وقف علے الاولاد جائز نہیں یہ مقدمہ ولائیت میں پریوی کونسل تک گیا اور وہاں وقف علے الاولاد کرنے والا ہار گیا۔ خدا جانے پھر مسلمانوں اس بارہ میں کوئی سعی کی یا نہیں یہہ فیصلہ صریحاً خلاف حکم شرع ہے۔

قرآن شریف کا حکم ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط

"اے پیغمبرؐ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں تو ان کو سمجھا دو کہ خیرات کے

Marfat.com

طور پر جو مال بھی خرچ کرو تو وہ تمہارے ماں باپ کا حق ہے اور قریب کے رشتہ داروں کا اور محتاجوں اور مسافروں کا۔

اِنفاق کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اصل چیز کا کسی کو مالک بنانا۔

(۲) اصل چیز کے منافع کا کسی کو مالک بنانا۔

الاقربین میں سب سے پہلے اولاد آتی ہے اس لئے بروئے قرآن وقف علے الاولاد صریحاً جائز ہے۔

(۶) اُمّ المومنین زینب اُمّ المساکین آپ خزیمہ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح پیغمبرؐ صاحب کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ اسلام۔ ہجرت۔ بیوگی۔ مساکین کی ہمدردی اور رشتہ داری اتنی باتیں تھیں جو پیغمبر صاحبؐ کو زینبؓ کے ساتھ نکاح کرنے کی داعی ہوئیں۔

(۷)۔ اُمّ حبیبہؓ کے نکاح کا حال ہم موقعہ نکاح پر مفصّل لکھ چکے ہیں۔ یہ اسلام کی خاطر بہت صعوبتیں برداشت کر چکیں تھیں۔ اسلام کی خاطر جلاوطنی میں زندگی بسر کر رہی تھیں۔ اُنکو رشتہ داروں نے مدد دینے سے انکار کر دیا تھا۔ رسولؐ خدا نے ان کی جان نثاریوں اور قربانیوں کی شکرگذاری میں حبش میں اُن سے نکاح کیا اور اپنے پاس بُلا لیا۔ یہ نکاح ابوسفیان جیسے دشمن کو دوست بنانے کا پہلا زینہ تھا۔

(۸) اُمّ المومنین بی بی صفیہؓ کے نکاح اور محل نکاح کا ذکر ہم مفصّل اس کتاب میں کر چکے ہیں۔ آپ شہزادی تھیں۔ ان کو غلامی سے آزاد کرنا تھا۔ اور ان سے نکاح کر کے رسولؐ خدا نے یہودیوں کو مسلمان بنانا تھا۔ یہ بی بی خواب دیکھ چکی تھیں کہ اُن کی قسمت میں پیغمبرؐ کی زوجیت کا شرف ہے اور پیغمبرؐ صاحب کو بھی علم لدنی سے یہ حال معلوم ہو چکا تھا۔

(۹) جویریہؓ بنت حارث سے نکاح رسولؐ خدا نے ازراہ ترحم کیا۔ اور اس نکاح کا نتیجہ یہ ہُوا کہ صحابہ نے بیشمار قیدی بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دئیے اور بنی مصطلق کثیر تعداد میں داخل دائرہٗ اسلام ہوئے۔ یہ نکاح بنی مصطلق کے لئے ایک عظیم الشان برکت ثابت ہُوا۔

Marfat.com

(۱۰)۔ زینبؓ بنت جحش کا حال بھی ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں۔ اس نکاح پر مخالفین نے بہت کچھ حاشیہ چڑھایا ہے اور پر کو کوا بنانے کی کوشش رائیگاں کی ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کی مزید صراحت کر دیں۔

اس بارہ میں جو غلط واقعات مخالفین نے بیان کئے ہیں ان کی وجہ یہ ہے کہ طبری نے اس واقعہ کو نہائت غلط بیان کیا ہے۔ تعجب ہے طبری جیسے محقق سے یہ گناہ کیوں سرزد ہوا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ ایک دفعہ رسولؐ خدا زید سے ملنے کو اُس کے گھر گئے۔ گھر میں زید نہ تھے۔ زینبؓ موجود تھیں اور کپڑے پہن رہی تھیں۔ رسولؐ خدا نے ان کو برہنہ دیکھ لیا اور یہ کہتے ہوئے "پاک ہے خدا برتر۔ پاک ہے وہ خدا جو دلوں کو پھیرتا ہے"۔ جب زید نے یہ حال سُنا تو رسولؐ خدا سے عرض کی کہ اگر زینبؓ جناب کے پسند ہے تو میں طلاق دیدوں"

یہ روائت تمام شر کی بُنیاد ثابت ہوئی ہے۔ طبری نے یہ روائت واقدی سے لی ہے اور سب جانتے ہیں کہ واقدی مشہور دروغ گو ہے۔ امام بخاری۔ امام مسلم میں کہیں اس روائت کا ذکر تک نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔

ایک معمولی سے معمولی عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت زینبؓ کا حسن رسولؐ خدا سے پوشیدہ نہ تھا وہ اُن کی پھوپھی زاد بہن تھیں آپؐ نے ان کی مرضی کے خلاف ان کا نکاح زید سے کرایا تھا۔ اگر خود نکاح کرنا چاہتے تھے تو کوئی وجہ مانع نہ تھی۔ اگر طلاق زید نے جبراً دی ہوتی تو وہ آئندہ رسولؐ خدا سے صاف نہ رہتا چہ جائے کہ اس نکاح کے بعد اسکی جان نثاری دن بدن زیادہ ہوتی گئی۔ رسولؐ خدا نے یہ نکاح خدا کے حکم سے کیا۔ خداوند تعالیٰ قرار دیتا تھا کہ متبنےٰ اصلی بیٹا نہیں ہے متبنےٰ اصلی فرزند کے برابر ورثہ کا مستحق نہیں ہے اور متبنےٰ کی بیوی سے نکاح حرام نہیں ہے۔ خداوند تعالےٰ نے قرآن میں فرمایا ہے"

جب زید اس سے بے تعلقی کر چکا ہم نے اس کو تیری بیوی بنا دیا تاکہ اپنے لئے پالکوں کے بارے میں مومنوں پر دقت نہ رہے جب وہ ان سے قطع تعلق کر لیا کریں اور اللہ کی بات تو ہو کر ہی رہتی ہے"۔

قطع نظر تبنیت کی بیخ کنی کے چونکہ زینبؓ نے محض رسولؐ خدا کے حکم کی تعمیل میں

Marfat.com

زید سے خلاف مرضی خود نکاح کیا تھا۔ اس کی دلجوئی اور تلافی منظور تھی۔ زید سے آپ نے ان کو نکاح پر اس لئے مجبور کیا تھا کہ مسلمان سمجھ جائیں کہ غلام آزاد شدہ اور پیغمبرؐ کی بہن اسلام میں یکساں ہیں اور ان میں رشتہ مناکحت ہو سکتا ہے۔

(۱۱) میمونہؓ بنت حارث سے جب نکاح ہُوا تو وہ پچاس سال کی بُڑھیا تھیں جن کو خدا نے عقل دی ہے اور جو انصاف پسند ہیں وہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ یہ نکاح عیش پرستی کے لئے ہُوا۔ اس نکاح کا واقعی فائدہ یہ ہُوا کہ خالد اور عبداللہ جیسے نبرد آزما دلاور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ہم نے اپنی سمجھ کے بموجب ثابت کر دیا ہے کہ رسولؐ خدا نے جتنے نکاح کئے وہ سب اسلام کی دُھن میں۔ پاسداری اسلام کے لئے کئے۔ ان میں ایک بھی عیش پرستی کے لئے نہیں کیا اور انہوں نے نکاح کے معاملے میں کوئی نامناسب خصوصیت نہیں رکھی اگر اب بھی کوئی نہ سمجھے تو اُس سے خدا سمجھے۔

(۱۲) ماریہ قبطیہؓ کی نسبت بعض مورخوں کا خیال ہے کہ وہ منکوحہ نہ تھیں کنیز تھیں لیکن یہ غلط ہے وہ بھی منکوحہ تھیں ان کو مقوقش شاہ مصر نے ہدیتاً رسول خدا صلعم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس لئے آپ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ اس نکاح پر بھی کسی قسم کے اعتراض کی ازروئے انصاف گنجائش نہیں ہے ؏

طلاق

یورپ کے مورخوں نے جو دوسرا بڑا اعتراض اخلاق نبی پر بڑے شد و مد سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے طلاق کی حمایت کی اور اس کو مقبول بنایا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر بُہتان اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس میں مطلق کلام نہیں ہے کہ نکاح علے العموم انسان کی ذاتی اور تمدنی بہبودی کی بُنیاد ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ بعض قوموں نے نکاح کو معاہدوں کی سرحد سے نکال کر عالم قدس میں جگہ دی ہے۔ اس خیال کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ نکاح سے مرد اور عورت یعنے میاں بیوی

ایک ہو جاتے ہیں ان کے درمیان اس قسم کا رشتہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو کوئی دُنیاوی طاقت منقطع نہیں کر سکتی۔ نکاح خود آسمان پر خدا کرتا ہے اس لئے عالم مجازی کی طاقتوں کا کیا مُنہ ہے کہ نکاح کو منسوخ کر سکیں۔ موت سے بھی یہ رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ یہ خیال نہائیت پاک اور روح افزا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس دنیائے فانی میں جہاں بشر آباد ہیں وہاں یہ خیال عملی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اگر ہمارے جدّامجد ثمر ممنوع نہ کھاتے اور ہم سب بہشت میں آباد ہوتے تو یہ خیال نہائیت موزون اور مناسب حال تھا۔ مگر وادیٔ گناہ اور کشور خود مطلبی اور دیار ہوا وہوس میں نکاح بصورت معاہدہ رحمت خدا سمجھنا چاہیئے۔ ایسے ایسے مقامات میں خصوصاً جہاں مرد کو عورت اور عورت کو مرد لپسند کرنے کی بروئے رسم و رواج اجازت نہیں ہے اور جہاں بیٹوں اور بیٹیوں کی قسمت کا فیصلہ ماں باپ خویش اور اقارب کرتے ہیں وہاں ناقابل برداشت تعلق اور زندگی کا علاج صرف طلاق ہے۔

ہم نے اپنی زندگی کے اٹھائیس سال افسوس ہے جوڈیشل محکمہ میں بسر کئے اور بیشمار مقدمات جن میں اعادہ حقوق زناں شوی اور تنسیخ نکاح اور وصولئ مہر معجل و موجل کی دادرسی کی استدعائیں سُنیں فیصلہ کئے ہم از روئے ایمان کہتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ یہ مقدمات صرف اسوجہ سے دائر ہوئے کہ میاں بیوی کی زندگی باہم رہنے سے تلخ تھی۔ کئی مقدمات میں ہم نے عورتیں اسقدر شوخ اور بیحیا دیکھیں کہ اُن کے افعال سے زنان بازاری کو بھی شرم آنی چاہیئے۔ یہ اُس قماش کی عورتیں تھیں کہ اگر طلاق کا علاج نہ ہوتا تو یہ علانیہ خاوند کی چھاتی پر مونگ دلتیں اور اپنی خلاصی کرانے کے لئے خاوند کو زہر دیتے ہوئے ذرا بھی نہ گھبراتیں۔ بارہا ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مرد اس قسم کے ظالم جفا پیشہ اور ستمگر تھے کہ اُنہیں انسان کی صورت میں شیطان یا خونخوار درندے کہنا چاہیئے۔ ایسی حالتوں میں اگر طلاق کا علاج نہ ہوتا تو زندگی تلخ کیا وبال جان تھی۔ اس لئے یہ کہنا کہ طلاق کو بانئ اسلام نے یک قلم منسوخ اور معدوم کیوں نہ کیا معترضین کی سمجھ کا قصور ہے۔

Marfat.com

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ طلاق کی وجہ سے بہت سی بداخلاقیاں ظہور میں آتی ہیں۔ طلاق سے اولاد والدین سے جُدا ہو جاتی ہے اس سے تمدن پر زہریلا اثر پڑتا ہے لیکن ایسی حالت میں جبکہ نکاح سے بوجہ مخالفت مزاج۔ بیرحمی یا بے استقلالی اس قسم کی مصیبتیں پیش آئیں جو طلاق کی آفتوں سے بڑھ کر نا قابل برداشت ہوں اور جن سے اس قسم کے تردداتِ اور تفکرات لاحق ہوں جو طلاق کے رنجوں سے بڑھ کر رنج دینے والے ہوں اور جن سے باہمی حُسن معاشرت کے بدلے دن رات مرد ہو یا عورت کانٹوں پر لوٹا کرے طلاق بطور علاج جائز ہے۔

تاریخ کی طرف دیکھئے اور آپ کو نظر آجائیگا کہ صرف اسلام ایسا مذہب ہے جسنے طلاق کے معاملہ میں سب سے زیادہ حُسن معاشرت کی حفاظت اور اصلاح پر نظر رکھی ہے۔ یہودیوں میں طلاق بلا قید و شرط جائز تھی۔ حضرت عیسٰیؑ نے اس حکم کو منسوخ کیا اور کہا کہ "میں تم کو کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس مطلقہ عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے"

اگر زنا کے معنے لفظی لینے ہیں تو ہماری رائے میں مردوں کے لئے یہ حکم نا قابل برداشت سختی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ عورت میں بیشک تمام جہان کے عیب ہوں اگر وہ زنا نہیں کرتی تو اُس کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اس سے تمام حُسن معاشرت اور اغراض تزویج برباد ہو جاتے ہیں اور زن و مرد دونوں کے لئے ہزارہا قسم کی خرابیوں اور خوفناک مصیبتوں کے شکار ہونے کا اندیشہ ہے۔ کیا اس حکم کے یہ معنے ہیں کہ عورت نافرمان ہو۔ خاوند کی عزت نہ کرے۔ خاوند سے محبت نہ کرے تو بھی وہ خاوند کی بیوی رہنے کی مستحق ہے؟ اگر اس کے یہ معنے ہیں تو نکاح دائمی نزاع و تردداتِ کا جانکاہ آلہ ہے۔

ہمارے خیال میں حضرت عیسٰیؑ کی مراد اس لفظ سے جس کے معنے اب زنا لئے جاتے ہیں ناپاک فعل ہوگی۔ اگر یہ مراد نہ ہو تو طلاق کے متعلق جو حکم ہے وہ ایک نا قابل برداشت تعزیری فرمان ہے اور اس تعزیری حکم کی موجودگی میں بہتر یہ ہے کہ انسان مجرّد رہے اور

Marfat.com

اپنی جان کو نکاح کے عذاب میں نہ ڈالے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے طلاق کی نسبت کیا کہا؟ اسلام نے طلاق کو بطور علاج ایک مرض لاعلاج کے لئے جایز اور مباح کیا۔

اگر رسول کریمؐ بھی حضرت مسیحؑ کی طرح صرف زنا کی حالت میں طلاق جایز رکھتے اور کمال نشوز اور اعراض کی حالت میں ناجائز کر دیتے تو ہزاروں مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت مصیبت میں گرفتار رہتے۔ مرد کہیں ہوتا عورت کہیں ہوتی نہ نیا نکاح کر سکتے نہ نباہ کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ بدکاری کی طرف جھکیں اور کوئی چارہ نہ تھا۔

رسولؐ پاک نے جو حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے وہ سوائے عقل کل کے آج تک کسی اور کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ کلام ربانی کا رحجان یہ ہی ہے کہ طلاق نہ دی جائے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جائے۔

زن اور شوہر کا معاملہ ایک نازک معاملہ ہے۔ یہ انوکھا ارتباط اور نرالا اختلاط ہے۔ ان میں جو مخالفت اور ناچاقی ہو اس کو وہ دونوں ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ جب یہ مخالفت اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کا علاج سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں تو رسولؐ خدا نے طلاق کا دینا کسی قاضی کی رائے یا مفتی کے فتویٰ پر نہیں رکھا بلکہ اُسی کی رائے اور اخلاق پر چھوڑا جس کی تسلی اور مؤانست کے لئے ابتدا میں بطور ہمدم و ہمراز مونس و دمساز پیدا کیگئی۔ لیکن ساتھ ہی فرمادیا کہ طلاق خدا کے نزدیک نہائیت ناپسند ہے۔ مردوں کو لازم ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ صبر، سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آئیں۔ رسولؐ خدا کا ارشاد ہے کہ بجز طلاق کے اور کوئی چیز خدا تعالےٰ نے کونین کے پردے پر پیدا نہیں کی جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب ہو۔ پھر ایک دفعہ فرمایا کہ مباح چیزوں میں سے سب سے زیادہ خدا کو غضب میں لانے والی چیز طلاق ہے اور عورت کو فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند سے بغیر ضرورت شدید اور بغیر حالت سختی کے طلاق چاہے اس پر خوشبو جنت کی حرام ہے۔

لکھا ہے کہ رسولؐ پاک طلاق دینے والے سے ایسے ناراض ہوتے تھے کہ لوگوں کو

یہ خیال ہو گیا کہ جو شخص اپنی اہلیہ کو دفعتاً طلاق دیدے وہ واجب القتل ہے۔ ایک دفعہ آپ کو خبر ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو دفعتاً تین طلاقیں دیدی ہیں۔ یہ سُن کر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غصہ کے مارے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا خدائے بزرگ کے حکم کو کھیل بنایا ہے ایسی حالت میں بھی کہ مَیں تم میں موجود ہوں۔ یہ سُن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ اے رسولؐ خدا کیا میں اس کو قتل کر دوں۔

رسولؐ خدا نے ہدائتوں اور تہدیدوں سے بھی طلاق کو نہیں روکا بلکہ نکاح اور ملاپ قائم رکھنے کو کئی احکام صادر فرمائے ہیں۔ یعنے طلاق کے لئے ایسی شرائط مقرر فرمائیں جن سے یہ فعل نہائیت شاذ ہو گیا۔ شرائط یہ ہیں۔

(۱)۔ آپؐ نے تین دفعہ طلاق دینا معتبر رکھا اور پھر ممانعت فرمائی کہ دفعتاً تین طلاقیں نہ دی جائیں بلکہ سوچ کر اور سمجھ کر مناسب فاصلہ سے طلاق دی جائے۔ طلاق ظہری دے تاکہ ایام حیض میں جو عارضی مفارقت ہے وہ کسی تنفر یا غصہ کا باعث نہ ہوئی ہو۔ پہلی طلاق کے بعد اور دوسری طلاق کے بعد اگر صُلح ہو جائے تو بدستور میاں بیوی رہ سکتے ہیں لیکن اگر تیسری دفعہ طلاق دی جاوے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اب موالنست ناممکن ہے پھر نہ رجعت ہو سکتی ہے۔ ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد نہیں چاہئے یہ تین مہینے کی میعاد طلاق کے لئے رُکاوٹ ہے۔

(۲)۔ طلاق کی صورت میں مہر معجل و موجل کی ادائیگی لازم ہے یہ بھی طلاق کے لئے رُکاوٹ ہے۔

(۳)۔ آخری طلاق تک میاں بیوی کو ایک گھر میں رہنا چاہیئے تاکہ پھر صُلح اور موانست کا موقع ملجائے۔

(۴)۔ طلاق کے لئے دو گواہاں کا ہونا ضروری ہے۔

(۵)۔ طلاق سے پہلے لازمی ہے کہ ناچاقی اور بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شوہر کے کُنبہ کا اور ایک ثالث بیوی کے کُنبہ کا مقرر کیا جاوے اور دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سُن کر اُن میں اصلاح کرا دیں۔

Marfat.com

(۶) ۔ظہار جو عرب میں ایک قطعی طلاق تھی ناجائز قرار دی گئی۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ○ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ج اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ○

"اور جن عورتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم ڈرتے ہو اُن کو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہوں میں اُن سے جُدا رہو پھر مار کر ان کو تنبیہ کرو۔ سو اگر تمہاری فرمانبردار ہو جائیں۔ تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور طلاق کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نہ جتلاؤ کیونکہ بزرگ اور بلند تو اللہ ہی ہے (بلکہ عورتوں سے سلوک اور صفائی کرو) پھر اگر اے لوگو تم کو میاں بیوی کی سخت مخالفت وعداوت کا اندیشہ ہے تو ایک منصف میاں کی طرف سے مقرر کرو۔ ایک بیوی کی طرف سے اگر منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیدیگا۔ اللہ تعالےٰ علیم وخبیر ہے"

ان احکام کی موجودگی میں یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے طلاق کی حمائیت کی اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے ○

غُلامی

کہتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کو جائز رکھا۔ یہ الزام بھی دیگر الزاموں کی طرح واہی ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ جناب محمدؐ نے غلامی کو جائز رکھا ان کی توجہ ہم قرآن کے الفاظ کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ نے سورہ حجرات میں صاف فرمایا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنے سب ایمان والے آپس میں بھائی ہیں" اور سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے" وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا یعنے

Marfat.com

"سب لوگ اکٹھے ہو کر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اور جدی جدی راہوں میں مت بھٹکو اور تم کو جو نعمت خدا نے دی ہے اس کا شکر کرو۔ ایک وقت تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں خدا نے محبت ڈالدی پھر تم ہو گئے اللہ کی نعمت کے سبب آپس میں بھائی"

کیا ان الفاظ کے روبرو کوئی مسلمان کسی مسلمان کا غلام ہو سکتا ہے۔ اخوت وہ شے ہے کہ جس نے محمود اور ایاز کو ایک صف میں کھڑا کر کے غلامی کے مندر پر بجلی گرادی۔

آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ اگر کوئی شخص تم سے ایسا اقرار نامہ چاہے کہ میں رقم معینہ شدہ ادا کر کے آزادی حاصل کر سکتا ہوں تو تم فوراً یہ دستاویز اس کو لکھدو۔ اگر تم ان میں کوئی خوبی دیکھو تو تم خدا کی دولت میں سے جو اس نے تم کو دی ہے ان کو دو۔

مسٹر گاڈفری ہگنس فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا حکم انجیل میں نہیں ملتا۔

بخاری سے روایت ہے کہ ابن سیرین نے حضرت انسؓ سے اس قسم کی دستاویز مانگی۔ انہوں نے انکار کیا۔ ابن سیرین نے حضرت عمرؓ کے روبرو دعویٰ دائر کر دیا آپ نے حضرت انسؓ کو خدا اور رسولؐ کے حکم کی عدولی پر دُرّوں سے پٹوایا اور جبراً خط آزادی بمعاوضہ روپیہ لکھا دیا۔ رسولِ خدا نے غلاموں کے حق میں فرمایا ہے:۔

"وہ تمہارے بھائی ہیں کیونکہ وہ تمہارے جیسے انسان ہیں وہ تمہاری خدمت کرتے ہیں تمہارے کاموں کو سنوارتے ہیں اللہ نے ان کو تمہارے تابع کر دیا ہے پس جو شخص کہ اس کا بھائی اس کے تابع ہو تو اس کو چاہیئے کہ جو آپ کھاتا ہے اس کو کھلائے اور جو آپ پہنتا ہے اس کو پہنائے اور ان سے ایسی تکلیف کے کام جو ان کو تھکا دیں نہ لے اور اگر ایسی تکلیف کا کام ان کو دیا جاوے جو ان کو تھکا دیگا تو خود ان کی مدد کرے"

اس حکم کا لوگوں کے دلوں پر اسقدر اثر ہوا کہ تمام شخص اپنے غلاموں کو اس زمانے میں اپنے جیسا لباس اور کھانا دینے لگے اور ایک ہی دسترخوان پر ان کے ساتھ کھانا کھانا شروع کیا۔ سفر میں ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کرنے لگے۔ اگر مُہار پکڑنے کی ضرورت ہوئی تو باری باری یہ کام سرانجام دیا۔

جناب عمرؓ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں اس حکم کی تعمیل میں باآں ہمہ عجب سلطانی

Marfat.com

اپنی باری میں شتر کی مہار پکڑی اور غلام کو عرب کی جلتے ہوئے ریگستان اور جھلسنے والی گرم ہوا میں اونٹ پر بخوشی تمام سوار کیا۔

جناب رسول کریمؐ کی صاحب زادی جناب فاطمہ زہراؓ اپنی لونڈی کے ساتھ بیٹھ کر چکی پیستی تھیں۔

مسلم سے روایت ہے کہ رسولؐ پاک کا حکم تھا کہ کوئی تم میں میرا غلام اور میری لونڈی ہرگز نہ کہے تم سب خدا کے غلام ہو اور سب تمہاری عورتیں خدا کی کنیزیں ہیں مگر یہ کہو کہ میرا بچہ اور میری بچی اور میرا لڑکا اور میری لڑکی۔ علاوہ اس کے آنحضرتؐ نے غلاموں کے آزاد کرنے کی رغبت دلائی اور فرمایا کہ کوئی کام خدا کے نزدیک غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ (مسلم کتاب الالفاظ من الاداب)۔

قرآن شریف میں ہے۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً + (سورۂ محمد ایت ۴)

"جب تم مقابل ہو کافروں کے تو گردنیں کاٹو جبکہ تم اس پر گھسام کر چکو تو ان کو قید کر لو پھر قید کرنے کے بعد یا ان پر احسان رکھکر یا اُن سے فدیہ لیکر چھوڑ دو"۔

اس آیت کے رو سے دو باتوں سے ایک بات لازمی ہے یا تو احسان کر کے مفت چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لیا جائے۔ فدیہ کی صورت میں قیدی تا ادائیگی فدیہ قیدی ہوگا۔ رقیت اور مملوکیت کسی حالت میں اس پر طاری نہ ہوگی اور جب قیدی سے فدیہ کا ادا ہونا ناممکن ہوگا تو درحقیقت تعمیل ایک حکم کی ناممکن ہوگی اور اس لئے دوسرے حکم کی تعمیل واجب ہوگی۔ رسولؐ پاک نے اسی طرح کیا تھا۔ بدر کے قیدیوں میں سے جو فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے آخر کار چھوڑ دیئے گئے۔

گستاخ مصنفوں کو شائد یہ یاد نہیں رہا کہ توریت کے ہر صفحہ میں غلامی کا جواز مسلم ہے اور انجیل مقدس میں کہیں ایک لفظ بھی اس وحشیانہ اور بے رحم دستور کی ممانعت میں نہیں ہے۔ بانیٔ اسلام نے اگر کچھ نہیں کیا جس کو ہم نہیں مانتے تو کیا یہ بھی نہیں کیا تمام مسلمانوں کو

Marfat.com

بھائی بھائی بنا دیا اور صاف کہدیا کہ کسی کو غلام نہیں رکھنا چاہئے اور جس وقت کوئی اسلام لے آوے تو وہ آزاد ہے اور ساتھ ہی انسانوں کے ایک کثیر گروہ کو آزاد کر دیا۔

تاریخ سے ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے غلاموں کی کیا حالت تھی جو عذاب ان کو دیا جاتا تھا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ بلا مبالغہ وہ حیوانوں سے بدتر سمجھے جاتے تھے۔ بھوکا۔ برہنگی محنت شاقہ دوامی اسیری ان کا حصہ تھی۔ ان پر طرح طرح کی بے رحمیاں اور اُس سے ہزاروں قسم کی بدسلوکیاں کی جاتی تھیں۔ غلام موت کو ذریعہ نجات سمجھتا تھا۔ اسلام نے ان تمام سختیوں اور بدسلوکیوں کا قلع قمع کر دیا یہاں تک کہ بانیٔ اسلام نے غلام کو آزاد کر کے متبنٰے بنایا اور اپنی قریبی رشتہ دار اس سے بیاہ دی۔ آنحضرتؐ عقل کل تھے جانتے تھے کہ آئیت حریت کے نازل ہونے سے پہلے جسقدر لوگ غلام ہو چکے ہیں ان کی آزادی کا دفعتہً حکم دیدینا محالات عملی سے ہے اور ایسا کرنے سے نظم اور تمدن میں فرق آجائیگا اس لئے آپ نے غلامی کو معدوم کرنے کی بہترین تدبیر سوچی کہ آیندہ کے لئے غلامی عملی طور پر بند کر دی اور پچھلے غلاموں کی آزادی اور غلامی کی حالت میں ترمیم اور تغیر و تبدل کر کے ظلم اور ستم کی جگہ اُنہیں مورد شفقت رحم اور الطاف بنا دیا +

(۲۳) باب

اِسلام مذہب سیف نہ تھا

بعض مورخین کا خیال ہے کہ اسلام محض بزور شمشیر پھیلا۔ آنحضرتؐ نے جہاد کو عبادت قرار دے کر حکم دیا کہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں سیف جو شخص قرآن پر ایمان نہ لائے اُسے بے دریغ تلوار کی گھاٹ اُتار دو۔

ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے۔ اسلام مذہب سیف نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے

بجائے اس کے کہ خون ریزی کو روا رکھتے جنگ کو جو عرب میں افعال انسانی کا دہشتناک اور مکروہ نظارہ تھا۔ ظلم۔ توحش۔ سفاکی۔ بے دردی اور درندہ پن جیسی آلائشوں سے پاک صاف کر کے ایک مقدس فرض انسانی بنا دیا۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ عرب میں آنحضرتؐ کے زمانہ میں شجاعت ہی کا نام شرافت تھا۔ لڑائی کو وہ لوگ اپنا روزمرہ کا شغل سمجھتے تھے یا یوں کہو کہ جنگ اور غارت گری اُن کا پیشہ تھا۔ عرب والوں کی جائیداد صرف بھیڑیں۔ بکریاں اور اونٹ تھے لیکن یہ جائیداد بھی ہر ایک کو میسر نہ تھی اور اگر میسر تھی تو ضرورت سے کم۔ اس لئے اُنہوں نے غارت گری کو ذریعہ معاش بنا لیا۔ لُوٹ میں اکثر بکریاں ہاتھ آتی تھیں اس لئے لوٹ کے مال کو غنیمت کہنے لگے۔ عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس لفظ نے اسقدر وسعت معانی حاصل کی کہ ہر قسم کے مال اور اسباب کو جو لوٹ میں حاصل ہو غنیمت کہنے لگے۔ غنیمت اہلِ عرب میں اسقدر مرغوب اور مرغوب تھی کہ جب کوئی سفر کے وقت رخصت ہونے لگتا تو "سالماً غانماً" یعنے سلامت آنا اور لُوٹ کر لانا کہکر رخصت کیا کرتے تھے۔ غرض ضرورت معاش نے عرب میں جنگ اور غارت گری کو عام کر دیا تھا۔ جب حج کی وجہ سے "اشہر حرم" میں یعنے چار ماہ تک لڑائی بند ہو جاتی تھی تو یہ لوگ گھبرا جاتے تھے۔ لڑائی کا تین تین ماہ تک معطل رہنا انہیں اسقدر گراں گذرتا تھا کہ انہوں نے نسئی رسم ایجاد کر لی جس کے رو سے یہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم کر دیا کرتے تھے یعنے حسب ضرورت ان مہینوں کو دوسرے مہینوں سے بدل لیتے تھے۔

لڑائی اور غارت گری کو مستقل ذریعہ معاش بنانے کو لوگوں نے عقیدہ ثار رائج کر دیا۔ ثار سے یہ مطلب تھا کہ جب کسی موقعہ پر کسی قبیلہ کا کوئی شخص قتل ہو جاتا تھا تو مقتول کے قبیلہ کو اس کا انتقام لینا فرض ہو جاتا تھا گو سالہا سال گذر جائیں اور قاتل بلکہ اُس کا خاندان معدوم ہو جائے تاہم جب تک قاتل کے قبیلہ کے ایک آدمی کو مقتول کا طرفدار قتل نہیں کر لیتا تھا قومی فرض ادا نہ ہوتا تھا۔ اس قومی فرض کا نام ثار تھا۔

لڑائی بھڑائی اور کشت و خون اسقدر مقبول تھے کہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مجروح کی رُوح مرتے وقت زخم کے رستے نکلتی ہے اور جو بیماری سے مرے اس کی روح ناک کے رستے نکلتی ہے اور ناک کی موت کو "حتف انف" اور ذلیل موت تصور کرتے تھے۔

پہلے لڑائیوں کی بُنیاد ضرورت معاش پر قائم ہوئی پھر رفتہ رفتہ یہ سامان عزت اور شجاعت اور رفعت بن گئیں۔ چونکہ شوق غارت گری اور مذاق جنگ لوگوں کے رگ و ریشے میں سرایت کر کے جزو بدن ہو گیا اور مال غنیمت کی کشش نے ان کو محو کر دیا اس لئے جنگ کے وارفتہ اور شیدائی قدرتاً وحشی۔ جابر۔ سفّاک۔ صیاد پیشہ اور جلاد عادت بن گئے۔ اور یہاں تک ظلم کرنا شروع کیا کہ شبخون مارنا یا غفلت میں دشمن کو غارت کرنا فن سپہ گری سمجھا جاتا تھا۔ اسیران جنگ کو تو قتل کرنا معمولی بات تھی ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی نشانہ تیر بنایا جاتا تھا یا اُنہیں اندھا کر دیا جاتا تھا۔ اسیران جنگ کو اس عذاب سے قتل کرتے تھے کہ اس موت سے خودکشی بدرجہا بہتر سمجھی جاتی تھی۔ مثلاً ٹھہر ٹھہر کر اعضائے بدن کاٹتے تھے اور قیدی تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔ کئی بار آنکھوں اور زبان میں کانٹے چبھو کر رفتہ رفتہ مارتے تھے۔ عمرو بن ہند نے اپنے بھائی کے جوشِ انتقام میں جب اور کوئی نہ ملا تو ایک بڑھیا کو جس کا نام حمراء تھا زندہ آگ میں ڈال دیا۔ جب حمراء جل رہی تھی تو ایک سوار جو کئی دن کا بھوکا تھا دُھواں دیکھ کر اُدھر آنکلا اُسے بھی فوراً آگ میں ڈال دیا۔

یہ وحشیانہ سلوک صرف زندوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ مقتل میں مُردہ دشمنوں کی نعشیں بھی روندی جاتی تھیں۔ اُن کے کان اور ناک کاٹ کر گلے کے ہار بنائے جاتے تھے اور اُن کے سینے چاک کر کے اُن کے جگر دانتوں سے چبائے جاتے تھے مُردہ دشمنوں کے سر جسم سے جُدا کر کے اُن کی کھوپریوں سے شراب پینے کے کاسے بنتے تھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ حاملہ عورتوں کے شکم چیر کر بچے نکالتے تھے۔ جب عرب میں یہ قیامت برپا تھی اسوقت مسلمانوں نے ہتھیار سنبھالے اور جہاد کئے۔ ابتدا میں تو آنحضرتؐ نے جنگ و جدل سے بہت پرہیز کیا اور امن کی زندگی کو پسند فرمایا لیکن

جب کفار کے ظلم وستم حد سے بڑھ گئے اور مشرکوں نے مسلمانوں کو جلاوطنی پر بھی چین نہ لینے دیا اور اس بات کا بیڑا اٹھالیا کہ اسلام کو فنا کر دیا جائے اور توحید کو مٹادیا جائے تو خدا کا حکم آیا کہ اب حفاظت خود اختیاری میں لڑو اور صرف خدا کے نام پر لڑو۔ جو لڑائیاں آنحضرتؐ کو پیش آئیں ان کو مورخوں نے "غزوہ" اور "سریہ" کی اصطلاحوں سے نامزد کیا ہے۔

"غزوہ" اور "سریہ" میں یہ فرق ہے کہ "غزوہ" میں کم سے کم آدمیوں کی ایک خاص تعداد ضروری ہے۔

"سریہ" میں یہ قید نہیں ہے اگر دو چار آدمی بھی کہیں تفتیش یا جاسوسی کے لئے بھجدیئے گئے تو یہ بھی "سریہ" ہے۔

"غزوہ" اور "سریہ" میں یہ بھی فرق ہے کہ "غزوہ" میں آنحضرتؐ بنفس نفیس بھی شریک تھے اور "سریہ" میں آپ خود شامل نہیں ہوئے۔

مولانا شبلی نعمانی سیرۃ النبیؐ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن واقعات کو مورخین سریہ کہتے ہیں وہ چند قسموں پر منقسم ہیں:۔

(۱)۔ محکمۂ تفتیش یعنے دشمنوں کی نقل وحرکت کی خبر رسانی۔

(۲)۔ دشمنوں کے حملہ کی خبر سن کر مدافعت کے لئے پیش قدمی کرنا۔

(۳)۔ قریش کی تجارت کی روک ٹوک تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمانوں کو حج وعمرہ کی اجازت دیں

(۴)۔ امن وامان قائم کرنے کو تعزیری فوجیں بھیجنا۔

(۵)۔ اشاعت اسلام کے لئے لوگ بھیجے گئے اور حفاظت کے خیال سے کچھ فوج ساتھ کر دی گئی اس صورت میں تاکید کر دی جاتی تھی کہ تلوار سے کام نہ لیا جائے۔

غزوہ کی صرف دو صورتیں تھیں۔

(۱)۔ دشمنوں نے دارالاسلام پر حملہ کیا اور ان کا مقابلہ کیا گیا۔

(۲)۔ یہ معلوم ہوا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں اور پیش قدمی کیگئی۔

ہمارے فاضل دوست مولوی غلام نبی صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

قرآن شریف کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد تین اقسام پر منقسم ہے۔

اوّل دفعیہ۔ دوم انتقامیہ۔ سوم انتظامیہ۔

جہاد دفعیہ وہ لڑائی ہے جو حفاظت خود اختیاری میں کی جائے یعنے دشمن حملہ آور کے ضرر اور شر سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

اس بارہ جو آنحضرتؐ کی تعلیم تھی وہ خدا کے حکم میں درج ہے۔ سورۃ البقر رکوع ۲۴۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

"اور لڑو خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے کہ لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو۔ تحقیق اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ

(۱)۔ لڑائی خدا کے لئے ہو طمع نفسانی کے لئے نہ ہو۔

(۲)۔ صرف اُن لوگوں سے لڑو جو مخل امن ہوں اور لڑائی میں ابتدا کرتے ہیں۔

اس حکم کی موجودگی میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے لڑائیاں زبردستی مسلمان بنانے کے لئے کیں؟ ہرگز نہیں۔

جہاد انتقامیہ وہ لڑائی ہے جو دشمنوں سے مبادلے میں کی جائے اور اُن کی زیادتیوں کا انتقام لیا جائے۔

یہ وہ لڑائی ہے جو مصیبت زدوں اور مظلوموں کی دستگیری کے لئے کی جاوے اس قسم کی لڑائی سے آنحضرتؐ کو یہ ثابت کرنا منظور تھا کہ اسلام میں جوہر شجاعت ہے اور وہ بیکسوں اور مظلوموں کا چارہ ساز ہے۔

آپ نے اس بارہ میں پانچویں سیپارے کی سورۃ نساء کے دسویں رکوع میں خدا کا حکم یوں سُنایا ہے۔

وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ۝

"اور کیا ہے تم کو کہ نہ لڑو تم خدا کی راہ میں حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال کہ جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے واسطے اپنے پاس سے ایک دوست اور اپنی طرف سے ایک مددگار بھیج"

جہاد انتظامیہ وہ لڑائی ہے جو سلطنت کے انتظام اور بندوبست کے لئے کیجائے یعنے وہ لڑائی جو فساد کو فرو کرنے اور لوگوں میں امن قایم کرنے کو کی جائے۔ تاکہ تمام مذاہب والے خواہ مسلمان ہوں خواہ دیگر مذاہب کے پیرو آزادانہ طور سے اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکیں۔

دیکھئے خدا اور رسول کا حکم جو ستر ہویں سیپارے کی سورۃ الحج کے چھٹے رکوع میں درج ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا

"اور اگر نہ ہوتا دور کرنا اللہ کا لوگوں کو اُن کے بعض کا بعض سے ڈہائے جاتے درویشوں کے خلوت خانے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بہت نام لیا جاتا ہے"

اس آئیت سے صاف ظاہر ہے کہ لڑائی معبدوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔

دوسرے سیپارے کے اخیر میں سورۃ البقر کے ۳۳ رکوع میں خدا فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

"اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ کا لوگوں کو اُن کے بعض کا بعض سے البتہ بگڑ جاتی زمین"

اس آئیت سے بہی عیاں ہے کہ مسلمان فساد کے دُور کرنے اور عامۃ الخلائق کے امن قائم کرنے کے واسطے لڑتے تھے۔

مفصلہ ذیل آیات قرآن سے اس خیال کی تکذیب ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے جبری تعلیم روا رکھی اور ان کی یہ تعلیم تھی کہ بزور شمشیر پھیلایا جائے۔

(۱)۔ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ

Marfat.com

فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝

پس اگر (ایسے لوگ) تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف (پیغام) صلح ڈالیں تو ایسے لوگوں پر (دست درازی کرنے کا) تمہارے لئے اللہ نے کوئی راستہ نہیں رکھا۔

(۲)۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ پ ۳ ع ۲۶

"دین میں زبردستی کا کچھ کام نہیں ہے گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے"۔

(۳)۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ پ ۱۱ ع ۱۵

"تو کیا تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں"

(۴)۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ پ ۳۰ الکافرون

تمہارے واسطے تمہارا دین ہمارے واسطے ہمارا دین"۔

(۵)۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۟ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (حم۔ ق)

"اور تم ان پر (حاکم) جابر (تو ہو) نہیں (کہ بزور انکو مسلمان کرو تمہارا کام) تو یہ ہے کہ جو ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے اس کو قرآن سُنا سُنا کر سمجھاتے رہو"۔

ان آیات سے کما حقہ روشن ہے کہ قرآن شریف جہاد۔ ایمان بالجبر کی سخت ممانعت کرتا ہے اس کے علاوہ قرآن پاک کا صحیح منشا ہے کہ مخالفین سے نرمی کرنی چاہیئے۔ سیپارہ ۴ سورۃ آل عمران میں ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص یعنے اللہ کا بڑا ہی فضل ہُوا کہ تم ان کو نرم دل سردار ملے ہو اگر (خدانخواستہ) تم مزاج کے اکھڑ اور سنگ دل ہوتے تو یہ لوگ (کبھی کے) تمہارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔

ہم آنحضرتؐ کی سرایا اور غزوات کا ذکر مفصل مناسب محل پر کر چکے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہمیں یا لڑائیاں جبراً اسلام پھیلانے کے لئے نہیں ہوئیں بلکہ بعالم مجبوری اسلام اور دارالاسلام کی حفاظت کے لئے ہوئیں۔ جتنی مہمیں تھیں سب تفتیش اور مدافعت کے لئے تھیں اور جتنی لڑائیاں ہوئیں سب مظلوموں کی دستگیری اور حفاظت خود اختیاری اور قیام امن اور حفظ مراتب کے لئے ہوئیں۔

Marfat.com

ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ کسی مہم میں قزاقی یا رہزنی یا لوٹ مار مد نظر نہ تھی۔ قافلوں پر حملہ اور تجارت میں رکاوٹ انتظامی معاملہ تھا تاکہ قریش اور کفار مکہ کی طاقت ٹوٹ جائے اور وہ مسلمانوں کو مکے میں زیر حراست نہ رکھیں اُن پر ظلم و ستم نہ کریں اور اُن کو مدینے میں آنے کی اجازت دیدیں۔ مثلاً جب ابوذر غفاری نے مکہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو قریش نے اُنہیں خوب پیٹا۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ غفار کا قبیلہ تمہارے کاروان تجارت کے سر راہ واقعہ ہے ایسا نہ ہو کہ تمہارا تجارت کا رستہ بند ہو جائے۔ اہل مکہ اس دھمکی سے ایسے ڈرے کہ ابوذر کو چھوڑ دیا۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ سعد بن معاذ قبیلہ خزرج کے رئیس اعظم تھے۔ اُمیہ بن خلف سے اُن کی گہری دوستی تھی مسلمان ہو جانے پر بھی دوستی قائم رہی جب آپ عمرہ کرنے کے لئے مکہ گئے تو اُمیہ کے یہاں ٹھہرے اور اُس کے ساتھ طواف کعبہ کو نکلے۔ ابوجہل نے دیکھ لیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم اُمیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا یہاں سے زندہ جانا دشوار تھا۔ سعد نے کہا کہ اگر تم ہم کو مکے میں آنے سے روکو گے تو ہم تمہاری شام کی تجارت کا رستہ بند کر دینگے۔ کفار مکہ مسلمانوں کو مکہ میں آنے جانے سے روکتے تھے اس لئے بعالم مجبوری آنحضرتؐ نے رعب اسلام قائم رکھنے کو اور مکہ میں آنے جانے کی آزادی حاصل کرنے کو انتظامیہ طور پر قافلوں پر حملوں کی اجازت دی تاکہ کفار مرعوب ہو جائیں۔

اس باب کے شروع میں ہم نے جتا دیا ہے کہ اہل عرب کی جنگ کیسی ڈراونی چیز تھی جس میں بے دردی۔ قساوت اور ظلم آئین جنگ شمار ہوتے تھے اب غور فرمائیے کہ آنحضرتؐ نے اس میں کیا کیا اصلاحیں فرمائیں۔

(۱)۔ آپ نے حکم ناطق دیدیا کہ عورتیں۔ بوڑھے۔ بچے صغیر السن۔ نوکر۔ خادم لڑائی میں برسر قتل نہ کئے جائیں۔ حکم تھا۔ لَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا وَّلَا طِفْلًا وَّلَا صَغِیْرًا وَّلَا اِمْرَءَةً ؂ (مسلم۔ ابوداؤد)

(۲)۔ آپ نے وحشیانہ طرز قتل کو موقوف کر دیا۔ پہلے اسیران جنگ کو کسی شے سے باندھ کر تیروں سے تکا بوٹی کر ڈالتے تھے۔ اس طرز قصاص کو صبر کہتے تھے آپ نے اسے یک قلم

موقوف کر دیا۔

(۳)۔ آپنے حکم دیا کہ جنگ میں جو عہد و پیمان ہو وہ کبھی نہ توڑا جائے۔

دسویں سیپارے میں سورۃ التوبہ کے پہلے رکوع میں صاف حکم ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝

"ہاں مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم مسلمانوں نے صلح کا عہد و پیمان کر رکھا تھا پھر انہوں نے ایفائے عہد میں تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی وہ مستثنیٰ ہیں تو ان کے ساتھ جو عہد و پیمان ہے اُسے اس مدت تک جو ان کے ساتھ ٹھیری تھی پورا کرو کیونکہ اللہ اُن لوگوں کو جو بدعہدی سے بچتے ہیں دوست رکھتا ہے"

آنحضرتؐ کو ایفائے وعدہ کا کمال خیال تھا۔

ہجرت کے وقت چھ صحابہ عالم مجبوری میں مکّہ رہ گئے ان میں حذیفہ بن یمان اور ان کے والد بھی تھے۔ جنگ بدر سے چند دن پہلے وہ مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ کفّار نے پکڑ لیا انہوں نے کہا کہ ہم صرف نقل مکان کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ تم سے نہیں لڑینگے۔ جب یہ خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں جنگ بدر میں شرکت کا اعزاز دیا جائے تو آپنے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اپنے وعدہ پر قائم رہو۔

ابورافع جب قاصد بن کر آپ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوگئے تو کہا کہ اب میں واپس نہیں جانا۔ آپنے فرمایا ایسا نہ کرو قاصد کو روک لینا عہد کے برخلاف ہے۔ (ابوداؤد)

صلح حدیبیہ میں عہد نامہ کی ایک یہ شرط تھی کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے مدینہ میں جائے تو اُسے واپس کر دیا جائے جسوقت معاہدہ پر دستخط ہوئے ابوجندل کسی طرح کافروں کے ہاتھ سے بھاگ کر آنحضرتؐ کے پاس پہنچ گئے۔ اسوقت وہ پابہ زنجیر تھے۔ جسوقت اُنہوں نے روکر اپنا حال سُنایا اور اُن کے جسم پر مار کے نشان دیکھے تو مسلمان بیقرار ہوگئے مگر آپنے حکم دیا کہ ابوجندل عہد نامہ کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی۔ تم اِسوقت واپس جاؤ خدا کوئی صورت نکال دیگا۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے اصرار بھی کیا مگر آپنے نہ مانا۔

Marfat.com

مسیلمہ کذاب کا قاصد جب خدمت عالی میں آیا تو نہائیت گستاخانہ گفتگو کی آپ نے نہائیت تحمل سے فرمایا کہ قاصد کو قتل کرنے کا دستور نہیں ہے ورنہ تو سزاوار قتل تھا۔ کہتے ہیں اُس دن سے یہ دستور ہو گیا کہ قاصد کبھی قتل نہ کیا جائے۔

(۴)۔ دستور تھا کہ اسیران جنگ کو خواہ عورت ہو یا مرد پابجولاں رکھکر سخت محنت اُن سے لیجاتی تھی۔ آپ نے اس دستور کو بدل دیا۔ بدر کے اسیران جنگ کو صحابہ کھانا کھلاتے تھے اور آپ کھجوریں کھاکر گذارہ کرتے تھے۔ قیدیوں کو اونٹوں پر سوار کرتے تھے اور آپ پاپیادہ چلتے تھے۔ غزوہ حنین میں آنحضرتؐ نے چھ ہزار قیدی چھوڑ دیئے اور ہر ایک کو لباس بمعہ زادِراہ دیا۔ قرآن پاک میں قیدیوں پر مہربانی کرنے کا صاف حکم آیا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

(۵)۔ آپ نے لوٹ مار بند کر دی اور حکم دیدیا کہ جو شخص اسیروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹے مارے اس کا جہاد قبول نہیں ہے۔

ابو داؤد کی کتاب الجہاد میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ایک شخص راہ خدا میں جہاد کرنا چاہتا ہے مگر ساتھ ہی کچھ دُنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے آپ نے جواب دیا کہ اُسکو کچھ ثواب نہیں ملیگا۔ لوگوں نے جب یہ سُنا تو حیران ہوئے اور کہا کہ آنحضرتؐ سے پھر دریافت کرو اُنہوں نے سوال نہیں سمجھا ہوگا۔ اس پر آنحضرتؐ سے دوبارہ سوال کیا پھر بھی یہ ہی جواب ملا۔ جب تیسری دفعہ پوچھا گیا تو پھر بھی یہ ہی جواب آپ نے دیا۔

(۶)۔ قبل ازیں لڑائی طمع نفسانی کے لئے حصولِ شہرت کے لئے اظہار شجاعت کے لئے یا شوق خون ریزی کے لئے ہوا کرتی تھی آنحضرتؐ نے اُسے افضل عبادت بنا دیا تا کہ ظالم اور جابر کمزور لوگوں پر دست تعدی دراز نہ کریں۔ اس بارہ میں حکم قرآن ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)۔ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ (سیپارہ ۱۷ سورۃ الحج)

جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں اب ان کو بھی ان کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے اسواسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شک وشبہ نہیں کہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو

صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے"۔

(۲)۔ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ
پ۲ ع ۸

"اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی اُن کو وہاں سے نکال باہر کرو اور فساد کا برپا رہنا خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے (سیپارہ ۲ سورۃ البقر)

(۳)۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ پ۲ ع۸

"اور اُن سے لڑو تا کہ فتنہ نہ رہے اور تمام دین اللہ کے واسطے ہو جائے"۔

(۴)۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝
پ۱۰ ع ۱۰

"جو اہل کتاب نہ خدا کو مانتے ہیں نہ روز قیامت کو نہ اللہ اور رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں (مشرکوں کے علاوہ) اُن لوگوں سے بھی لڑو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں"۔

(۵)۔ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سیپارہ ۱۰ سورۃ التوبہ رکوع ۱)

"پھر جب امن کے مہینے نکل جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور اُن کو گرفتار کرو اور انکا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو (یعنے ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو) کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

آیات نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ کی نسبت بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ انہیں سے جہاد ایمان بالجبر ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ اُن کی بڑی غلط فہمی ہے۔

پہلے آیت نمبر ۳ لو۔ اس آیت کی ماقبل آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کُفّار نے مسلمانوں کو حج کرنے اور خانہ کعبہ میں آنے سے روک دیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل

ہوئی تاکہ مسلمان ارکان حج اور عبادت بے خطرہ ادا کریں۔ اس آئیت سے صرف مدافعت کے لئے جنگ کی اجازت ہے۔

آئیت نمبر ۴ تو صریحاً اجازت دیتی ہے کہ مخالفوں کو جزیہ لیکر چھوڑ دو پھر یہ جہاد ایمان بالجبر کی حامی کس طرح ہوئی۔

آئیت نمبر ۵ کی نسبت کہتے ہیں کہ مخلصی مخالفان کا انحصار جب نماز اور زکوٰۃ پر ہے تو اس سے زیادہ اصولِ جہاد ایمان بالجبر کی حمائیت اور کس طرح ہو سکتی ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں اُنہوں نے قرآن کبھی نہیں پڑھا۔ یہ آئیت صرف ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جنہوں نے پہلے صُلح کے عہد و پیمان کئے اور پھر عہد شکنی کی اور صُلح کے عہد کی پروا نہ کی اس آئیت کے بعد کی آئیت سے عُقدہ حل ہو جاتا ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ؕ

"اور (اے پیغمبر) مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اطمینان سے کلام خدا کو سُن کر سمجھ لے پھر اس کو اُس کے امن کی جگہ واپس پہنچا دے (یہ رعائیت ان لوگوں کے حق میں) اس وجہ سے (کرنی ضرور) ہے کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں"۔

اس آئیت سے صاف مذہبی آزادی ترشح ہوتی ہے۔

(۷)۔ غنیمت کا چوتھا حصہ بادشاہ یا حاکم کا حق ہوتا تھا آپ نے کم کر کے پانچواں حصہ کر دیا۔ پہلے یہ حصہ فاتح اپنے مصارف عیش میں صرف کرتا تھا آنحضرتؐ نے اس کو غریب رشتہ داروں تیموں اور غریبوں اور مُسافروں کے لئے وقف کر دیا۔ دیکھو سورۃ انفال۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ

"اور جان لو کہ تم کو جو کچھ مال غنیمت ملے تو اس کا پانچواں حصہ خدا کا ہے اور رسولؐ کا اور رشتہ داروں کا اور تیموں کا اور غریبوں کا اور مُسافروں کا"۔

اگر آنحضرتؐ اصول جہاد ایمان بالجبر کو روا رکھتے تو نجران کے عیسائیوں کو جزیہ لیکر امان کیوں دیتے۔ ایلہ کے سردار یوحنا کو جزیہ لیکر کیوں چھوڑتے اور جربا اور اذرح کے عیسائیوں کو جزیہ لیکر اپنے مذہب پر قایم رہنے کی اجازت کیوں دی جاتی۔

سر ولیم میور جیسے مؤرخ لکھتے ہیں:۔

"رسولؐ خدا نے بنی حارث اور نجران کے پادریوں کو پوری مذہبی آزادی دینے کا اقرار کیا تا کہ اپنے طریقے پر اپنے گرجاؤں میں جس طرح چاہیں عبادت کریں۔ بشپ اور راہب اپنی اپنی جگہ پر بحال رہیں جب تک یہ لوگ امن و امان کے ساتھ رہیں اُن کے ساتھ کچھ تعرض نہ ہوگا" (دیکھو لائیف آف محمدؐ جلد دوم صفحہ ۲۹۹)۔

انصاف پسند مورخ مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں۔

"اس بات کا خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے اور اب بھی کرتے ہیں نہایت ہی سخت غلطی ہے کہ قرآن مجید میں جس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہے اس کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی۔ کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرا ہیں وہ سب بلا تامل اس بات کو تسلیم کرینگے کہ محمدؐ کا دین (جس کے ذریعہ سے انسانوں کے خون یعنے قربانی کے بدلہ نماز اور خیرات جاری ہوئی اور جسنے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہ نیاضی اور حسن معاشرت کی روح لوگوں میں پھونک دی اور جس کا اسوجہ سے بالضرور ایک بہت بڑا اثر شائستگی پر ہوا ہوگا) مشرقی دنیا کے لئے ایک حقیقی برکت تھا۔ اور اسوجہ سے خاصکر اس کو ان خونریز تدبیروں کی حاجت نہ پڑی ہوگی جس کا استعمال بلا استثناء و بلا امتیاز موسیٰؑ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کو کہا تھا"

ہماری رائے میں ان حالات کی موجودگی میں ہر ایک شخص کو جسکا دل تعصب کی آلائش سے پاک ہے ضرور یہ کہنا پڑے گا کہ آنحضرتؐ نے کبھی اصول جہاد۔ ایمان جبریہ کو پسند نہیں کیا نہ اسے روا رکھا بلکہ جسقدر مذہبی آزادی آنحضرتؐ نے غیر مذاہب کے لوگوں کو دی وہ کسی نے نہیں دی جس طرح حضرت عیسےٰؑ یا اُس کا مذہب صلیبی لڑائیوں کے جن میں کئی لاکھ آدمی ہلاک ہوئے یا اُس ہنگامہ کے جو پوپ کے مریدوں اور

لوتھر کے ہمخیال لوگوں کے درمیان ہُوا اور جس میں ہزاروں بیگناہ قتل ہوئے اور زندہ جلائے گئے یا اُن خون کے نالوں کے جو فرانس میں سینٹ بارتھلیمو کے قتل ہیں یا مذہبی عدالت،، کے احکاموں کے ذمہ وار نہیں ہیں اسی طرح اگر کسی مسلمان بادشاہ نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تبلیغ اسلام کے بہانہ سے کہیں خونریزی کی تو اس سے آنحضرتؐ یا اُن کا مذہب بدنام نہیں ہو سکتا۔

مسٹر گبن اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"مسلمانوں کی لڑائیاں اُن کے پیغمبرؐ نے مقدس قرار دی تھیں مگر آنحضرتؐ کی تعلیم اور نظائر سے جو اُنہوں نے قایم کیں اُن کے جانشینوں نے دوسرے مذاہب کو آزادی دینے کا سبق حاصل کیا۔ عرب حضرت محمدؐ کے خدا کی عبادت گاہ اور اُس کا مملوک تھا مگر وہ دُنیا کی قوموں کو محبت سے اور بہت کم رشک سے دیکھتا تھا۔ بہت سے دیوتاؤں کے ماننے والے اور بُت پرست جو اُن کو نہ مانتے تھے شرعاً نیست و نابود کئے جا سکتے تھے مگر اُس نے انصاف کے فرائض سے نہایت عاقلانہ تدبیر اختیار کی":

"اسلام مذہب سیف نہیں ہے،، کے مضمون پر بہت سے ارباب سیرؒ نے گل افشانی کی ہے لیکن ان تمام پھولوں کا عطر پروفیسر نواب علی۔ ایم۔ اے نے اس طرح پر نکالا ہے":

"اگر کوئی شخص ان تمام لڑائیوں کے حالات جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہوئیں انصاف کے رو سے پڑھیگا تو اس کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہ لڑائیاں چار طرح پر ہوئیں۔

۱۔ دشمنوں کے حملے روکنے اور اُن کے دفع کرنے کی غرض سے قریش مکہ کے ساتھ جسقدر لڑائیاں ہوئیں مثلاً غزوات۔ بدر۔ احد۔ احزاب اور ہوازن اور ثقیف کے مقابلہ میں جنگ حنین۔ اوطاس اور طایف یہ سب لڑائیاں اسی سبب سے ہوئیں۔

۲۔ دشمنوں کا ارادہ لڑنے اور حملہ کرنے اور لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کی خبر پاکر اس فساد کو مٹانے اور اُن کو منتشر کرنے کی غرض سے۔ قبایل عرب مثلاً بنی غطفان۔ بنی المصطلق وغیرہما کے ساتھ جسقدر لڑائیاں ہوئیں اور جنگ خیبر کے یہ ہی اسباب تھے۔

۳۔ جن لوگوں نے عہد شکنی یا دغابازی یا بغاوت کی تھی ان کو سزا دینے کی غرض سے

Marfat.com

تاکہ امن و امان قائم رہے۔ یہود بنی قینقاع۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ سے جسقدر لڑائیاں ہوئیں رجیع بیر معونہ اور زیادہ تر وہ سرایا جو وحشی اعراب کے مقابلہ میں بھیجے گئے اور قریش کے مقابلہ میں فتح مکہ کی یہی وجہ تھی۔

۴۔ "دشمنوں کی خبر رسانی یا غیر ملک والوں کی ہدایت کرنے میں جو خلاف اُمید قضئے پیدا ہوگئے ان کی اصلاح کی غرض سے۔ جنگ بدر سے پیشتر جس قدر سرایا قریش کی خبر رسانی میں بھیجے گئے۔ جنگ موتہ اور پھر اسی کے ضمن میں عیسایوں سے مخالفت قائم ہوجانا اور ان کی سورش کے خیال سے تبوک کی طرف سفر کرنا"

ظلم اور جبر اور تشدد گو خوف زدہ کر دیں اور ان سے دل سہم جائیں مگر اُن سے دل میں نہ تو محبت پیدا ہوسکتی ہے اور نہ ان سے دل قابو میں آسکتے ہیں۔ اگر اسلام جبر اور تشدد سے پھیلا جاتا تو اُس کے پیرو ہرگز فاقوں کی زحمت نہ اُٹھاتے۔ پیٹ پر پتھر نہ باندھتے اور تلوار کی چھاؤں میں نماز نہ پڑھتے۔

غرض نتیجہ یہ ہے کہ اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی کسی کو ایذا نہیں پہنچائی کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کے لئے قائم نہیں کی اور کبھی اسلام نے لوگوں کے مذہب کو بجبر تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا۔ ہاں اُس نے اپنے مسائل کو جاری کیا لیکن جبرًا جاری نہیں کیا۔ اسلام قبول کرنے سے لوگوں کو فتحمندوں کے برابر حقوق حاصل ہوتے تھے اور مفتوحہ سلطنتیں ان شرائط سے ہی آزاد ہوجاتی تھیں جو ہر ایک فتحمند نے ابتدا سے حضرت محمدؐ کے زمانہ تک ظلم اور سختی کے ساتھ جاری رکھیں اور جن سے مفتوحہ سلطنت کی حالت غلاموں کی حالت سے بدتر تھی۔

فلسطین میں ایک عیسائی شاعر نے جس کا نام لامارٹین ہے علانیہ کہا ہے "صرف مسلمان ہی تمام روئے زمین پر ایک قوم ہیں جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتے ہیں" ایک اور انگریز سیاح سلیڈن نے لکھا ہے "مسلمان حد سے زیادہ دوسرے مذہب کو آزادی دیتے ہیں" ہم کہتے ہیں کہ یہ ہی آزادی مذہب اور آزادی خیالات دلجوئی۔ تلطف اور مدارا چند خصوصیات اسلام تھیں جنہوں نے چراغ عرب کی کرنوں کو تمام جہان میں پہنچا دیا اور اسلامی پھریرا

روم اور شام کے عالیشان ایوانوں پر لہرانے لگا۔ ہاں یہ ہی خصوصیتیں تھیں جن سے چھوٹی چیز بڑی چیز بن گئی۔ اعتقاد صاف ہو گیا۔ روح میں عظمت پیدا ہوئی اور وہ رفیع الشان ہو گئی۔ ہاں یہ ہی خصوصیتیں تھیں جن سے تاریک ریگستان میں ایک چنگاری سے وہ نور کے شعلے اُٹھے کہ تمام عالم منور ہو گیا +

باب (۲۴)

خاتمہ

جب ”کُن فیکون“ کے اسم اعظم نے جلوۂ رحمت اور برکت دکھا کر موجودات کو تین حصّوں میں بانٹ دیا تو خالق کائینات نے خاک کے پُتلے کو طاقت گویائی اور صفت دینداری عطا فرما کر خطاب اشرفُ المخلوقات سے مخاطب کیا۔ پھر اُسے عالم جمادات۔ عالم نباتات اور عالم حیوانات کا حکمران کر کے حکم دیا کہ اے زمین تو اس خاک کے پُتلے کا جس کا نام ہم نے انسان رکھا ہے فرش استبرق ہے۔ اے آسمان تو اُس کا سائیبان ہے۔ اے آگ تو اُس کی باورچن۔ اے پانی تو اُس کا سقہ اور اے ہوا تو اُس کی پنکھا جھلنے والی کنیز ہے۔

سب سے پہلا انسان آدمؑ اور سب سے پہلی عورت حضرت حواؑ تھی۔ حواؑ نے بدقسمتی سے درخت گناہ کا پھل کھایا اور اپنے شوہر حضرت آدمؑ کو کھلایا۔ اس حکم عدولی میں وہ دونوں اور اُن کے ساتھ شیطان۔ سانپ اور طاؤس معتوب ہوئے اور حکم الٰہی ہوا۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

بہشت سے نکل کر حضرت آدمؑ اور حواؑ مدت تک آوارہ و سرگردان رہے۔ سالہا سال کی جدائی کے بعد کوہ عرفات پر ایک دوسرے سے ملے اور سراندیپ میں رہکر کھیتی باڑی کر کے

ﷺ وانی فضلتکم علی العٰلمین یعنے اور بیشک بینے تمہیں تمام عالم پر فضیلت دی (سورۂ بقر)

Marfat.com

بڑی جانفشانی اور تردد سے روٹی پیدا کرنے لگے۔

جب ان کی اولاد ہوئی تو آدمؑ کے بڑے بیٹے قابیل نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو بیگناہ پتھر سے مار ڈالا۔

قابیل اور اُس کی بہن اقلیمیا ایک پیٹ سے اور ہابیل اور اُس کی بہن یہودا دوسرے پیٹ کی اولاد تھے۔ قابیل کو یہ گوارا نہ ہُوا کہ اقلیمیا کی شادی ہابیل سے ہو۔ پھر جب ہابیل کی قربانی خدا نے منظور فرمالی اور قابیل کی نامنظور کی تو وہ غصّہ کا بھوت بن گیا۔ ہابیل کے قتل کا حضرت آدمؑ کو سخت صدمہ ہُوا اور قابیل کو عاق کر دیا۔ قابیل بجائے اسکے کہ توبہ استغفار کر کے اپنے کئے پر پشیمان ہوتا اور بھی گمراہ ہوگیا۔ باپ سے علیحدہ ہوکر مشرق کی طرف روانہ ہُوا اور وہیں آباد ہوگیا۔ اس کی اولاد میں سے ایک شخص ٹوبل کین نے مار دھاڑ اور کُشت و خون کیے لئے لوہے کے ہتھیار ایجاد کئے۔ رفتہ رفتہ یہ خوفناک گروہ ایک عالم کو تہ و بالا کرتا ہُوا دشت قپچاق۔ میدان گولی اور کوہستان یورال میں پھیل گیا۔ یہ لوگ رفتہ رفتہ وہم پرست ہوکر دیو پرست اور بھوتوں کے پوجنے والے بن گئے۔

ہابیل کے مرنے سے پانچ برس کے بعد اُن کے گھر حضرت شیثؑ پیدا ہوئے وہ ہر طرح حضرت آدمؑ کے مشابہ تھے۔ حضرت شیثؑ خدا پرست تھے ان کی تعلیم یہ تھی خدا کو پہچانو۔ حاکم وقت کا حکم بجالاؤ۔ ماں باپ کا حق جانو اور اُن کی خدمت کرو۔ غصّہ نہ کرو۔ رحم سے کام لو۔ صبر اور شکر اختیار کرو اور محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کرو۔

اس طرح حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد ان کی اولاد دو مختلف طریقوں کی پابند ہوگئی قابیل کے پیرو خونخوار۔ وحشی خصائل اور دیو پرست تھے۔ شیثؑ کی اولاد سلیم الطبع گلہ بان مہذب اور خدا شناس تھے۔

جب اولاد قابیل نے گمراہ ہوکر کفر اور شرک کا طوفان برپا کر دیا۔ رسم نکاح موقوف کر کے حرامکاری اور طرح طرح کی نابکاری کرنے لگے اور حضرت شیثؑ کی اولاد کو بھی مل جُل کر خراب کر دیا تو حضرت ادریسؑ جن کا نام زبان عبری میں اخنوع ہے ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔ آپ نے حق پیغمبری ادا کیا مگر

گلیم بخت کسے راکہ با فتند سیاہ
بہ آب زمزم و کوثر سفید نتواں شد

کافر کافر ہی رہے۔ خرابی یہ ہوئی کہ ان کے صاحب زادوں نے رفاح عام کے کام اسقدر کئے کہ لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے اور اُن کے مرنے کے بعد ان کی تصویریں بنا کر ایک پاک جگہ میں ان کو رکھا پھر رفتہ رفتہ ان کو پوجنا شروع کیا۔ اس طرح پر صنم پرستی کی ابتدا ہو کر وبا کی طرح ہر طرف پھیل گئی اور بُری بُری رسوم نے اس جلتی ہوئی آگ پر اور بھی تیل ڈالا۔

جب نسلِ انسانی کا چشمہ بڑھتے بڑھتے قلزم ذخار بن گیا تو طوفان بُت پرستی نے وہ خوفناک طلاطم برپا کر دیا کہ خدا پرستی کا جہاز گرداب بلا میں پھنس گیا۔ اسوقت خداوند تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو جو متوشلح ابن ادریس کے پوتے تھے خلعت نبوت عطا کی اور آپ کو صرف قدیم کلدانیوں کی ہدائیت کے لئے مبعوث کیا۔ حضرت نوحؑ تمام عالم کی ہدائیت کے لئے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ صرف قدیم کلدانیوں یعنے بابل اور اُس کے گردونواح کے مقامات کی ہدائیت کے لئے آئے۔ چنانچہ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ سے یہ بات صاف ترشح ہوتی ہے۔

حضرت نوحؑ نے لاکھ جتن کئے مگر آپ کی قوم نے ایک نہ سُنی اور آپ پر اس قدر دست درازیاں کیں کہ توبہ ہی بھلی ہے۔ جب آپ وعظ کرنے لگتے تھے تو کفار ان کو مارتے مارتے بیہوش کر دیتے تھے آخر ان کے بیٹے آکر انہیں اُٹھا لیجاتے تھے۔ مرتے وقت کُفّار اپنی اولاد کو وصیت کرتے تھے کہ نوحؑ کا کہنا نہ ماننا۔

غرض جب نوحؑ کی قوم کا ظلم اور ستم حد سے بڑھ گیا تو حضرت نوحؑ نے ان کے لئے بددُعا کی۔ پھر ان لوگوں پر قہر خدا نازل ہُوا۔ عذاب الٰہی نازل ہونے سے پہلے رفع حجت کے لئے نوحؑ نے بکمال شفقت ان کو سمجھایا کہ اب بھی سمجھ جاؤ مگر انہوں نے کہا کہ ہم وَدّ۔ سواع یغوث اور یعوق کی پرستش جو ہمارے بُت ہیں کبھی نہ چھوڑینگے۔ اس پر آسمان سے پانی برسنے لگا اور چالیس دن تک برسا۔ اس طوفان میں تمام کافر اور اُن کے مکانات اور محل اور سامان جن پر انہیں بہت غرور تھا غرق اور برباد ہو گئے صرف وہی لوگ بچے جو

Marfat.com

حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔

قدیم کلدانی فرات و دجلہ کے دوآبہ کی سرسبز زمین میں آباد تھے۔ اسیریا اور بابل کی طاقتور اور مشہور سلطنتوں کا جائے پیدائش یہ ہی جگہ تھی۔ یہیں ایک گروہ مصر پہونچا اور وہاں ایک جلیل القدر سلطنت کی بُنیاد ڈالی جس کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہُوا۔ یہیں سے دوسرا گروہ جنوبی عرب میں آیا اور یمن کی تہذیب کا بانی ہُوا۔ یہیں بُت پرستی نے کواکب پرستی کا لباس اختیار کیا۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ زہرہ مشتری۔ مریخ۔ عطارد۔ زحل کے واسطے مختلف مندر تیار ہوئے اور رفتہ رفتہ ان سبعہ سیاروں کے مندروں کے پوجاریوں کا اسقدر اقتدار بڑھا کہ انہیں میں سے بادشاہ ہونے لگے۔

حضرت نوحؑ کے بعد ہودؑ قوم عاد کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے عاد بڑے طویل قامت اور دراز جسم تھے یہ لوگ مشہور سنگ تراش تھے۔ سنگ تراشی کر کے پہاڑوں میں مکان بناتے تھے اور پتھر کے بُتوں کے آگے سجدے کرتے تھے۔ حضرت ہودؑ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن یہ مینار قامت دیو قد انسان بھلا کب کسی کی سُنتے تھے ناچار حضرت ہودؑ نے ان کے لئے بد دُعا کی اور یہ لوگ سات برس تک قحط کی بلاہیں گرفتار رہے۔ قحط کی مصیبت سے بھی اُن کی آنکھیں نہ کُھلیں۔ چند دن کے بعد ایک ابر سیاہ اُنہیں دکھائی دیا۔ عاد کی باچھیں کھل گئیں کہ اب خوب بارش ہوگی۔ مگر یہ کالی بدلی نہ تھی یہ قہر خدا تھا۔ اس طوفان سے انسان اور چارپائے پرکاہ کی طرح زمین سے اُڑنے لگے اور پھر پتھروں پر گر کر پاش پاش ہو گئے۔ جن لوگوں نے گھروں میں پناہ لی وہ مکانوں کے گرنے سے اُن کے نیچے دب کر مر گئے۔

قوم عاد کی بربادی کے بعد قوم ثمود کا ستارۂ اقبال چمکا لیکن یہ لوگ بھی دولت اور حشمت کے نشے میں گمراہ ہو گئے۔ پروردگار نے انہیں میں صالحؑ کو پیغمبر کیا۔ حضرت صالحؑ نے سمجھایا آخر فیصلہ یہ ہُوا کہ اگر صالحؑ پتھر میں سے اونٹنی پیدا کر دیں تو سب خدا پر ایمان لائیں حضرت صالحؑ نے دُعا کی خدا کا کرنا پتھر میں سے ویسی ہی اونٹنی جیسی اُنہیں مطلوب تھی پیدا ہوئی۔ مگر یہ لوگ ازلی بدنصیب تھے بجائے اس کے کہ اس

معجزے کو دیکھ کر ایمان لاتے ویسے کے ویسے ہی گمراہ رہے اور اس اونٹنی کو سازش کر کے مار ڈالا۔ اونٹنی کو ہلاک کر کے حضرت صالحؑ کی ہلاکت کے درپے ہوئے۔ اس پر خدا کا عذاب ان پر نازل ہوا اور ان لوگوں میں اس قسم کی وبا نمودار ہوئی کہ پہلے انکے چہرے زرد پھر خون کبوتر کی طرح آخر سیاہ ہو گئے اور اسی حالت میں عالم بالا سے ایک ایسی ہیبت ناک آواز ان کے کانوں میں آئی کہ سب کے دل ٹکڑے ٹکڑے اور جگر پارہ پارہ ہو گئے۔ حضرت صالحؑ پہلے سے ہی ان لوگوں کو جو ان پر ایمان لائے تھے ہمراہ لیکر فلسطین کی طرف نکل گئے۔

جس زمانے میں بابل کا بادشاہ نمرود تھا۔ بُت خانہ کے ایک پُجاری کے گھر جس کا نام آذر تھا ایک فرزند ارجمند پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا اور جو بعد ازاں پیغمبر ہو کر خلیل اللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ پہلے حضرت ابراہیم نے اجرام فلکی کو دیکھا اور اُن کو خدا سمجھا مگر جب وہ غروب ہو گئے تو اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور سن مسیحی سے دو ہزار سال پیشتر سب سے الگ ہو کر عمارت توحید کی نبیاد رکھی۔

ایک دن جبکہ لوگ شہر کو چھوڑ کر باہر میدان میں تیوہار منانے گئے تو حضرت ابراہیم ایک تبر لیکر چُپکے سے بُت خانہ میں جا گھُسے۔ ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک جتنے بُت تھے سب کو چکنا چُور کر ڈالا۔ صرف بڑے بُت کو کورا چھوڑ کر تبر اُسکے کاندھے پر دھر دیا۔ جب لوگ میلے سے واپس آئے اور اپنے خداؤں کی یہ گت دیکھی تو چیخ اُٹھے سب کا شک حضرت ابراہیمؑ پر ہوا آپ کو پکڑ لیا اور کھسیانا ہو کر کہا کہ تو نے یہ کیا غضب ڈھایا۔ آپنے کہا مجھے کیا کہتے ہو اُس سے پوچھو جس کے کاندھے پر تبر موجود ہے۔ سب نے کہا یہ تو بولتا نہیں اس سے کیا پوچھیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ پھر ایسوں کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ تو تم کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ یہ جواب سُن کر کفّار لاجواب ہو گئے مگر حضرت ابراہیمؑ کو اذیت پہنچانے پر تُل گئے۔ ایکبار ان کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالدیا مگر خدا کی رحمت سے نار نُور بن کر گلزار ہو گئی۔

Marfat.com

جب کُفّار نے آپ کو بہت دق کرنا شروع کیا تو آپ مُلک شام میں چلے آئے۔ کچھ دن وہاں رہے جب وہاں قحط نمودار ہوا تو مصر میں پہونچے۔ آپ کی بیوی سارہ آپ کے ہمراہ تھیں ان ایام میں رقیون مصر کا بادشاہ تھا اور در اصل بابل کا ہی رہنے والا تھا اُس نے سارہ کو پسند کیا مگر جب آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ شل ہو گئے۔ تین بار ایسا کیا اور تین بار وہی مرض لاحق ہوا آخر اپنے کئے پر نادم ہوا اور اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے ان کے بطن سے انہیں پہلوٹھا بیٹا اسمٰعیلؑ عطا کیا۔

اس کے بعد سارہؓ جو عقیمہ سمجھی جاتی تھیں حمل کے آثار نمودار ہوئے اور اُن کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے انسانی قربانی کے برخلاف صدائے مخالفت برپا کی کہ آپ کے بعد بھی بابل۔ مصر۔ یونان اور ہند کی قدیم مہذب قوموں میں یہ رسم جاری رہی مگر سب سے پہلے اس کی مخالفت کا طرہ آپ کی ہی کلاہ عزت کے حصہ میں تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے بتا دیا تھا کہ تیرے دونوں بیٹے بابرکت ہونگے اور ان کی اولاد اس کثرت سے ہوگی کہ گنی نہ جائیگی اس لئے انہوں نے کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لئے علیحدہ علیحدہ مُلک تقسیم کر دیئے۔ شام کا مُلک آپ نے اسحٰقؑ کو دیا کیونکہ بابل اُن کے مشرق میں تھا اور وہ اپنے ننھیال کے قریب ہو گئے۔ عرب کا مُلک اسمٰعیلؑ کو ملا کیونکہ مصر اُن کے مغرب میں تھا اور وہ اپنے ننھیال کے قریب ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کی وہ اولاد جو ان کی تیسری بیوی قطورہ (قتورہ) سے ہوئی عرب الحجر میں آباد ہوئی اس میں سے حضرت شعیب اقوام ایکہ و مدیان کی اصلاح کے واسطے مبعوث ہوئے۔

حضرت اسحٰقؑ کی اولاد یہودی ہیں۔ حضرت اسحٰقؑ کے بعد اُنکے صاحب زادے یعقوبؑ اور حضرت یعقوبؑ کے بعد حضرت یوسف پیغمبر ہوئے۔ حضرت موسٰیؑ جو بڑے اولوالعزم اور جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں اور جن کو خدا نے کوہ طور پر توریت

عطا کی اسی شاخ میں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ ان ایام میں مصری باہمی خانہ جنگیوں کے باعث نکل کر خاکنائے سویز کو طے کرتے ہوئے وادیٔ نیل میں پہنچے اور یہاں بسنے لگے رفتہ رفتہ ان لوگوں سے بڑھتے بڑھتے وادیٔ نیل میں ایک جلیل القدر شخصی سلطنت قائم ہوگئی۔ یہ لوگ پہلے بُت پرست اور ستارہ پرست تھے پھر حیوان پرست بھی ہوگئے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ جس طرح آفتاب غروب ہوکر پھر طلوع ہوتا ہے انسان مر کر پھر زندہ ہوتا ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو اُس کے اعمال کی پڑتال "اسائیرس" نامی دیوتا کرتا ہے۔ اگر اعمال نیک ہوں تو انسان آسمان پر جاکر سُورج کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے ورنہ اُس کی روح موذی جانوروں کی شکل میں پردۂ دُنیا پر آتی ہے اور اذیت پاتی ہے۔

مصریوں کے ان تاریک خیالات نے ایسی آندھی برپا کی کہ بنی اسرائیل کی آنکھوں میں خاک پڑگئی اور وہ بھی اندھوں کی طرح مصریوں کے ہمخیال ہوگئے۔ جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر توریت لینے گئے تو سامری نے ورغلا کر لوگوں کو گوسالہ پرست بنا دیا۔ حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے دیگر پیغمبروں نے جو وقتاً فوقتاً اُن میں آئے ہر چند بہت کوشش کی مگر پھر بھی ان کی گلیم بخت جو سیاہ بنی ہوئی تھی اُجلی نہ ہوئی اور یہ لوگ اسقدر حد سے باہر ہوگئے کہ پیغمبروں کو شہید کرنے لگے اور اُن کے مقدّس صحیفوں کو آگ لگادی۔ ان کی بدعملیوں کا خمیازہ آخر انہیں بھگتنا پڑا۔ پہلے تو اسیریا والوں نے انہیں پامال کیا اور پھر بخت نصر بابل کا حاکم ان پر طوفان کی طرح چڑھ آیا اور آتے ہی زلزلہ برپا کر دیا۔ ہیکل سلیمانی کو جلا کر راکھ کر دیا اور حضرت موسیٰؑ کی توریت اور حضرت داؤدؑ کے زبور کے اصلی صحیفے فنا کر دیئے اور سب بنی اسرائیل اسیر ہوکر بابل میں تنکے چُننے لگے۔ پچاس سال تک ان کی یہی حالت زار رہی آخر جب کیخسرو نے ایران سے بابل پر چڑھائی کی اور بابل کی تمام عظمت کو خواب وخیال کر دیا۔ بابل

کی بربادی بنی اسرائیل کی رہائی اور آزادی کا باعث ہوئی اور یہ خانمان برباد قیدی پھر اس قابل ہوئے کہ بیت المقدّس کو از سر نو تعمیر کیا۔

جس زمانہ میں فرات اور دجلہ اور نیل کے کنارے مشہور شہر آباد ہو رہے تھے اور جب وادیٔ نیل میں فرعون والئے تخت و تاج تھے تو وسط ایشیا میں مذہب قدرت پرستی ظہور پذیر ہوا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو آریہ کہتے تھے۔ اِن کا سب سے بڑا دیوتا ورنا یعنے آسمان تھا۔ آگ۔ پانی۔ ہوا سب کے علیحدہ علیحدہ دیوتا مقرر تھے۔ گائے کو دودھ دینے کی وجہ سے ماتا پکارتے تھے اور یہ دیوتا دہرتی یعنے زمین کو راکھشوں سے چھڑانے کے لئے ہمیشہ برسرپیکار رہا کرتے تھے۔ جب قدرت پرستی سے ایک قدم آگے بڑھ کر آریہ دیو پرست ہو گئے تو مسیحؑ سے تیراں سو برس پہلے ایک شخص جس کا نام زرتشت تھا اور جو اسپنیما کے خاندان اور منوچہر کی نسل سے تھا پیدا ہُوا جس نے مزدیستانی مذہب یعنے ایک خدا ''اہورا مزدا'' کی بُنیاد ڈالی۔ سب سے پہلے اسی نے دیو پرستی کی مخالفت کی اور ایک خدا کی پرستش سکھائی۔ افسوس کہ سکندر نے اس کی کتاب ژند کو جلا کر اپنی شہرت کے دامن پر ایک بدنما دھبّہ لگا دیا۔

زرتشت کی تعلیم سے آریوں میں مذہبی جنگ شروع ہوئی کچھ دیو پرست رہے اور کچھ مزدیستانی بن گئے۔ دیو پرست ہندوستان کے شمال و مغرب سے پنجاب میں آئے اور مزدیستانی ایران میں چلے گئے۔ ہندوستان میں آریاؤں نے وہم پرست ہو کر ویدوں کی پاکیزہ تعلیم کو اس طرح پس و پیش کیا کہ ہر ایک شے کو معبود اور قابل پرستش بنا لیا۔ درخت۔ سانپ۔ پتھر۔ سونا چاندی۔ عناصر۔ کواکب سب کو پوجنے لگے۔ ان لوگوں نے اسقدر غُل مچایا کہ جب کبھی کسی ہندو فلاسفر نے روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر کے در توحید کھٹکھٹایا تو اس شور و غل میں ان کی آواز کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ ایران میں ژند کے تلف ہو جانے کے بعد مزدیستانی مذہب میں مداخلت ہونے لگی ایک طرف یہود کا خدا یہواہ تھا اور دوسری طرف زرتشتیوں کا خدا ''اہورا مزدا'' تھا۔ اس رقابت سے عالم ''ایزد'' اور ''اہرمن''

Marfat.com

دو خداؤں کے درمیان تقسیم ہو گیا اور زرتشت کے پیرو آخرکار آتش پرست ہو گئے۔

یہودیوں نے کیخسرو کی مہربانی سے بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا مگر اب انکی توریت حضرت موسیٰ کی توریت نہ تھی۔ پہلے تو حضرت مسیح سے ۵۸۹ سال پہلے بخت نصر نے یہ ستم ڈھایا کہ اصلی توریت کو فنا کر دیا۔ مسیح سے تخمیناً پانچ سو برس پہلے ساکھی منی گوتم نے برہمنوں کے دیوتاؤں کے برخلاف صدائے مخالفت بلند کی اور نروان نروان پکار کر یہ ہدائیت کی کہ نجات کی سبیل یہ ہے کہ انسان رنج و راحت سے کنارہ کش ہو کر اپنے آپ کو فنا کر دے۔ مگر گوتم کا ذہن رسا صرف لا الہ تک محدود رہا اس سے آگے نہ گیا اور اس کے پیرو ایسے گمراہ ہوئے کہ خیال ہستئ خدا سے کوسوں پرے جا گرے۔
پھر شاہ انٹوکیس نے مسیح سے ایکسو اکسٹھ برس پہلے تمام کتب یہود کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ظالم نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں نکلینگی قتل کیا جائیگا۔ اس مطلب کے لئے ہر ماہ میں تین بار لوگوں کی خانہ تلاشی ہوتی تھی۔ ایسی حالت میں اصلی توریت کا رہنا ناممکن تھا۔ لوگوں کے خیالات رفتہ رفتہ ابتر ہو گئے اور یہودی بابل کے مشرکین کے میل جول سے سحر و ساحری کے قایل اور بت پرستی کے راغب ہو گئے۔
نوبت یہانتک پہنچی کہ ظالموں نے حضرت یحییٰ جیسے پیغمبر کو بیگناہ شہید کر دیا۔ اسوقت حضرت عیسیٰ جن کا لقب روح اللہ ہے جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے وعظ سنائے معجزے دکھائے مگر بے رحم یہود جن کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے اور اس ٹوہ میں رہنے لگے کہ موقعہ ملے اور ان کو ٹھکانے لگائیں۔ حضرت مسیح کے بارہ حواری گیلیلی کے ماہی گیر تھے۔ ان میں سے ایک حواری نے جس کا نام یہودا تھا پرلے درجہ کی بیوفائی کی۔ یہودیوں سے مخبری کر کے آپ کو گرفتار کرا دیا اس پر ستم یہ ہوا کہ پطرس حواری نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور آپ کی رفاقت سے انکار کیا۔ باقی دس حواری آپ کو تنہا چھوڑ کر مفرور ہو گئے اور یہودیوں نے اس معصوم نبی کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر نخل دار کا ثمر بنا دیا۔

Marfat.com

حضرت عیسٰےؑ کے زمانے نے بہت کم عمر پائی۔ ابھی آپ پُرانی بدرسوم کی قیدیں توڑ رہے تھے کہ ظالموں نے یہ ستم ڈھایا۔

دل کی دل ہی میں رہی۔ آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد پولوس جو بعدازاں سنٹ پال کہلایا یہودیوں سے مل گیا اور مسیحؑ کے حواریوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ بیچارے اسٹیفن حواری کو تو شہید ہی کر کے چھوڑا۔ یہ تین سال تک یہودی بنا رہا پھر دفعتاً ۳۵ء میں حواریوں سے جا ملا اور کہا کہ مَیں رُوح القدس کا نظر کردہ ہوں۔ پطرس اور برناس حواریوں نے اس کی مخالفت کرنی چاہی مگر اقبال پولوس کے ساتھ تھا کچھ پیش نہ گئی۔ پولوس نے یونان اور روم میں دورہ کیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ستارہ پرست اور بُت پرست جناب مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہکر اُس کی پرستش کرنے لگے۔ کچھ دن میں پولوس کی انجیل کے ساتھ مرقس اور لوقا شاگردان پولوس کی انجیلیں بھی بن گئیں۔ جب مذہب میں ایک قسم کی کھلبلی سی مچنے لگی تو ۳۲۵ء میں قسطنطین اعظم شہنشاہ روم نے ایک عظیم الشان مجلس شوریٰ قائم کی جس میں ان مسائل پر گفتگو ہو کر آخر کار تثلیث مقدّس اور کفارہ کا مسئلہ اصول دین قائم ہُوا اور جنوبی یورپ۔ مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ میں باپ۔ بیٹا اور رُوح القدس کی منادی ہو گئی۔

حضرت مسیحؑ تک جتنے پیغمبر آئے اپنی اپنی قوم کے لئے آئے۔ مثلاً ادریسؑ اولاد قابیل کے لئے۔ نوحؑ اپنی قوم کے لئے۔ ہودؑ قوم عاد کے لئے۔ صالحؑ قوم ثمود کے لئے ابراہیمؑ اہل بابل کے لئے۔ لوطؑ بلاد شام کے پانچ شہروں کے لئے اور حضرت موسٰےؑ سے حضرت عیسٰےؑ تک بنی اسرائیل کی ہدائیت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اسوقت تک جبکہ عالم میں عجیب طوفان برپا تھا۔ توحید کے خیالات سلب ہو چکے تھے۔ چارسو شرک اور کُفر کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ کہیں آتش پرستی تھی کہیں ستارہ پرستی۔ کہیں پتھروں کو پُوجا جا رہا تھا کہیں عالم حیوانات اور نباتات کو کہیں قدرت کی طاقتوں کے آگے سر جُھکایا جا رہا تھا کہیں طبیعت مجردہ کے آگے۔ کہیں خود پرستی کا بازار گرم تھا اور کہیں تثلیث مقدس کا۔ کہیں کہیں تو یہ قیامت برپا تھی کہ خدا کی ہستی سے ہی صریحاً انکار تھا کہ دفعتاً

Marfat.com

قلزم رحمت باری موجزن ہوا۔ بنی اسمٰعیل کی قسمت جاگ اُٹھی مکہ معظمہ میں یمن اور سعادت نے جنم لیا۔ خانہ کعبہ پر نور توحید برسنے لگا اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی ہدایت کیلئے ایت "کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا" کے تزک اور احتشام کیساتھ جلوہ افروز ہوئے۔

آپکی تشریف آوری پر اقلیم معرفت سے رُوح پرور صدائیں اور عالم افروز ندائیں آئیں کہ اے اہل دُنیا تمہیں مُژدہ ہو کہ ایک جو نبی تم میں آتا ہے وہ رحمت اللعالمین ہے۔ اس میں تمام انبیاء کی شان دکھائی دیگی۔ وہ صابر اور شاکر۔ امین اور صادق۔ فیاض اور متحمّل۔ عابد اور زاہد حسین اور جمیل۔ غازی اور شجاع۔ فصیح اور بلیغ۔ اُمّی مگر عالم علوم لدنی ہوگا۔ وہ توحید کو کامل کرکے راسخ کردیگا اسلئے پیغمبر آخر الزمان اور خاتم المرسلین ہوگا وہ خدا کا کلام سُنائیگا پتھر سے دلوں کو موم بنائیگا۔ اسکے شیدا مغرور ہوکر جان نہیں بچائینگے بلکہ اُسکی خاطر تلوار کی آگ میں سر کے بل جائینگے اور شوق اور ذوق سے برچھیوں کے پھل کھائینگے۔ اُسکی ایک نگاہ ناز سے دشمن دوست ہو جائینگے۔ کچھ تھے اور کچھ کہلائینگے وہ دلوں کو بدل دیگا اور روحوں کو پاکیزہ کردیگا۔

اے چشم انصاف دیکھ اور غور کر ہمارے اُمّی نے کتنی ملتوں کے کُتب خانے دھو دیئے ہمارے یتیم نے کسقدر ایثار دکھایا کتنی مصیبتیں جھیلیں۔ کتنے دن پیٹ پر پتھر باندھے۔ صاحب اقبال ہوکر زر کو کس طرح ٹھیکری سمجھا اور کیسے اپنے قول و فعل سے رحم اور کرم کی عملی تعلیم دی۔ ہاں دیکھ اور بتا کبھی ایسا کوئی اور بشر بھی تجھے دکھائی دیتا ہے؟

اے زبانِ انصاف کہدے اور صاف کہدے کہ صاحب لولاک لما ضیائے شمع جود و سخا۔ نور آفتاب صدق و صفا حضرت ابراہیمؑ کی دُعا حضرت موسیٰؑ کا ثمیل۔ حضرت داؤدؑ کا پہلوان۔ حضرت یسعیاہؑ کا محمد و محمود۔ حضرت سلیمانؑ کا محمدیم۔ حبقوق کا قدوس۔ حجی کا حمدث۔ یُوحنا کا نبی آخر الزمان اور حضرت عیسیٰؑ کا فارقلیط تھا جو اس دُنیا میں ختم الرسل بن کر آیا اور اپنے ساتھ خیر۔ برکت۔ رحمت اور اخوت کے وہ بے بہا جواہر لایا جن کی چمک اور دمک کی طرف زوال کا زنگ آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکتا ہے نہ دیکھ سکیگا۔

اللّٰھم صل وسلم علیٰ سیدنا و مولنا محمد و علیٰ آل سیدنا و مولنا محمد و بارک وسلم

فہرست ابواب سیرۃ احمدی

باب	مضمون	صفحہ
	تمہید	١
ب۱	عرب کا جغرافیہ وغیرہ	٣
ب۲	حسب نسب اور ولادت	١٣
ب۳	رضاعت اور عہد طفلی	٢٧
ب۴	سن رشد سے نبوت تک	٣٩
ب۵	معراج اور ہجرت	٦٣
ب۶	مدینہ میں داخلہ اور بین الاقوامی معاہدہ	٧٧
ب۷	جنگ بدر ۲ھ ہجری	٨٨
ب۸	غزوۂ اُحد ۳ھ ہجری	١٠٥
ب۹	واقعات ۴ھ ہجری	١١٣
ب۱۰	واقعات ۵ھ ہجری	١١٨
ب۱۱	واقعات ۶ھ ہجری	١٣١
ب۱۲	واقعات سنہ ہجری	١٣٩
ب۱۳	واقعات سنہ ہجری	١٤٦
ب۱۴	واقعات سنہ ہجری	١٥٨
ب۱۵	واقعات ۱۰ھ ہجری	١٦٩
ب۱۶	واقعات ۱۱ھ ہجری اور وفات	١٧٢
ب۱۷	طبعی عادات اور حالات	١٧٩
ب۱۸	جناب رسول کریم کی تعلیم اور آپکی فلاسفی	٢٠٤
ب۱۹	نبوت اور معجزات اور اُن کی فلاسفی	٢١٧
ب۲۰	آنحضرتؐ کی اولاد	٢٤٣
ب۲۱	آنحضرتؐ اور توریت اور انجیل	٢٥٥
ب۲۲	تکثیر ازدواج۔ طلاق اور غلامی	٢٦٦
ب۲۳	اسلام مذہب سیف نہ تھا نہ ہے)	٢٩٢
ب۲۴	خاتمہ	٣٠٧
	متفرق واقعات وحالات	٣٠٨

انتباہ واعتذار فہرست مضامین مختصر دی گئی ہے۔ اور شجرہ نسب ازدواج مطہرات بوجہ چند امور کے خالی چھوڑ دیا گیا لہذا صاحبان بصیرت معذور رکھیں۔

(مؤلف)

Marfat.com

نامور مصنفین کی مقبول تصنیفات

یعنی مولوی محمد حسین صاحب آزاد، علامہ شبلی نعمانی، مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی
سرسید احمد صاحب، مولانا حالی پانی پتی، نواب محسن الملک، میاں بشیر احمد خلف الرشید مولوی
نذیر احمد صاحب، مصور غم علامہ راشد الخیری، مصور فطرت خواجہ حسن نظامی حکیم محمد علی صاحب، تلمیذ رشید و جانشین
سعید علامہ شبلی مرحوم یعنی مولوی سید سلیمان صاحب ندوی، ادیب زمانہ مورخ یگانہ مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر،
مدظلہ العالی وغیرہ قابل مصنفین زمانۂ حال و ماضی کی تصنیفات و تالیفات ہماری دوکان سے طلب کی جاسکتی ہیں۔
رجلد دلگداز بابت ۱۸۸۷ء و ۱۸۸۹ء جو اردو ادب اور انشا پردازی کی جان ہیں جن سے جن
صاحبوں نے فائدہ اٹھایا وہ آجکل کے مشہور مصنف اور نامور ادیب بن گئے جن کی سطروں کا معاوضہ بلا
مبالغہ پونڈ ہوتے ہیں، اگر جلدی ان جلدوں کو طلب نہ کر لیا گیا تو پہلے کی طرح پھر یہ کسی قیمت پر بھی
نہ مل سکینگی کیونکہ بہت تھوڑی تعداد میں طبع ہوئی ہے، نیز شاعرانہ و عاشقانہ مضامین جو مولانا
کے دلگداز میں آجتک نکلتے رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی ترمیم و اضافہ سے طبع ہوگئے ہیں
شائقین ادب و دلدادگان لٹریچر درخواستیں روانہ فرمائیں۔

فہرست کتب بغیر ایک آنہ کے ٹکٹ آئے روانہ نہ ہوگی

المشتہران

ایس عبد الرشید اینڈ برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

سیرۃ النعمان

یعنے

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری

حصہ اوّل و دوم

اِس کتاب کے پہلے حصّے میں امام ابوحنیفہؒ کا نام ونسب ولادت وسن رشد، تعلیم و تربیت، شیوخ حدیث درس وافتاء بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات، وفات، عام خلاق و عادات، مناظرات و فتاوے، ذہانت طباعی، اِس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں دوسرے حصّے میں اصول اور مسائل سے جو علم کلام اور فن حدیث سے متعلق ہیں تفصیلی بحث ہے اور واقعات واسانید کیساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ فن حدیث میں اُن کا کیا پایہ تھا، فن فقہ پر تفصیلی ریویو ہے جس میں تدوین فقہ کے تاریخی حالات کیساتھ وہ خصوصیتیں تفصیلاً بیان کی گئی ہیں۔ جن کی وجہ سے فقہ حنفی کو اور ائمہ کی فقہوں پر ترجیح حاصل ہے خاتمہ میں امام صاحبؒ کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں۔

مؤلفہ

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مصنف لفاروق والمامون وغیرہ وغیرہ

بہ تصیح وتحشی

عالیجناب سید مبارک علی شاہ صاحب گیلانی مولوی فاضل

باہتمام

ایس عبدالرشید اینڈ برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور چھپی

Marfat.com